مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

تعمیرِ ملّت

اور

دینی اِدارے

www.KitaboSunnat.com

تالیف
رفیق احمد رئیس سلفی

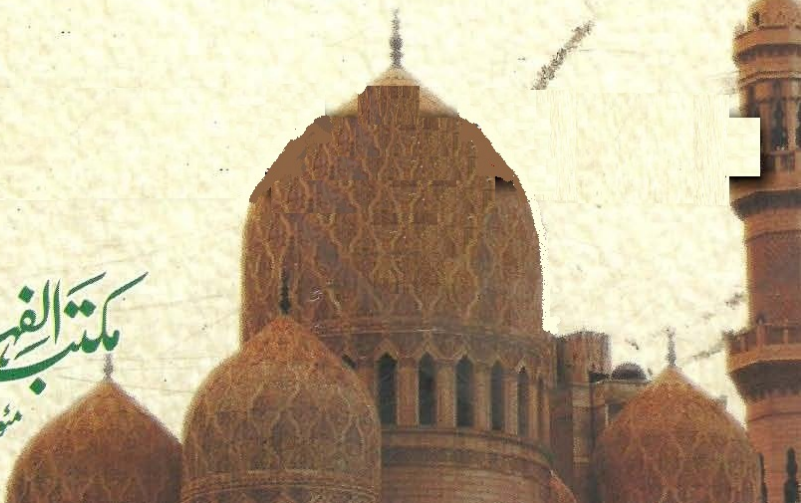

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

تعمیر ملت

اور

دینی ادارے

تالیف

رفیق احمد رئیس سلفی

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

MAKTABA AL-FAHEEM
Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email : maktabaalfaheemmau@gmail.com
www.maktabaalfaheemislamicbooks.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ھیں

نام کتاب : تعمیر ملت اور دینی ادارے

تالیف : رفیق احمد رئیس سلفی

صفحات : ۱۲۰

سال اشاعت : JUN - 2009

تعداد اشاعت : ایک ہزار ایک سو

کمپیوٹر کتابت : الفہیم کمپیوٹر۔ مئو

قیمت :

باہتمام

شفیق الرحمن ۔ عزیز الرحمن

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

MAKTABA AL-FAHEEM
Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email : maktabaalfaheemmau@gmail.com
www.maktabaalfaheemislamicbooks.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

پیش لفظ	5
ملت اسلامیہ ہند مسائل، مشکلات اور حل	9
مسلمانوں کے عصری تعلیمی ادارے اور ان کے مسائل	17
اسلامی مدارس میں شرعی علوم کی اعلیٰ تعلیم ضرورت، امکانات اور طریقہ کار	22
اسلام میں تعلیم نسواں کی اہمیت	26
مدارس نسواں وقت کی ایک اہم ضرورت	29
تعلیمی اداروں کا معیار، ایک لمحۂ فکریہ	32
تعمیر انسانیت میں مدارس اسلامیہ کا کردار (آزادی کے بعد ایک جائزہ)	40
چند اہم موضوعات پر علمی تحقیق ایک دینی وملی ضرورت	50
ملک کی موجودہ صورت حال اور ہماری دینی جماعتیں	58
اہل قبلہ کی تکفیر، ایک سنگین معاملہ	65
مخلصانہ رہنمائی اور تعاون، ایک ملی ضرورت	70
دینی صحافت کا مزاج اور اس کی ترجیحات	79
علمائے موجودین کی خدمات اعتراف اور تعارف	86
انتخابی سیاست میں مسلمانوں کی حصہ داری اور نمائندگی	89
مسلمانوں کی علاحدہ سیاسی جماعت احکامات اور اندیشے	94
انصاف اور مساوات کے لئے آج دنیا پریشان ہے	98
انصاف کا ترازو جھکنے نہ پائے	103
مسلمانوں پر تشدد پسندی کا بے بنیاد الزام	106
فلسطین کے مظلوم مسلمان	109
اسلام کے نظام طلاق سے پریشان کیوں؟	113
نکاح کا رجسٹریشن اور اس کے مضمرات	116

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

شاعر مشرق علامہ اقبال نے کہا تھا:

اپنی ملت کو قیاس اقوام مغرب پر نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی ؐ

دنیا کی مختلف قوموں اور ملتوں اور ان کے عروج و زوال کی تاریخ پر جن کی نظر ہے، وہ اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ امت مسلمہ بڑی سخت جان واقع ہوئی ہے۔ سیل رواں کو روکنے، آندھیوں کا مقابلہ کرنے اور چٹانوں سے ٹکرانے کی جو صلاحیت اس کے اندر ہے، وہ کسی کے یہاں نہیں۔ زندگی کے تمام شعبوں میں جو اعتدال اور توازن اس کے یہاں دکھائی دیتا ہے، وہ کہیں اور نظر نہیں آتا۔ اس کی سیاست، معیشت، تہذیب اور معاشرت کا اپنا امتیاز ہے۔ اپنے دور عروج میں اس نے دنیا کو انصاف و مساوات سے بہرہ ور کیا، بحیثیت انسان کے سب کو مساوی حقوق دیے، عورتوں کو وقار و احترام کی دولت عطا کی، مختلف مذاہب کے لوگوں کو آزادی بخشی اور بین الاقوامی تعلقات کے زریں اصولوں کو عملی طور پر نافذ کر کے مختلف ملکوں کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم کیے۔ دنیا کی ایک بڑی آبادی نے اس کا خیر مقدم کیا اور حلقہ بگوش اسلام ہو کر سکون و راحت کی سانس لی۔

لیکن جب یہ امت خود اپنے اصولوں پر باقی نہیں رہی اور اپنے امتیازات ایک ایک کر کے کھو دیے تو دنیا میں سیادت و قیادت کی عظیم نعمت سے محروم کر دی گئی۔ اسلام دشمن طاقتوں نے اس کی کمزوریوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے زندگی کے ہر میدان میں اسے پیچھے دھکیل دیا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ اس کے پاس نہ علم ہے اور نہ دولت۔ فکر و عمل کے انحطاط نے اس کے سر سے تاج عظمت چھین لی۔ اس کی اپنی حکومتوں کی پالیسی بھی اغیار بناتے ہیں۔ ایجادات و اختراعات کی دنیا سے اس کا کوئی ناطہ نہیں رہا۔ ایسا نہیں ہے کہ صلاحیتیں اور ذہانتیں موجود نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، سب کچھ ہے لیکن ان کو استعمال کوئی اور کر رہا ہے۔

اپنی اصول پسندی میں چونکہ معروف یہ آج بھی ہے، برسے ہوئے بادل میں بجلیاں آج بھی خوابیدہ ہیں۔ آخری وحی الٰہی چونکہ اسی کے پاس ہے، اس لیے شر پسند عناصر اس کی تصویر خراب کرنے میں شب و روز مصروف ہیں، دنیا کا ابلیسی نظام اس کی بیداری سے ہمیشہ خائف رہتا ہے۔ اس کی پوری کوشش ہے کہ یہ امت کسی طرح اپنے پیروں پر کھڑی نہ ہو سکے۔ چنانچہ اس کے وسائل کو برباد کیا جا رہا ہے یا ان کو اپنی جاگیر بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ افغانستان اور عراق کا قضیہ یہی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہمارے سربراہان مملکت اور دینی رہنماؤں کو حق بات کہنے کی جرأت نہیں ہے بلکہ بہت سے وظیفہ یاب سادہ مزاج، دین پسند اور مخلص عوام کو مسلسل گمراہ کر رہے ہیں اور لاکھوں مسلمانوں کو خاک و خون میں تڑپانے کی اصل حقیقت سے روشناس نہیں کراتے۔ یوم حساب قریب ہے۔ ہر شخص کو اپنے اپنے عمل و کردار کا حساب دینا ہے۔ عزت و منصب زوال پذیر ہے۔ اس کے لیے دائمی ہلاکت مول لینا عقل مندی نہیں بے وقوفی ہے۔

اس عالمی صورت حال کا فائدہ ہمارے ملک کے شر پسند عناصر نے بھی خوب اٹھایا ہے۔ ان کی نظر میں ہندوستانی مسلمان بھی قدامت پرست، متشدد اور دہشت گرد ہے۔ دوسرے ممالک کی طرح ہمارے ملک کے ان ''بہی خواہوں'' کو بھی مسلمانوں کے دینی ادارے تشدد پھیلانے کی تعلیم دینے والے ادارے دکھائی دیتے ہیں۔

ہمارے ملک کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس نے مسلمانوں کو مساوی حقوق صرف کاغذ پر دیے ہیں۔ تمام تر دستوری ضمانتوں کے باوجود دن بہ دن سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے۔ عذر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مسلمان تعلیم میں پیچھے ہیں، وہ محنت نہیں کرتے، ان کی معاشی صورت حال خراب ہے اور ان کا مزاج تعمیری سے زیادہ تخریبی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ صورت حال کیسے پیدا ہوئی؟ کون اس کا ذمہ دار ہے؟ سرکاری اور نیم سرکاری سروے بار بار کرائے جاتے ہیں، تجاویز پیش ہوتی ہیں، لیکن ان پر عمل نہیں ہوتا۔ ان سب کے پیچھے کیا محرکات ہیں؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے دینی مدارس تعلیم وتربیت کے ادارے ہیں۔ یہاں ذمہ دار شہری بنائے جاتے ہیں۔ یہاں سے فارغ ہوکر مسلمان بچے قوم اور ملک کی اپنی حکمت اور صلاحیت کے مطابق خدمت کرتے ہیں۔ان پر اس طرح کے الزامات غلط ہیں۔ ہماری حکومتوں کو اس پر غور کرنا چاہئے اوران عناصر سے جواب طلب کرنا چاہئے جو اس قسم کی افواہ پھیلاتے ہیں۔

زیر مطالعہ کتاب میں ملک وملت کے کئی ایک حساس مسائل زیر بحث آئے ہیں۔ خاص طور پر مدارس پر کئی پہلوؤں سے روشنی ڈالی گئی ہے اور عالمی سطح پر مسلمانوں پر جو الزامات عائد کیے جاتے ہیں، ان کی حقیقت کا جائزہ لیا گیا ہے اوران کے پس پردہ جو ذہنیت کارفرما ہے اسے سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مسلمانوں کی تعلیمی صورت حال کا تجزیہ کیا گیا ہے اور اس پہلو سے ان کی زبوں حالی کو دور کرنے کے لیے چند ایک تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ اللہ گفتار وکردار میں اخلاص پیدا فرمائے اور حسن عمل کی توفیق بخشے۔ (آمین)

میں اپنے اساتذہ، دوست واحباب اور ساتھیوں کا احسان مند ہوں کہ انھوں نے ان تحریروں کو پڑھا اور اس بے علم کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس کے ساتھ ساتھ میں شکریہ ادا کرتا ہوں مکتبہ الفہیم، مئو (یوپی) کے ذمہ دار مخلص دوستوں کا جن کی عنایت اور توجہ سے یہ کتاب قارئین ذی اکرام کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے۔ مادیت کے اس دور میں ان عزیزوں نے علم وادب کی جو شمع روشن کر رکھی ہے، اس سے ان شاء اللہ ظلمت وجہالت کے مہیب سایے چھٹیں گے اور وہ صبح روشن نمودار ہوگی جس کی کرنوں سے قافلۂ انسانیت اپنی منزل کے نشانات پا سکے گا۔ اللہ انھیں دنیا اور آخرت میں اپنی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ (آمین)

خادم العلم والعلما
رفیق احمد رئیس سلفی
ادارہ علوم الحدیث، جامعہ اردو روڈ، علی گڑھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملت اسلامیہ ہند

مسائل، مشکلات اور ان کا حل

ہندوستان میں ملت اسلامیہ کی زبوں حالی اور اس کی ۔یاسی، معاشی اور تعلیمی پس ماندگی کا مسئلہ حد درجہ نازک بھی ہے اور حساس بھی۔ اس مسئلے کا راست تعلق اس کے ایمان اور عقیدے سے بھی ہے اور اس کی ان منصبی ذمہ داریوں سے بھی، جن کا مکلّف بنا کر اسے دنیا کے اندر بھیجا گیا ہے۔ برصغیر کا ماضی جس طرح کی سیاسی صورت حال سے دوچار ہوا ہے اور یہاں مختلف گروہوں اور جماعتوں کی زور آزمائیوں کے نتیجے میں جس قسم کے نسلی اور مذہبی تعصب نے اپنی جڑیں مضبوط کر لی ہیں، ایسے پیچیدہ ماحول میں اپنے تہذیبی تشخص کو باقی رکھتے ہوئے ایک داعی کا فریضہ انجام دینا اگر ناممکن نہیں تو آسان بھی نہیں ہے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد حکومت برطانیہ نے اپنی خاص حکمت عملی کے تحت ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان خلیج پیدا کی، مسلم حکمرانوں کو ظالم اور ان کی آٹھ سو سالہ حکومت کو غاصبانہ اور استحصالی قرار دیا۔ انگریز مؤرخین نے فرضی کہانیاں وضع کر کے اپنے طور پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مسلم بادشاہوں اور ان کے نائبین نے اپنے طویل دور حکومت میں جگہ جگہ ہندوؤں کی تذلیل کی، ان کے مذہبی شعائر پامال کیے اور بڑی تعداد میں ان کی عبادت گاہوں کو مسمار کیا۔ یہ زہریلا مواد برادران وطن کی اس نوجوان نسل کے سامنے بطور خاص پیش کیا گیا جو جدید تعلیم حاصل کر کے سرکاری ملازمتوں میں اپنے لیے جگہ حاصل کر چکی تھی، جو رات دن حکمرانوں کے ساتھ رہ کر ان کی سرگرمیوں سے بڑی حد تک آگاہ تھی اور جسے اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ ملک بہت جلد آزاد ہو جائے گا۔ ملک میں آزادی کی تحریکیں زور پکڑ چکی تھیں، ہندو مسلم کندھے سے کندھا ملا کر انگلش سامراج کو ختم کرنے کے لیے جان و مال کی قربانیاں پیش کر رہے تھے۔ برطانوی حکومت کی تمام تر سازشوں کے باوجود ہندو مسلم اتحاد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غالب آیا اور ملک کو انگریزوں کی غلامی سے نجات مل گئی۔ انگریز یہاں سے چلے تو گئے لیکن مذہبی منافرت پر مبنی جو لٹریچر انھوں نے تیار کیا تھا، اس نے ایک طرف اپنا کام شروع کر دیا۔ اس لٹریچر نے دونوں طرف کے لوگوں میں غلط فہمیاں پیدا کیں، صدیوں سے ایک ساتھ رہنے والے، ہر ایک کے دکھ درد میں کام آنے والے اور ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کرنے والے جان و مال کے دشمن ہو گئے اور باہمی اعتماد کی دیوار منہدم ہو گئی۔

آزادی کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کے وجود کا مسئلہ پیدا ہوا۔ فرقہ پرست ہندو تنظیموں نے مختلف طریقوں سے یہاں کی اکثریت کے دل و دماغ میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی کہ پاکستان کے نام سے اب جو ملک وجود میں آیا ہے، دراصل وہی برصغیر کے تمام مسلمانوں کا وطن ہے، ہندوستان میں ان کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہ نعرہ ملک کے دستور کے خلاف تھا، آزادی کے رہنماؤں کی آرزوؤں کے برعکس تھا اور اس مشترکہ جدوجہد کے منافی تھا جو تمام ہم وطنوں نے غلامی کی زنجیریں توڑنے کے لیے انگریزوں کے خلاف کی تھیں۔ اگر فرقہ پرستی کے اس زہر کا تریاق آغاز ہی میں تلاش کر لیا گیا ہوتا تو صورت حال وہ نہیں ہوتی جو آج ہمارے سامنے ہے لیکن لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی، کے مصداق اس ایک بھول کا خمیازہ دیکھئے کتنی نسلوں کو بھگتنا پڑتا ہے۔

اللہ کا شکر اور اس کا احسان ہے کہ ملک میں حق و انصاف کی بات کہنے والوں کی خاصی تعداد موجود ہے، ملک کا آئین محفوظ ہے، اس کی بالادستی قائم ہے اور ملک کی عدالتیں اپنا فریضہ ادا کر رہی ہیں۔ ایک جمہوری ملک میں اپنی بات کہنے اور اپنے موقف سے عوام کو آگاہ کرنے کا ملک کے ہر شہری کو پورا حق حاصل ہے۔

ملت اسلامیہ ہند کی اولین ذمہ داری ہے کہ آئین و دستور کی اس پوزیشن پر کوئی آنچ نہ آنے پائے اور اس کی بالادستی کو کوئی چیلنج نہ کر سکے۔ بدقسمتی سے ملک میں وہ فرقہ وارانہ ہم آہنگی، جس کا خواب تحریک آزادی کے رہنماؤں نے دیکھا تھا، برقرار نہیں رہ پائی بلکہ وقفہ وقفہ سے بعض شر پسند عناصر ملک میں امن و امان کی فضا کو بگاڑنے کی اپنی ناپاک سازشوں میں کامیاب ہوتے رہے لیکن اس کے باوجود ملک کے عام شہری کا ذہن صاف ہے اور وہ یہاں مذاہب کے درمیان کسی ٹکراؤ اور تنازعہ کو پسند نہیں کرتا۔ ملت کے بابصیرت افراد کو چاہیے کہ اس فضا کو مزید خوشگوار اور مستحکم بنانے کے لیے سرگرم عمل رہیں،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملک میں امن وانتظام سنبھالنے والے اداروں کے ساتھ مکمل تعاون کریں۔ ہر شہری کی جان و مال اور عزت وآبرو بیش قیمت ہے، ہر حال میں اس کی حفاظت کی جانی چاہئے۔ مغرب کے مادی افکار و تصورات کے زیر اثر ہمارے ملک میں بھی شر پسند عناصر کا ایک ایسا گروپ تیار ہو چکا ہے جو اپنی دولت اور سیاسی تعلقات کا استعمال اپنے مذموم مقاصد کے لیے کرتا ہے۔ بسا اوقات یہ طبقہ دوسروں پر مسلط ہو جاتا ہے اور حق وانصاف کو متاثر اور سبوتاژ کرتا ہے۔ اطمینان کی بات یہ ہے کہ اس قسم کے حادثات اور واقعات جیسے ہی سامنے آتے ہیں، ملک کا عام شہری فوراً بیدار ہو جاتا ہے اور اس طبقے کو بہت زیادہ کھل کر من مانی کرنے کے مواقع نہیں ملتے۔ ملک کے لیے یہ بات خوش آیند ہے۔ ملک کے عام شہریوں میں پائی جانے والی حق وانصاف کی اس اسپرٹ کو باقی رہنا چاہئے بلکہ اسے اپنی تائید اور حمایت سے مزید وسیع اور مستحکم کرنا چاہئے۔

ذرائع ابلاغ خواہ وہ برقی ہوں یا غیر برقی، جمہوریت کا تیسرا اہم اور نمایاں ستون ہیں۔ مجموعی طور پر ہمارے ملک میں ان کی کارکردگی مثبت، مؤثر اور تعمیری رہی ہے۔ ملک اور قوم کے خلاف کی جانے والی ہر سازش کا پردہ فاش کرنے میں ان کا کردار سب سے زیادہ اہم رہا ہے۔ گزشتہ چند سالوں سے اس کی ترجیحات میں جو پھیر بدل ہوا ہے وہ ملک کے لیے موجب حیرت ہے اور باعث تشویش بھی۔ میڈیا کا کام مدح سرائی اور مدلل مداحی نہیں ہے، اسی طرح تفریحی پروگرام کا تناسب مسلسل بڑھتا جارہا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس پیشہ میں بعض ایسے حضرات بھی شامل ہو گئے ہیں جن کا ذہن گنگا جمنی تہذیب کا عکاس نہیں ہے، ایک مخصوص فرقے کے تعلق سے اس کا لب ولہجہ بسا اوقات معاندانہ اور جارحانہ ہوتا ہے، مشکوک باتوں اور امکانات کو یقینی لب ولہجہ میں بیان کرنا صحافتی آداب کے خلاف ہے، اس سے سامعین اور ناظرین کی سوچ کو غلط رخ ملتا ہے اور ان کا نقطۂ نظر تبدیل ہو جاتا ہے، جھوٹ اور غلط بیانی کے لیے صحافت میں کوئی جگہ نہیں ہے، دہشت گردی کے حالیہ واقعات میں الکٹرانک اور پرنٹ میڈیا نے جس عجلت پسندی کا مظاہرہ کیا ہے اور دھماکوں میں استعمال کی جانے والی بعض چیزوں کی جس انداز میں نشاندہی کی ہے، ملک کی تجربہ گاہوں سے آنے والی رپورٹوں نے ان کو سرے سے خارج کر دیا ہے۔ مناسب تو یہ تھا کہ غلط بیانی سے کام لینے والوں اور ملک کے تفتیشی اداروں کو گمراہ کرنے والوں سے باز پرس کی جاتی لیکن افسوس کی بات ہے کہ ایسا نہ ہو سکا حالانکہ ملک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی قائم رکھنے کے لیے اس طرح کا اقدام ضروری ہے۔

ماضی اور حال کی اس تصویر سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ملک میں مسلمانوں کی حالت بہت زیادہ اطمینان بخش نہیں ہے۔ ماضی کی بعض غلط فہمیوں نے جن تعصّبات کو جنم دیا ہے، ان کے اثرات جگہ جگہ دکھائی دیتے ہیں، ایک خلیج ہے جو مسلسل بڑھتی جا رہی ہے، اعتماد کو مجروح کرنے کی خاموش کوششیں ہو رہی ہیں، ملک کی حفاظت اور دفاع کے اداروں میں مسلمانوں کا تناسب دن بہ دن گھٹتا جا رہا ہے، ملک کے عام شہریوں کو یہ باور کرانے کی کوشش ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کی وفاداریاں اس ملک کے ساتھ کمزور ہیں۔ اس مسموم فضا میں کیا مسلمانوں کی ہمہ جہت ترقی ممکن ہے، کیا وہ سیاسی، سماجی، معاشی اور تعلیمی میدان میں برادران وطن کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر آگے بڑھ سکیں گے، کیا سرکاری، نیم سرکاری اور پرائیویٹ سیکٹر میں پورے اعتماد کے ساتھ وہ اپنی صلاحیتوں کا جوہر دکھا سکیں گے، کسی اجتماعیت کے متعلق شبہات پیدا کر دیے جائیں تو اس کے افراد ہمیشہ نشانے پر رہتے ہیں، ہر ناخوش گوار واقعہ کے لیے انھیں کو موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے اور اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے شر پسند عناصر اس صورت حال کا کھل کر فائدہ اٹھاتے ہیں اور ہمارے بہت سے دور اندیش، مخلص اور بالغ نظر سیاسی قائدین اس حقیقت کا ادراک رکھتے ہیں لیکن الکشن اور انتخاب کی سیاست نے زبانوں پر تالے لگا دیے ہیں۔

ان حالات میں ملت اسلامیہ ہند کو کیا کرنا چاہئے، علماے کرام اور جدید تعلیم یافتہ دانش وروں کی اس سلسلے میں کیا رائے ہے، اپنے تہذیبی تشخص کے ساتھ اس کے زندہ رہنے کی کیا صورت ہے؟ اسلام اور مسلمانوں کے سلسلے میں پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے ملت کو کیا کرنا چاہئے، اہل اسلام کی تعلیمی اور معاشی پوزیشن مضبوط کرنے کے لیے قائدین ملت کے پاس کیا تجاویز ہیں۔ اس طرح کے بیسیوں سوالات ہیں جو ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ان کا ہمارے پاس کیا جواب ہے؟

ایک طویل عرصے سے ملت دو دھڑوں میں منقسم ہے اور دو مختلف نقطہائے نظر اسے اپنی گرفت میں لیے ہوئے ہیں۔ ایک طرف علما ہیں اور دوسری طرف جدید علوم سے آراستہ مسلم دانش ور۔ مسلم عوام پر چونکہ علما کی گرفت مضبوط ہے اور وہ اپنے ایمان اور عقیدہ کے باب میں اعتماد انھیں پر کرتے ہیں، اس لیے کہا یہ جا رہا ہے کہ ان کی زبوں حالی کی تمام تر ذمہ داری علما کی ہے۔ مسلم عوام پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلال وحرام اور جائز اور ناجائز کی بندشیں لگا کر انھوں نے ان کی ترقی کا راستہ روک دیا ہے۔ مسلم خواتین کو وہ آزادی دینے کے لیے تیار نہیں ہیں جو موجودہ دور میں ناگزیر ہے، پردہ اور برقع نے ان کی پرواز کو محدود کر رکھا ہے اور اختلاط مرد وزن کے غیر ضروری قضیے نے ایک دوسرے سے استفادہ کر کے آگے بڑھنے پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔

علما کا خیال ہے کہ ملت کو مادی خوش حالی سے ہم کنار کرنے اور اسے دنیاوی اعتبار سے مستحکم کرنے کی تمام تر ذمہ داری مسلم دانش وروں کی ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ اگر کوئی زیادتی ہوتی ہے یا انھیں انصاف نہیں ملتا تو اس کے لیے قانونی چارہ جوئی کرنا دانش وروں کا کام ہے۔ اسی طرح زندگی کے تمام شعبوں میں انھیں سرگرم عمل کرنا بھی جدید تعلیم یافتہ حضرات کا فریضہ ہے۔ حکومتیں مسلم اقلیت اور اس کے تعلیمی اداروں کے لیے مختلف اسکیمیں تیار کرتی ہیں، ان کے لیے خصوصی بجٹ منظور کرتی ہیں اور بعض پرائیویٹ ادارے بھی کمزور طبقات کی تعلیمی اور سماجی ترقی کے لیے کئی طرح کے پروگرام چلاتے ہیں لیکن ضرورت مند مسلمانوں کو ان سے کوئی فیض نہیں پہنچتا۔ اس کی بنیادی وجہ عدم واقفیت ہے، دانش وروں کی ذمہ داری تھی کہ وہ نہ صرف عام مسلمانوں کو اس کی جانکاری فراہم کرتے بلکہ ان اسکیموں سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ بھی بتاتے۔ حکومتیں جو مراعات دیتی ہیں، ان سے مستفید ہونے کے لیے جس قدر پیچیدہ مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اور جس طرح کی خانہ پری ضروری ہوتی ہے، بہت کم ایسے مسلم ادارے ہیں جو بآسانی ان کی تکمیل کر سکتے ہوں۔ بعض مجہول قسم کے اندیشے، عدم واقفیت اور واقف کار مسلم دانش وروں کی سرد مہری جیسے کئی اذیت ناک اسباب ہیں جنھوں نے عطا کردہ اور فراہم کردہ مراعات سے افادہ اور استفادہ کا سلسلہ محدود یا ختم کر رکھا ہے۔

مختصر یہ کہ ملت کی زبوں حالی کے لیے دونوں طبقات ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں اور ایک طویل عرصے سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ حالانکہ ملت کو دونوں کی ضرورت ہے اور اگر دین ودنیا کو مصالح شرعیہ اور وسیع تناظر میں دیکھا جائے تو یہ دونوں طبقات اپنے حفظ وبقا اور فلاح ونجات کے لیے باہم ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ یہ اس گاڑی کے دو پہیے ہیں جو شاہراہ پر چلتے چلتے کسی پگڈنڈی پر جا پڑی ہے جس میں بڑے بڑے گڈھے، کیچڑ اور دلدل ہے، اب اگر گاڑی باہر آسکتی ہے تو صرف دونوں پہیوں کی مدد سے، ایک پہیہ خواہ کتنی تیزی سے حرکت کیوں نہ کرے، وہ تنہا گاڑی کو باہر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھینچنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔

ملت کی بدقسمتی یہ ہے کہ اس کے یہ دونوں بازو ایک ساتھ حرکت نہیں کرتے، دونوں خود کو مکمل سمجھتے ہیں، ایک دوسرے کو سہارا دینے کی بجائے باہم ایک دوسرے کو مہمل، ناکارہ اور غیر مفید تصور کرتے ہیں، کسی ملی مسئلہ میں ایک ساتھ مل کر وہ کوئی مضبوط فیصلہ لینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں حالانکہ ملت کا درد دونوں کے دلوں میں ہے، دونوں پورے اخلاص اور ایمان داری سے چاہتے ہیں کہ کشتی ملت جس بھنور میں پھنسی ہوئی ہے، اس سے باہر نکلے اور دونوں کی دلی خواہش ہے کہ ملت کی نوجوان نسل ملک کی تعمیر اور ترقی میں اپنا واجبی کردار ادا کرے۔ ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ مسلم سماج صحت مند ہو، اس کے افراد تندرست اور توانا ہوں، ان کی معاشی حالت اچھی ہو، وہ عصری تعلیم میں برادران وطن سے پیچھے نہ رہیں اور حکومت و سیاست میں ان کی نمائندگی ان کی آبادی کے تناسب سے ہو۔ لیکن یہ سب کیسے ہوگا؟ کیا صرف دل میں خواہشیں پالنے سے ان کی تکمیل ممکن ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر کیا کرنا ہوگا اور کون سی حکمت عملی تیار کرنا ہوگی، اس پر ہمیں سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔

اس وقت ملت کے سامنے سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ اس کی تصویر کو صاف کیا جائے، بعض شر پسند عناصر مسلمانوں کی کردار کشی میں مصروف ہیں، آئے دن ان کے تعلق سے الٹے سیدھے بیانات آتے رہتے ہیں، میڈیا سے وابستہ بعض متعصب حضرات، بعض سیاسی پارٹیاں اور چند سر پھرے لوگ مسلمانوں پر بے بنیاد الزامات لگاتے رہتے ہیں۔ اس اذیت ناک سلسلے کو روکنا بہت ضروری ہے۔ اب وہ وقت شاید گزر چکا ہے کہ اخلاقی طور پر ان سے اپیل یا درخواست کر کے اس کو روکا جا سکتا ہے، اس کام کو ہماری ملت ممکن حد تک کر چکی ہے، اب کوئی بڑا قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔

ملک کی دوسری بڑی آبادی کو ایک منظم پروگرام کے تحت عام شہریوں کی نظر میں بے وقعت بنانا اور مسلسل اس کی کردار کشی کرنا کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے، یہ گھور اپرادھ ہے۔ بغیر کسی ثبوت اور پروف کے ہر چھوٹے بڑے واقعہ کی ذمہ داری مسلمانوں کے سر تھوپنا قانوناً جرم ہے۔ جو سفید اور سیاہ پوش اس جرم کا ارتکاب کریں، ان کو عدالتوں میں گھسیٹنا ضروری ہے۔ دو چار کے خلاف فرد جرم داخل ہوا نہیں کہ شر پسند عناصر کی ہوا اکھڑ جائے گی اور وہ اس نوعیت کی گھٹیا حرکتیں کرنے سے باز آجائیں گے۔ اس منصوبے کو ملت کے دونوں طبقات مکمل کریں گے، علما ذہن سازی کا فریضہ انجام دیں اور اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے مالی وسائل بھی فراہم کریں۔ ملت کے دانش ور حضرات عدالتوں میں مقدمہ فائل کریں، مسلم وکلاء اگر اللہ توفیق دے تو بغیر کسی معاوضہ کے مقدمات کی پیروی کریں ورنہ پھر ٹوکن کے طور پر اپنا حق خدمت وصول کرلیں۔ اس طرح کے ملی اور اجتماعی معاملات میں اخلاص اور ملت کی بہی خواہی حد درجہ ضروری ہے، اگر کسی ذمہ دار نے یہاں غداری کی اور اس نے ملت کے مفادات کو پس پشت ڈال دیا تو دینی نقطۂ نظر سے یہ بدترین جرم اور واضح طور پر نفاق ہے، جس کی سزا ممکن ہے کہ دنیا میں نہ دی جاسکے لیکن آخرت میں ایسے مجرم کو جہنم کے سب سے نیچے درجے میں جگہ ملے گی۔

ملت کو معاشی طور پر مستحکم کرنا کوئی ایک دو روز کا کام نہیں ہے، اس کے لیے علما اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کو سر جوڑ کر بیٹھنا ہوگا، شریعت کی حرام کردہ چیزیں مؤقت نہیں بلکہ دائمی ہیں، اس سلسلے میں ہمارے دانش وروں کا قبلہ درست ہونا چاہئے، مسلمان سود کھا کر، خنزیر کے گوشت کی تجارت کر کے اور رشوت لے کر ترقی نہیں کرسکتا۔ روزی کمانے کے جائز ذرائع ملک میں محدود نہیں ہیں، اسی طرح صنعت وحرفت اور تجارت و ملازمت کے مواقع بہت ہیں، ان سے وابستہ ہونا اور خود کو ان میدانوں میں اہل ثابت کرنا ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ دانش وروں کی ذمہ داری ہے کہ صرف اپنا اور اپنے بچوں کا مستقبل سنوارنے کی بجائے افراد ملت کی بھی فکر کریں، ضروری نہیں کہ اپنی ہر خدمت کا انھیں بدلہ ملے، ملت اپنی اس گئی گزری حالت میں خادمان ملت کو معاوضہ دینے کی پوزیشن میں ہے بھی نہیں۔ علما کو چاہئے کہ وہ معاشیات کے مسائل میں فتویٰ دینے میں جلد بازی سے کام نہ لیں، اسلام کی روح اور اس کے مزاج کو سمجھنے کی کوشش کریں، مسلکی عصبیت کے تحت فتویٰ دینا اور وہ بھی اجتماعی معاملے میں سنگین جرم ہے، اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ مفتیان محترم عوام الناس کے سامنے ایمان وعقائد اور عبادات کی تفصیل بتانے کے ساتھ ساتھ حصول رزق کے لیے محنت کرنے اور اس میدان میں پیش قدمی کرنے کی تلقین کریں۔ حکومتوں کی جانب سے ملنے والی مراعات سے فائدہ اٹھانا اور ملت کو فائدہ پہنچانا زہد وتقویٰ کے خلاف نہیں ہے، شرط صرف یہ ہے کہ اس میں حرام کی نوعیت کی کوئی چیز شامل نہ ہو۔ ملت کی تعلیمی پس ماندگی کا مسئلہ سب سے زیادہ سنگین ہے، سچر کمیٹی کی رپورٹ نے اس صورت حال کو اس قدر واضح کردیا ہے کہ اب اس سلسلے میں کسی کو کوئی شبہ نہیں رہا، لہذا اب کیا کرنا چاہئے اس کے لیے مسلم قیادت کو سوچنا ہوگا۔ جدید اور قدیم تعلیم کا جھگڑا اگرچہ بہت پرانا [illegible] اب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں کوئی جان نہیں ہے۔ ملت کی مادی ترقی کے لیے جس طرح جدید تعلیم کی ضرورت ہے اسی طرح اس کی روحانی بقا اور تحفظ کے لیے قدیم تعلیم ضروری ہے۔ دونوں کے درمیان صرف اتنا توازن پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ ایک جدید تعلیم یافتہ مسلم نوجوان اسلام کی اساسیات سے نابلد نہ رہے اور ایک عالم دین عصری تقاضوں کا ادراک اور احساس کر سکے۔ اس سے زیادہ اگر کہیں کامیابی مل جاتی ہے تو یہ ہمارے لیے خوش آیند ہے لیکن موجودہ حالات میں اسے عموم کی شکل دینا مشکل بھی ہے اور شاید ناممکن بھی۔ جو حضرات مدارس کے نظام کو پورے طور پر تبدیل کر کے اسے عصری تعلیم گاہوں کے انداز میں چلانا چاہتے ہیں، وہ مسئلہ کی نزاکتوں سے یا تو واقف نہیں ہیں یا واقفیت رکھنے کے باوجود کسی خارجی دباؤ کے زیر اثر ملت کے دینی تعلیمی نظام کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اپنے بہی خواہوں کے سلسلے میں کسی بدگمانی میں مبتلا نہیں ہیں البتہ جدید تعلیم یافتہ مسلم نوجوانوں کے تعلق سے ہماری حکومتوں کا جو رویہ رہا ہے، وہ ہمارے خدشات کو تقویت دے رہا ہے اور اس پورے ہنگامے میں ہمیں اخلاص کم اور نعرہ بازی زیادہ نظر آرہی ہے۔ مدرسوں کے نظام کو بعض نئے مضامین اور جدید تعلیمی سہولیات سے مزید وسیع اور مستحکم بنایا جاسکتا ہے، اس سلسلے میں ارباب مدارس کو وسعت قلبی کا ثبوت دیتے ہوئے نونہالان ملت کو زیادہ باشعور اور باخبر بنانے کی کوشش کرنا چاہئے۔

مختصر یہ کہ ملت کی موجودہ صورتِ حال اور برادرانِ وطن کے مقابلے میں اس کی پس ماندگی کی وجہ کوئی ایک دو نہیں بلکہ کئی ہو سکتی ہیں۔ اس کے لیے نہ پورے طور پر علما کو ذمہ دار قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کو۔ اسی طرح مسلم عوام کے تعلق سے ہماری یہ رائے شاید درست نہ ہو کہ وہ معصوم ہیں اور وہ آنکھیں بند کر کے کسی اپنے قائد کے پیچھے چلتے رہتے ہیں۔ اگر یہی بات ہوتی تو عوامی سطح پر ہمیں دین داری بھی نظر آتی اور سائنسی علوم کے حصول کی طرف رغبت بھی دکھائی دیتی حالانکہ جس سطح تک اس کی ضرورت ہے اس تک پہنچنے میں ابھی تک ہم ناکام ہیں۔ علما کو چاہیے کہ وہ عصری تقاضوں کو جدید تعلیم یافتہ حضرات سے سمجھنے اور ان کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ اسی طرح مسلم دانشوروں کو چاہیے کہ وہ دین وشریعت کے معاملے میں اپنے علما پر نہ صرف اعتماد کریں بلکہ ان کی رہنمائی کو شرح صدر کے ساتھ قبول بھی کریں۔ جو حضرات کسی ایک طبقہ کو موردِ الزام ٹھہرا کر ملی مسائل کا تجزیہ اور ان کا حل پیش کرتے ہیں کہیں نہ کہیں وہ اپنی کمیوں کو چھپانے کی کوشش فرماتے ہیں۔

.....☆☆☆.....

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے عصری تعلیمی ادارے

اور ان کے مسائل

کیا دین اسلام ،علوم کی دینی اور دنیاوی تقسیم کا قائل ہے؟اس سوال پر خاصی بحثیں ہو چکی ہیں،شاید مزید کسی بحث سے کوئی نتیجہ نہ نکلے،اس لیے اب مسلمانوں کو یہ تسلیم کر لینا چاہئے کہ گزشتہ دو صدیوں سے ہم نے متفقہ طور پر کوئی لائحۂ عمل نہیں بنایا جس کی وجہ سے بحیثیت امت کے ہم دنیا کی کئی ایک قوموں سے جدید تعلیم میں کافی پیچھے رہ گئے۔خدا خدا کر کے جمود ٹوٹ رہا ہے اور کسی حد تک برف پگھل رہی ہے۔پندرہ بیس سالوں میں بہت کچھ بدلا ہے اور اب خالص روایتی تعلیمی ادارے اپنے زیر انتظام عصری درسگاہیں قائم کر رہے ہیں۔خوش حال علما کی ایک بڑی تعداد اپنے بچوں کو جدید تعلیم دلا رہی ہے اور اس کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگانے کو تیار ہے۔برصغیر کے مسلمانوں کو سرسید احمد خان نے اس بات کا احساس دلایا تھا کہ آنے والا دور سائنس اور ٹکنالوجی کا دور ہوگا،دنیا کی قیادت وہی قومیں کریں گی جو اس میدان میں آگے ہوں گی۔سرسید احمد خان کی یہ مخلصانہ آواز سنی تو گئی لیکن کافی دیر سے جب دنیا کی قومیں ہم سے بہت آگے جا چکی تھیں اور ہم گومگو کی کیفیت سے دوچار تھے۔

بہر حال ماضی کی کوتاہیوں کا مرثیہ پڑھنے سے اب کوئی فائدہ نہیں ہے اور نہ ہمیں حوصلہ شکن باتیں کر کے نونہالان ملت کو کمزور اور پست ہمت بنانا چاہئے بلکہ ایک عزم اور مقصد کے ساتھ آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔ملت نے یہی کیا ہے اور خاصی بڑی تعداد اس سلسلے میں پیش قدمی کر رہی ہے۔اسکول قائم ہو رہے ہیں،فنی ادارے بھی کھولے جا رہے ہیں اور فارغین مدارس کی ایک تعداد بھی یونیورسٹیوں کا رخ کر رہی ہے۔یہ ایک مثبت قدم ہے اور ملت کے لیے خوش آیند بھی۔اس فضا کو باقی رکھنے اور مزید خوش گوار بنانے کی ضرورت ہے۔کیا ہی بہتر ہوتا اگر منبر و محراب سے بھی وہی باتیں کہی جاتیں جو اندرون خانہ ہم اپنے بچوں سے کہتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمیں اپنا دین بھی عزیز ہے اور ہم عصری تقاضوں سے بھی غافل نہیں ہیں۔ اسی لیے تہذیبی شناخت کے تحفظ کے لیے ضروری تھا کہ ملت کے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے مسلمانوں کے اپنے تعلیمی ادارے ہوں اور جہاں ایک ایسی فضا ہو جس میں اسلامی اقدار کو جلا ملے، اسلام کی ثقافتی اور تمدنی تاریخ کی صحیح تصویر سامنے آئے اور کتاب وسنت پر مبنی ان تعلیمات کو نمایاں کیا جاسکے جو ساری انسانیت کا سرمایہ ہیں۔ جہاں مسلم طالبات کے لیے علاحدہ نظم ہو اور وہ عریانیت اور بے حیائی کی موجودہ مسموم اور ہلاکت خیز ماحول سے دور رہ کر عصری تعلیم حاصل کرسکیں۔ اس احساس کے ساتھ ملت کا تعلیمی کارواں جب آگے بڑھا تو افراد ملت نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور اصحاب خیر نے مالی تعاون دے کر مخلصین کو کئی ایک الجھنوں سے بچالیا۔

آج ہمارے پاس اپنے جو تعلیمی ادارے ہیں، وہ ملک کے آئین کے تحت کام کررہے ہیں، ان کا رجسٹریشن ہے اور آمد وخرچ کا پورا حساب ہمہ وقت تیار رکھا جاتا ہے۔ بعض ایسے اقلیتی تعلیمی ادارے بھی ہیں جن کا پورا خرچ حکومت برداشت کرتی ہے اور ان کی مسلم انتظامیہ تمام کاموں کے لیے حکومت کے سامنے جواب دہ ہوتی ہے۔ اس کے برعکس خاصی بڑی تعداد ان اداروں کی ہے جو حکومت سے مادی تعاون نہیں لیتے لیکن اس کے مشن کو کامیاب بنانے میں اپنا واجبی کردار ادا کررہے ہیں۔ ہمارے ان دونوں طرح کے تعلیمی اداروں کے سامنے کچھ مسائل ہیں جو خصوصی توجہ چاہتے ہیں تاکہ وہ مقاصد پورے ہوں جو ان کے پیش نظر ہیں۔ ذیل میں چند ایک مسائل کا ذکر کیا جارہا ہے:

۱۔ مسلمان بچوں اور بچیوں کی دینی واخلاقی تربیت:

ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمان خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اگر اس کا دل ودماغ مسلمان نہ رہا اور اس کے عملی رویے اسلام کے سانچے میں نہ ڈھلے تو وہ اسلام کی نمائندگی کیسے کرسکے گا۔ وہ صرف نام کا مسلمان ہوگا جو مسلمانوں کے کام آنے کی بجائے بسا اوقات ان کے لیے سدِ درجہ مضر ثابت ہوگا۔ اسلام دشمن عناصر کے ہاتھوں کا وہ کھلونا بھی بن سکتا ہے۔ اپنے طلبہ وطالبات کو جس عذاب سے بچانے کے لیے ہم نے اپنا علاحدہ نظم قائم کیا ہے اگر وہاں بھی ہم ان کی دینی واخلاقی تربیت نہ کرسکے تو پھر کیا فائدہ ہوگا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ دینیات کا ایک پیریڈ لازمی طور پر رکھا جائے اور اس کے لیے ایسے استاذ کی تقرری کی جائے جو سائنٹفک انداز میں اسلام کو پیش کرنے کا سلیقہ جانتا ہو۔ اگر کمزور استاذ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینیات پڑھائے گا تو طلبہ کے اندر بددلی پیدا ہوگی اور اس کے اثرات ان کے عقیدہ وعمل پر بھی پڑیں گے۔ اسکول کے تمام ثقافتی پروگراموں میں اسلامی ترجیحات کو نظر انداز نہ کیا جائے بلکہ وقتاً فوقتاً ان ترجیحات کی معقولیت کو ثقافتی حوالے ہی سے واضح کیا جاتا رہے۔ قرآن کی تعلیم بھی اسی تربیت کا حصہ ہے۔ قرآن کی تلاوت کی سعادت سے محرومی ایک مسلمان کے لیے روحانی اذیت کا باعث ہے۔ اس کے لیے ترغیب بھی دی جائے اور ہاسٹل میں مقیم طلبہ کے لیے نماز فجر کے بعد ناظرہ، خاص سورتوں کا حفظ اور تجوید وقرأت کا انتظام بھی کیا جائے۔ مختلف ثقافتی مقابلوں میں حصہ لینے کے لیے جب ہم طلبہ کو تیار کر سکتے ہیں اور وہ اسکول اور گھر کے تعاون سے اس میں نہ صرف نمایاں طور پر شرکت کرتے ہیں بلکہ انعامات بھی حاصل کرتے ہیں تو قرآن کے سلسلے میں یہ کامیابی کیوں نہیں حاصل کی جا سکتی۔

۲۔ متخصص اور ٹرینڈ اساتذہ کی کمی:

ہمارے ان اسکولوں کا سب سے سنگین اور بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ان کے پاس سبجیکٹ کے متخصص اور ٹرینڈ اساتذہ نہیں ہیں اور ہر وقت یہ چیز پریشان کرتی رہتی ہے۔ تنخواہوں کی کمی کی وجہ سے باصلاحیت اساتذہ زیادہ دنوں تک یہاں قیام نہیں کرتے۔ جن اسکولوں نے مشاہرہ کا معقول اور خاطر خواہ انتظام کیا ہے ان کے یہاں بھی محنتی اور مشنری جذبہ کے ساتھ کام کرنے والے اساتذہ کی قلت ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں عیسائی مشنریز سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ انھوں نے پورے ہندوستان میں اپنے اسکولوں کو اساتذہ فراہم کرنے کے لیے چار کالج ایسے قائم کیے ہیں جو اساتذہ کی ٹریننگ کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ تعلیم وتعلم کے پیشہ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات ان کالجوں میں تربیت حاصل کرتے ہیں۔ ان کالجوں میں تعلیم، تربیت اور رہائش کا معقول اور پورے طور پر مفت انتظام ہے۔ کروڑوں میں ان کا خرچہ ہے جو عیسائی مشنریاں اپنے طور پر پورا کرتی ہیں۔ اس کا انھیں سب سے بڑا فائدہ یہ مل رہا ہے کہ ان کے یہاں اساتذہ کی فراہمی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جہاں بھی اسکول قائم کرنا ہوتا ہے، اپنے انھی کالجوں کو لکھ کر اساتذہ کی تقرری کرا لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے تجربہ کار اساتذہ کے ذریعے بہت آسانی کے ساتھ طلبہ کی برین واشنگ کر لیتے ہیں اور سرپرستوں کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ ہمارے یہاں دولت کی کمی نہیں ہے، کمی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف باہمی اعتماد اور مخلصانہ جذبہ کی ہے۔ جب تک اساتذہ کے لیے ٹریننگ کالج ہم قائم نہیں کرتے ہیں، یہ مسئلہ ہمیں پریشان کرتا رہے گا۔ اسکول کوئی کاروبار یا تجارت نہیں ہے کہ ہم ان کے اساتذہ کو مٹی گارا ڈھونے والے مزدوروں کے برابر بھی تنخواہ نہ دیں اور عمارتوں پر عمارتیں تعمیر کرتے چلے جائیں۔ یہ ایک مقدس فریضہ کی ادائیگی ہے، اساتذہ اپنی بنیادی ضروریات سے محروم رہ کر ہماری نسلوں کو وہ تعلیم نہیں دے پائیں گے، جو مقابلے کی موجودہ دنیا میں ضروری ہے۔ ہماری ملت جس قدر جلد اس حقیقت کو سمجھ لے، اس کے حق میں بہتر ہوگا۔

۳۔ عصری درسگاہوں میں اردو زبان کی صورت حال:

اردو زبان کا مسئلہ ہمارا اپنا مسئلہ ہے۔ اس کے لیے ہم نے دستوری اور قانونی جنگ تو جیت لی ہے لیکن اگر ہماری نسلوں نے اردو بولنا، لکھنا اور سمجھنا چھوڑ دیا تو ہم جیتی ہوئی بازی ہار جائیں گے۔ مدارس کی وجہ سے کسی حد تک عزت و آبرو باقی ہے ورنہ عصری درسگاہوں کے بیشتر مسلم اساتذہ جو اردو ہی کی تدریس پر مامور ہیں، فاعل اور مفعول کا فرق مشکل سے سمجھ پاتے ہیں۔ ملازمت سرکاری ہے، روٹی اردو کی کھا رہے ہیں لیکن اس زبان سے اتنی بھی محبت نہیں ہے کہ اس کا تلفظ ہی درست کرلیں۔ آخر ایسے اساتذہ اردو زبان کی حفاظت کیسے کر پائیں گے اور وہ اپنے مسلم شاگردوں کے اندر اردو سے محبت کا جذبہ کیسے پیدا کریں گے۔ وہ دور شاید آچکا ہے یا آنے ہی والا ہے جب اردو کی لڑائی ہندی اور انگریزی بینر تلے لڑی جائے گی۔ ابھی حال ہی میں ملک کے معروف دانش ور اور ماہر تعلیم جناب سید حامد صاحب، سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی ہاتھرس (یوپی) کے ایک مسلم کالج کے سالانہ تعلیمی مظاہرہ میں تقریر سننے کا اتفاق ہوا۔ محترم نے اپنی سلجھی ہوئی دانش ورانہ تقریر میں انتظامیہ، اساتذہ اور طلبہ کو مشورہ دیا کہ نصاب میں اردو کو لازمی مضمون کی حیثیت دینے کے علاوہ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ طلبہ کے درمیان بیت گوئی کے مقابلے منعقد ہوں یعنی بیت بازی ہو۔ اشعار کے ذریعے ان کو زبان سیکھنے کا بھی موقع ملے گا اور اچھے بامعنی الفاظ بھی یاد ہوں گے۔ ان کا دوسرا مشورہ یہ تھا کہ مسدس حالی کو پڑھنے اور اسے یاد کرنے کی ترغیب طلبہ کو ضرور دی جائے۔ اس کا پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ طلبہ کو اسلام کی تاریخ اور مسلمانوں کے عروج و زوال سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقفیت ہوگی اور اس کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اردو زبان سے دینی مناسبت پیدا ہوگی اور ان کے شوق اور دل چسپی میں اضافہ ہوگا۔ جناب سید حامد صاحب کی ذات گرامی سے جو حضرات واقف ہیں، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انھوں نے بھرپور زندگی گزاری ہے اور آج جب کہ ان کی عمر نوے (۹۰) کے آس پاس ہے، اپنی ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ ہمیں ان کے اس مشورے سے فائدہ ضرور اٹھانا چاہئے۔

.....☆☆☆.....

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی مدارس میں شرعی علوم کی اعلیٰ تعلیم

ضرورت، امکانات اور طریقۂ کار

دینی مدارس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے۔ مدارس کی ہمہ جہت خدمات پر جن حضرات کی گہری نظر ہے اور جو تاریخ کا ایمان دارانہ اور منصفانہ تجزیہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، وہ اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں اور علمی مجالس میں اس کا جرأت مندانہ اظہار بھی۔ اسلام کے آفاقی پیغام سے ملک وملت کو روشناس کرانے کا فریضہ یہی مدارس انجام دیتے ہیں، مدارس ہی کا فیض ہے کہ مسلم سماج کا رشتہ اسلامی اقدار وروایات اور تہذیب وثقافت سے استوار ہے۔ وطن عزیز میں اسلام کے تحفظ اور بقا کے لیے مدارس کی موجودگی ناگزیر ہے۔ گزشتہ کئی سالوں سے مدارس کے نصاب ونظام تعلیم کی معنویت اور ان کے اساتذہ اور فارغین کے مستقبل کو لے کر جو گفتگو چل پڑی ہے، اس کے مقاصد کچھ اور ہیں جن سے ملت کے باشعور اور حساس افراد اچھی طرح آگاہ ہیں۔

جہاں تک سوال اس بات کا ہے کہ عصری تقاضوں کے مطابق مدارس کو اپنے نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کو تبدیل کرتے رہنا چاہئے تاکہ ان کے فارغین گردوپیش کے ماحول کو سمجھ سکیں اور ایک کامیاب داعی اور قائد کا فریضہ انجام دے سکیں، اس تعلق سے بحمد اللہ ہمارے مدارس کے ذمہ داران اور محترم اساتذہ غافل نہیں ہیں بلکہ انھوں نے جب بھی ضرورت محسوس کی ہے، اپنے نصاب تعلیم اور طریقۂ تعلیم پر نظر ثانی کی ہے اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرم عمل رہے ہیں۔ البتہ اپنے اس ترمیم واضافہ کے طویل سفر میں انھوں نے اس بات کا پورا خیال رکھا ہے کہ مدارس کے قیام کے مقاصد اور ان میں پڑھائے جانے والے مضامین اور موضوعات کی غرض وغایت پر آنچ نہ آنے پائے۔ مدارس کے مزاج اور ان کے تاریخی کردار سے جو حضرات اچھی طرح واقف ہیں، وہ ذمہ داران مدارس کے اس رویے کو نہ صرف حق بجانب سمجھتے ہیں بلکہ اسے بنظر تحسین دیکھتے ہیں۔ اس کے برعکس جو حضرات مدارس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیام اور ان کی تعلیمی سرگرمیوں کو لاحاصل اور بے معنیٰ بتاتے ہیں اور اس کے نصاب تعلیم اور طریقۂ تعلیم کو فرسودہ قرار دیتے ہیں، وہ مسلم امہ کے مزاج اور اس کے منصبی فرائض سے نا واقف ہیں اور ان باتوں کی واقفیت بہم پہنچائے بغیر ان کے طرز فکر کو بدلنا آسان نہیں ہے۔

مدارس کے تعلق سے کئی ایک داخلی اور خارجی مسائل گزشتہ چند سالوں سے زیادہ ابھر کر سامنے آئے ہیں۔ مدارس نے ان کو اپنی سطح پر حل کرنے کی کوشش بھی کی ہے اور دنیا کے سامنے اپنا موقف بھی واضح کیا ہے۔ خارجی مسائل پر یہاں گفتگو نہ کر کے ہم ان کے بعض داخلی مسائل تک اپنی بات محدود رکھنا چاہتے ہیں۔ داخلی مسائل میں سب سے اہم اور بنیادی مسئلہ فارغین جامعات کے مستقبل، ان کے لیے میدان عمل کا انتخاب اور ان کی ترجیحات کا ہے۔ ملک کے طول وعرض میں مدارس و جامعات کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے، دینی تعلیم کی طرف عمومی رجحان دکھائی دیتا ہے اور سال بہ سال سند فراغت حاصل کرنے والے طلبہ کی تعداد بڑھی ہے۔ ان تمام حقائق کے باوجود مدارس کے ذمہ داران کو شکایت ہے کہ تفسیر، حدیث اور فقہ کی تدریس کے لیے باصلاحیت اساتذہ نہیں ملتے، نحو وصرف اور معانی و بلاغت کی مسندیں خالی ہوتی جارہی ہیں اور عربی زبان وادب کے ماہرین دن بہ دن کم ہوتے جارہے ہیں۔ اگر اس صورت حال پر قابو نہ پایا گیا تو ایک دن وہ بھی آسکتا ہے جب ہمارے مدارس و جامعات علوم عالیہ اور علوم آلیہ دونوں کے ماہرین سے خالی ہو جائیں گے۔ مدارس کی یہ ویرانی پورے مسلم سماج کو ویران کر دے گی۔ اسلامی اقدار و روایات کو غذا مدارس ہی فراہم کرتے ہیں، اصلاح وارشاد کے بلند مینار یہی ہیں اور تیزی سے بدلتے ہوئے سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل و معاملات میں قیادت ورہنمائی کا فریضہ بھی یہی مدارس انجام دیتے ہیں۔

مدارس میں اچھے اور باصلاحیت اساتذہ کی کمی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ذہین اور حوصلہ مند طلبہ فراغت کے بعد میدان عمل کا انتخاب اپنی تعلیم وتربیت کے مطابق نہیں کرتے۔ مدارس نے اپنے نظام میں رکھ کر انھیں داعی، مدرس، معلم، مفتی اور خطیب بنایا تھا لیکن وہ باہر آکر اپنی معاشی ضرورتوں یا ذہنی مناسبت کی وجہ سے کمپیوٹر آپریٹر، اخبار کے رپوٹر، کسی ہوٹل میں عربی کے ترجمان اور کسی تجارتی کمپنی میں ٹرانسلیٹر بن گئے۔ انھوں نے اپنا معاشی مسئلہ حل تو کرلیا لیکن اس ملت کو کچھ واپس کرنے کی پوزیشن میں نہ رہے جس کے کئی ایک حقوق ان پر عائد ہوتے ہیں۔ فارغین مدارس کے لیے میدان عمل کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتخاب کا مسئلہ کسی جبر و اکراہ سے جڑا ہوا نہیں ہے بلکہ اس کا فیصلہ انھیں اپنے ضمیر سے لینا چاہئے۔ دنیا میں مادیت اور سامان عیش و راحت کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن شاید یہ بھی دین کے تقاضوں کے خلاف ہوگا کہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لیا جائے اور اپنی عملی ترجیحات کا تعین مال و زر کی بنیاد پر کیا جائے۔ صلاحیت اور صالحیت دونوں کے اجتماع سے وہ استاد وجود میں آتا ہے جو دینی مدارس میں اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح انجام دیتا ہے، صلاحیتوں کے رخ پھیر لینے اور ان کے بکھر جانے کی وجہ سے مدارس کے کیمپس میں ذہانتوں کی کمی پیدا ہوتی جا رہی ہے اور اب ان کا اعتماد ان اساتذہ پر بڑھتا جا رہا ہے جو صلاحیت سے نہیں بلکہ اپنی صالحیت سے اس نظام کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اگر صورت حال تبدیل نہ ہوئی تو وہ دن دور نہیں جب مدارس حوصلہ مند اور انتاجی صلاحیتوں کے حامل نوجوان اساتذہ سے محروم ہو جائیں گے۔ ہماری دعا یہی ہے کہ ان کا بہار قائم و دائم رہے اور خزاں کبھی ان کا رخ نہ کرے لیکن مدارس کا منظر نامہ، فارغین مدارس کی بدلتی ترجیحات اور مسلم سماج کی بے حسی جو کچھ دکھا رہی ہے اس سے آنکھیں بند بھی تو نہیں کی جا سکتیں۔

اس طوفان کو روکنے کے لیے چند اقدامات ضروری ہیں: اساتذہ کو عزت و احترام کی نظروں سے دیکھا جائے، وہ اس سماج کے سب سے باوقار افراد ہیں، ان کو ملازم سمجھنا ان کے علم کی توہین ہے۔ انتظامیہ کی اہمیت، حیثیت اور ان کی خدمات کا اعتراف نہ کرنا ظلم ہوگا لیکن وہ خود اساتذہ کا احترام کریں، ان کی بنیادی ضروریات کا خیال رکھیں اور جہاں تک ان کے وسائل اجازت دیں، ان کو ذہنی سکون اور دلی راحت پہنچانے کی کوشش کریں۔ دوسرا اقدام یہ اٹھانا ناگزیر ہے کہ سماج کے عام معیار بلکہ اس سے کسی قدر بلند ان کا معیار بنے، اس کے لیے ان کی تنخواہوں میں بھاری اضافہ کیا جائے۔ ان اقدامات سے امید کی جاتی ہے کہ صلاحیتیں مدارس کے کیمپس میں مجتمع رہیں گی اور تعلیم و تعلم کا تابناک سلسلہ انشاء اللہ جاری رہے گا۔

شرعی علوم کی اعلیٰ تعلیم کے لیے روایتی درس نظامی سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد مزید وقت صرف کرنا ناگزیر ہے۔ ہمارے اداروں نے جدید تعلیمی تجربات سے اس معاملے میں فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ اب بی-اے کی سطح پر خاص مضمون کا تعین کر دیا جاتا ہے۔ ایم-اے میں اس خاص مضمون کو پڑھایا جاتا ہے اور پھر پانچ سال کے لیے پی-ایچ-ڈی میں داخلہ ملتا ہے، جس میں طالب علم کو اپنے اسی خاص مضمون سے متعلق تحقیق کرنی ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کم و بیش دس سال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف کرنے کے بعد وہ اپنے مضمون کا ماہر تسلیم کیا جاتا ہے اور اس کی اپنی شناخت اور پہچان ہوتی ہے۔ اس کے برعکس مدارس میں تخصص کی نوبت بہت کم آتی ہے۔ بیشتر مدارس نے اپنے یہاں تخصص کا کوئی شعبہ قائم نہیں کیا ہے۔ چند مدارس میں اس کا انتظام ہے بھی تو اس کی مدت سال دو سال کی ہے جس کی حیثیت کسی ڈپلوما کورس سے زیادہ نہیں ہے۔ بہر حال کچھ نہ ہونے سے ہونا بہتر ہے۔ اس کو مزید وسعت دینے اور مستحکم کرنے کی ضرورت ہے۔

تخصص کے شعبوں کے قیام کے لیے الگ سے ادارے قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ جہاں مدارس سے سند فراغت حاصل کرنے والوں کو داخلہ مل سکے۔ تحریری اور زبانی امتحان لینے کے بعد ان کے ذوق اور دلچسپی کے مضمون میں ان کو داخلہ دیا جائے۔ محض خانہ پری کے لیے طلبہ کو تخصص میں داخلہ دینے سے ہمارے مقاصد پورے نہیں ہو سکتے ہیں۔ تخصص میں داخلے کے خواہش مند طلبہ کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ پوری دل جمعی اور توجہ سے تحقیق اور ریسرچ کا کام کریں اگر خانگی حالات اجازت نہ دیں تو بلا وجہ وقت ضائع کرنے سے کہیں ملازمت قبول کر لینا بہتر ہے۔

تخصص کے شعبوں میں داخلہ پانے والے طلبہ کا انتخاب ایک مشکل مسئلہ ہے۔ اس سلسلے میں میری ناقص رائے ہے کہ مختلف مدارس میں اعلیٰ درجات میں تعلیم پانے والے طلبہ کے مابین تفسیر، حدیث، فقہ، صرف ونحو اور عربی زبان وادب کے مسابقے منعقد کیے جائیں۔ کامیاب طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لیے نہ صرف نقد انعامات پیش کیے جائیں بلکہ ان کے لیے مستقل وظائف کا بھی انتظام کیا جائے۔ اس حوصلہ افزائی کے بعد امید کی جانی چاہیے کہ علوم عالیہ اور علوم آلیہ میں سے کسی ایک علم میں اس کی دلچسپی بڑھے گی اور وہ آخری امتحان پاس کرتے کرتے اس میں دوسروں کے مقابلے میں فائق تر ہوگا۔ مثال کے طور پر بیس مدارس میں ہمیں تفسیر، حدیث اور فقہ سے دلچسپی لینے والے بیس بیس طلبہ اگر دستیاب ہو جائیں تو وہ تخصص کے شعبے میں داخلہ پا کر انشاء اللہ کامیاب ہوں گے۔ ایک آخری بات اس سلسلے میں ملحوظ ذہنی چاہیے کہ وقعت اسی چیز کی ہوتی ہے جس کی بازار میں مانگ ہو۔ تخصص کے شعبوں سے سند حاصل کرنے کے باوجود اگر ماہرین فن کو بلند مقام حاصل نہ ہوا تو ان کے حوصلے ٹوٹ جائیں گے اور پھر کوئی اس راہ میں پیش قدمی کرنے کی ہمت نہیں جٹا سکے گا۔

.....☆☆☆.....

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں تعلیم نسواں کی اہمیت

وحی الٰہی سے غافل اور ربانی تعلیمات سے بے نیاز انسانی سماج تاریخ کے ہر دور میں افراط وتفریط کا شکار رہا ہے۔ اپنی اس بے اعتدالی کی وجہ سے اس نے دنیا کے سامنے کئی طرح کی مشکلات کھڑی کی ہیں اور طرح طرح کے اوہام وخرافات پیدا کر کے سماج کے بعض طبقات کو پابند طوق وسلاسل کیا ہے۔ برسہا برس سے جو مسئلہ سماج کے سامنے ایک چیلنج بن کر کھڑا رہا ہے اور آج بھی دنیا کے بڑے بڑے مفکرین جس کو حل کرنے میں اپنی خاصی توانائی صرف کر رہے ہیں، وہ ہے سماج میں عورت کا مقام اور اس کی حیثیت کا مسئلہ۔ بعض محرف آسمانی مذاہب میں عورت کو گنہ گار اول کا درجہ حاصل ہے، آدم کو جنت سے نکلوانے کا الزام اس کے سر باندھا جاتا ہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شیطان کے ورغلانے میں سب سے پہلے یہی آئی تھی۔ بعض دیگر مذاہب میں عورت کو تمام برائیوں کا منبع قرار دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے ان افکار وتصورات پر جس سماج کی تعمیر ہوگی وہ عورت کو شیطان کا پھندہ ہی بتائے گا اور اس کی کوشش ہوگی کہ سماج کے افراد کو اس سے دور رہنے کی تلقین کی جائے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ آج بھی بعض مذاہب میں تقویٰ اور تدین کی پہلی علامت یہ ہے کہ عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کی جائے اور ان کے سائے سے بھی خود کو دور رکھا جائے۔

اللہ کے محبوب ترین دین، دین اسلام نے ان اوہام وتصورات کو باطل قرار دیا، "وخلق منها زوجها" کہہ کر عورتوں کا مقام متعین کیا، قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کے اوصاف کا ذکر کیا گیا اور اخروی نجات کے لیے ان کی کارکردگی کو لازمی ٹھہرایا گیا۔ اسی لیے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلام نے اپنے تمام عمومی احکام میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو شامل کیا ہے۔ جب تک کوئی قرینہ نہ ہو اسلام کے کسی حکم کو صرف مردوں کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں ہے۔ جس سفر کا آغاز "وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا" سے شروع ہوا تھا، وہ " اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (1) خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ (2) اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ (3) الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (4) عَلَّمَ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ" پر مکمل ہوا۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اسلام از اول تا آخر علم سے عبارت ہے۔ علم کے بغیر یہاں ایک قدم بھی نہیں اٹھایا جاسکتا۔" فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ" ایک عمومی حکم اور ضابطہ کی حیثیت سے موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے" يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ " اور " قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ" فرما کر اہل علم کی فضیلت اور برتری واضح فرمادی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کو بطور خاص حکم دیا گیا کہ آپ "رَّبِّ زِدْنِي عِلْماً" کا ورد کرتے رہیں۔ قرآن مجید کی یہ تمام تعلیمات صرف مردوں کے لیے نہیں بلکہ عورتوں کے لیے بھی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:"طلب العلم فريضة علىٰ كل مسلم"۔ اس حدیث میں لفظ" مسلمة" کا اضافہ علامہ محمد ناصر الدین رحمہ اللہ کے بقول صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔ لیکن لفظ مسلم عام ہے اس میں عورتیں بھی شامل ہیں۔

عہد رسالت میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خواتین پنج وقتہ نمازوں میں، جمعہ اور عیدین کے خطبات میں اور دیگر دینی مجالس میں شرکت کرتی ہیں بلکہ ان کی جانب سے یہ مطالبہ ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ ! آپ ہمارے لیے ایک دن مخصوص فرمادیں تاکہ ہم آپ سے استفادہ کرسکیں۔ ازواج مطہرات کے پاس بہت سی خواتین آتی ہیں اور ان سے دینی سوالات کرتی ہیں اور وہ ان کو مطمئن کرتی ہیں۔ قرآن مجید کی وہ سورتیں جن میں عورتوں کے مسائل بطور خاص زیر بحث آئے ہیں، عورتوں کو تاکید کی جاتی تھی کہ وہ ان کو ضرور پڑھیں۔ عہد رسالت کے بعد ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مسلم خواتین نے علوم شرعیہ کی توسیع واشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ رجال حدیث کی کتابوں میں ہمیں ایسی بہت سی خواتین کے نام ملتے ہیں جنھوں نے حدیث کی روایت میں حصہ لیا اور پوری اسلامی تاریخ میں ایسی ہزاروں خواتین کے نام محفوظ ہیں جنھوں نے زندگی کے مختلف شعبوں میں اہم خدمات انجام دی ہیں۔

نئی نسل کی پرورش اور اس کی تعلیم وتربیت کی اولین ذمہ داری ماں کی ہوتی ہے۔ ایک تعلیم یافتہ ماں سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی ٹھیک ڈھنگ سے تربیت کرسکے گی۔ گھر کا نظم ونسق چلانے کے لیے جس سلیقہ مندی اور بیدار مغزی کی ضرورت ہے، اس کے لیے ایک تعلیم یافتہ خاتون خانہ ہی مناسب ہوسکتی ہے۔ ایک عورت کو بیٹی، بیوی، ماں اور بہن کی صورت میں جو فرائض انجام دینے ہیں، ظاہر ہے کہ اس کے لیے تعلیم کی سخت ضرورت ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج کے دور میں مسلم خواتین کی تعلیم وتربیت اس لحاظ سے بھی اہم ہوگئی ہے کہ آئے دن اسلام دشمن عناصر مسلم عورت کے حوالے سے اسلام کو مطعون کرتے رہتے ہیں۔اس کا جواب اگر علمی اور منطقی انداز میں مسلم خواتین کی جانب سے دیا جائے تو اس کے مثبت اور دیرپا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔دنیا اگر خواتین یورپ کو اپنی عریانیت اور فحاشی کی وکالت کرنے کا حق دیتی ہے تو کیا مسلم خواتین کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی تہذیب اور اخلاقی اقدار کی نمائندگی کر سکیں۔دنیا کے شریف اور مہذب حضرات مسلمان عورت کے اس حق کو تسلیم کرتے ہیں لیکن کیا ایک غیر تعلیم یافتہ عورت اس میدان میں اسلام کی وکالت کا فریضہ انجام دے سکتی ہے۔ظاہر ہے ہم سب کی متفقہ آواز ہوگی کہ مسلمان عورت کو نہ صرف اپنے دین کے بارے میں معلومات ہونی چاہئے بلکہ دیگر ضروری دنیاوی علوم سے بھی اسے بہرہ ور ہونا چاہئے۔

مختصر یہ کہ اسلام نے تعلیم نسواں پر خصوصی توجہ دی ہے،اپنے جائز حدود میں رہتے ہوئے ایک مسلمان عورت اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتی ہے۔اس کے بغیر مسلم معاشرہ اپنے تہذیبی اقدار کا تحفظ نہیں کر سکتا اور نہ ایک مسلمان عورت دنیا میں اپنے حقوق وفرائض ادا کر سکتی ہے۔جس طرح زندگی کی بقا کے لیے ہوا،غذا اور پانی کی ضرورت ہے اسی طرح دنیا میں باعزت زندگی جینے کے لیے علم کی ضرورت ہے اور یہ وہ عظیم دولت ہے جس کو کسی ایک صنف کے لیے خاص نہیں کیا جا سکتا۔یہی اسلام کا پیغام ہے اور یہی اس کی روح ہے۔

جہاں تک سوال مخلوط تعلیم کا ہے تو اس سلسلے میں اسلام کا نقطۂ نظر واضح ہے وہ عمر کے اس مرحلے میں بچوں اور بچیوں کو ایک ساتھ بے تکلف ہو کر زندگی گذارنے سے منع کرتا ہے جس میں ان کو اپنے بھلے برے کا زیادہ علم نہیں ہوتا ہے بلکہ ان کے بیشتر فیصلے جذباتی اور ہنگامی ہوتے ہیں۔دوسری بات یہ ہے کہ مخلوط تعلیم مسلم معاشرے کی اپنی کمزوریوں کا نتیجہ ہے اگر وہ چاہے تو لڑکیوں کے اسی طرح سے علیحدہ اسکول اور کالج بنائے جا سکتے ہیں جس طرح سے دنیا کے مختلف ملکوں میں لڑکیوں کے مخصوص تعلیمی ادارے موجود ہیں۔

.....☆☆☆.....

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدارس نسواں

وقت کی ایک اہم ضرورت

زیور تعلیم سے آراستہ اور تربیت یافتہ انسان ان فرائض کو زیادہ بہتر طور پر انجام دے سکتا ہے جو اجتماعی زندگی میں اس کے اوپر عائد ہوتے ہیں۔ اس کے سوچنے سمجھنے کا انداز ان انسانوں سے مختلف ہوتا ہے جن کی پرورش میں تعلیم وتربیت کا کوئی خاص کردار نہ رہا ہو۔ یہ بات جس طرح مردوں کے تعلق سے کہی جا سکتی ہے، اسی طرح عورتوں کے بارے میں بھی درست ہے۔ دین اسلام نے تعلیم وتربیت کے معاملے میں مردوں اور عورتوں کے سلسلے میں کوئی تفریق نہیں کی ہے۔ تعلیم وتربیت کی مختلف جہات کے تعلق سے اس کا نقطۂ نظر یہ ضرور رہا ہے کہ مردوں کو وہ تعلیم دی جائے جس سے وہ اپنا وظیفۂ حیات بہ حسن وخوبی انجام دے سکیں اور عورتوں کی تعلیم میں وہ ترجیحات پیش نظر رہیں جن سے وہ اپنی ذمہ داریاں بہ طریق احسن ادا کر سکیں۔ اسی طرح اسلام اس بات کی سختی سے تاکید کرتا ہے کہ تعلیم کے لیے وہ ماحول تیار کیا جائے جس میں رہ کر دونوں کی ذہنی صلاحیتوں کی صحیح نشوونما ہو سکے۔ اسلام دین فطرت ہے، وہ دونوں جنسوں کی فطری امنگوں اور خواہشات سے واقف ہے، اس لیے اس کی ترجیحات میں یہ بات شامل ہے کہ عمر کے ایک خاص مرحلے میں دونوں کی تعلیم کا علیحدہ نظم قائم کیا جائے کیوں کہ تمام تر تحفظات کے باوجود مخلوط تعلیم میں جنس مخالف کی جانب کشش کے امکانات بہرحال موجود ہیں۔

مخلوط تعلیم کے بعض مفاسد برادران وطن کی نگاہوں میں بھی ہیں، حکومت بھی اس بات کو محسوس کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے ملک میں لڑکیوں کے لیے علیحدہ کالج اور اسکول موجود ہیں جن کا تدریسی اور غیر تدریسی عملہ بھی خواتین پر مشتمل ہوتا ہے۔ ناپختہ عمر اور تجربات کی کمی کے باعث بعض بچوں اور بچیوں کی نگاہوں سے وہ مقاصد اوجھل ہو جاتے ہیں جن کے حصول کے لیے وہ تعلیم گاہوں میں آتے ہیں۔ نئی نسلوں کے اپنے مفادات کے پیش نظر یہ سارا نظام قائم کیا گیا ہے اور ہمارا سماج اسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ صرف پسندیدہ نگاہوں سے دیکھتا ہے بلکہ اپنی بچیوں کو ایسے ہی کالجوں میں ترجیحی طور پر داخلہ دلاتا ہے جہاں صرف لڑکیاں زیر تعلیم ہوتی ہیں۔ اس سے دونوں جنسوں میں سے نہ کسی کی ناقدری کی جاتی ہے اور نہ کسی کے ساتھ کوئی بھید بھاؤ روا رکھا جاتا ہے۔ آزادی اور خود مختاری کے نام سے ہم اپنے کسی چھوٹے بچے کو آگ سے کھیلنے کی اجازت نہیں دیتے پھر جنسیات کی دنیا سے ناواقف بچوں کو اس کی آزادی کیوں کر دی جا سکتی ہے۔

مسلمانوں کی تہذیب اور ان کے دینی شعائر کو دیکھا جائے تو یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہوگا کہ وہ اپنی بچیوں کو ایک خاص اور پر امن ماحول میں تعلیم دینا پسند کرتے ہیں۔ اگر انھوں نے اس فکر کو آگے بڑھایا ہے اور عملاً غیر مخلوط تعلیمی ادارے قائم کیے ہیں تو یہ نہ دقیانوسیت ہے اور نہ قدامت پرستی کی علامت، بلکہ وہ پوری ایمانداری کے ساتھ چاہتے ہیں کہ مسلم بچیاں زیور تعلیم سے آراستہ ہو کر اپنی سماجی ذمہ داریوں کو اچھی طرح سے ادا کریں۔ ان کے اس فکری اور عملی رویے کی تائید ان کے مذہب سے بھی ہوتی ہے اور ملک کے آئین و دستور سے بھی، جس میں ہر اقلیت کو اپنی مرضی کے تعلیمی ادارے کھولنے کا حق حاصل ہے۔ اپنے اسی حق کا استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں نے ملک کے کئی ایک حصوں میں قدیم و جدید ہر طرح کے تعلیمی ادارے قائم کیے ہیں۔

مدارس نسواں کی جب ہم بات کرتے ہیں تو اس سے وہ تعلیمی ادارے مراد ہوتے ہیں جہاں قرآن تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عربی زبان و ادب، بلاغت، انگلش، ہندی، سائنس، ہوم سائنس اور جغرافیہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ ان مدارس کے طرز پر چلتے ہیں جن کو ملک کی بہت سی یونیورسٹیوں نے تسلیم کیا ہے اور جن کی اسناد کی بنیاد پر ان کے فارغین کو اپنے یہاں داخلہ دیتی ہیں بلکہ کئی ایک مدارس نسواں کو بھی سرکاری تعلیمی اداروں نے تسلیم کیا ہے۔ جگہ جگہ ان مدارس کے قیام سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا ہے کہ مسلم بچیاں اپنے گھر رہتے ہوئے تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور بہت سی دار الاقامہ میں رہ کر تعلیم میں مصروف ہیں۔ مدارس نسواں میں مضامین میں مہارت رکھنے والی استانیوں کی کمی دیکھنے میں آ رہی ہے۔ لیکن جوں جوں ذوق بڑھتا جائے گا، صلاحیتوں میں نکھار آئے گا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ استانیوں کی کمی انشاء اللہ دور ہو جائے گی۔

مدارس نسواں کے ذمہ داروں سے یہ درخواست ضرور ہے کہ وہ اردو اور عربی زبان پر خصوصی توجہ دیں تاکہ بچیاں مافی الضمیر ادا کر سکیں اور براہ راست کتاب و سنت سے استفادہ کر سکیں۔ انھیں ان مسائل پر گفتگو کے لیے بھی تیار کیا جائے جو آج مسلم خواتین کے حقوق و اختیارات کے حوالے سے دنیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں زیر بحث ہیں ۔عورتوں کی آزادی کی حدود کیا ہیں؟ مرد کی قوامیت کا مفہوم کیا ہے؟ حجاب کی معنویت اور اس کے افادی پہلو کیا ہیں؟ عورتوں کے مالی حقوق کیا ہیں؟ مسلم معاشرہ میں عورت کی ملکیت کا مسئلہ کمزور کیوں ہے؟ اس کو دور کرنے کی تدابیر کیا ہوسکتی ہیں؟ بچوں کی تربیت کیسے کی جائے؟ ایک ماں اور ایک بیوی کی حیثیت سے عورت کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ مدارس نسواں کی طالبات اگر ان موضوعات پر گفتگو کرنے کے لیے خود کو تیار کرسکیں تو اسلام کی دعوت کی راہ کی بہت سی مشکلات ختم ہوسکتی ہیں۔

مسلم معاشرہ کی معاشی صورت حال کے پیش نظر یہ بھی درخواست کرنے کو جی چاہتا ہے کہ ان کی تعلیمی اور خورا کی فیس کم رکھی جائے تا کہ غریب خاندان کی بچیاں بھی تعلیم حاصل کرسکیں ۔جس طرح ہم نے لڑکوں کے لیے دینی مدارس قائم کئے اور ان کا نظم اب تک چلا رہے ہیں، اسی انداز میں مدارس نسواں کو بھی چلانے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیمی اداروں کا معیار

ایک لمحۂ فکریہ

بقائے انفع واصلح کا اصول آفاقی اور ہمہ گیر ہے۔ ذہین اور انتاجی صلاحیتوں کے حامل افراد کی ضرورت واہمیت ہمیشہ رہی ہے۔ عصر حاضر کی برق رفتاری اور علوم وفنون کے تنوع نے ان کی افادیت میں حیرت انگیز اضافہ کر دیا ہے۔ آج کا دور تخصص کا ہے۔ اپنے فن کا ماہر اور متخصص نہ صرف قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے بلکہ تعلیمی وفنی تمام پیشہ ورانہ ادارے ترجیحی طور پر اسے فوقیت دیتے ہیں۔ تعلیم وتعلم کے شعبے میں بی-ایڈ کی سند اب ضروری ہوگئی ہے۔ اس سند کا حامل طلبہ کی نفسیات، مختلف مضامین کے طریقۂ تعلیم اور تعلیمی اداروں کے انتظام وانصرام سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے۔ اس سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ دوسروں کے مقابلے میں تعلیم وتربیت کا فریضہ بہتر طور پر انجام دے سکے گا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے پاس خالص مذہبی اور عصری دونوں طرح کے تعلیمی ادارے موجود ہیں، گذشتہ کئی سالوں سے ان کے اندر تعلیمی بیداری دیکھنے کو مل رہی ہے۔ نسواں مدارس اور اسکول بھی بڑی تیزی کے ساتھ کھل رہے ہیں۔ ملک کے گوشے گوشے میں جہاں قابل لحاظ مسلم آبادی موجود ہے، اپنی استطاعت اور ضرورت کے مطابق مسلمان تعلیمی ادارے قائم کر رہے ہیں۔ یہ ایک خوش آیند علامت ہے۔ اس کی نہ صرف حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے بلکہ صاحب حیثیت افراد کو پیش قدمی کر کے ان تعلیمی اداروں کی سرپرستی اور ان کے ساتھ بھرپور تعاون کر کے تعلیمی بیداری مہم کو مؤثر بنانے میں اپنا مؤثر کردار ادا کرنا چاہیے۔

ہندوستان کے مخصوص فرقہ وارانہ ماحول میں مسلمانوں کو جس طرح تعلیمی، سماجی، معاشی اور سیاسی اعتبار سے کمزور اور بے وزن کرنے کی خاموش کوششیں ہو رہی ہیں، تمام تر دستوری اور آئینی تحفظات کے باوجود ان کے معاملات ومسائل کو جس طرح نظر انداز کیا جا رہا ہے اور قدم قدم پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیچیدگیاں پیدا کی جارہی ہیں، ان سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنی دنیا آپ تعمیر کرنا ہوگی، نعرہ بازی اور جذباتیت سے دور رہ کر ملت کی بقا، استحکام اور ترقی کے لیے مثبت لائحۂ عمل ترتیب دینا ہوگا۔ تعصب اور عناد کے موجودہ ماحول میں جو چیز ہمیں عزت و وقار عطا کرسکتی ہے وہ صرف تعلیم ہے۔ اسی سے ہم اپنی افادیت اور ضرورت کا احساس برادران وطن کے اندر پیدا کرسکتے ہیں۔ شکست و ریخت سے دوچار اور زوال پذیر قوموں میں اجتماعی شعور کا فقدان ایک عام سی بات ہے۔ محرومی کا احساس انہیں جذباتی بنا دیتا ہے اور وہ ٹھہر کر اپنا کوئی طویل المیعاد اور ٹھوس پروگرام ترتیب دینے سے قاصر ہوتی ہیں۔ سماجی اور معاشی پس ماندگی اخلاقی برائیوں کو جنم دیتی ہے اور وہ اپنے حقیقی مقصد زندگی سے غافل ہوجاتی ہیں۔ مسلمانوں کی موجودہ صورت حال کا مطالعہ کیجیے، ان کی زندگی میں مذکورہ بالا تمام مظاہر صاف نظر آئیں گے۔

پس چہ باید کرد؟ ایک ایسا سوال ہے جس پر ہم غور کرتے رہے ہیں۔ ملت کے دینی قائدین اور دانشوروں کے مشورے اور تجاویز بھی پڑھنے کو ملتی ہیں۔ اس کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے اور مفید سے مفید تر کی تلاش و یافت ہماری زندگی کا وطیرہ بن جانا چاہیے۔ مذکورہ سوال کے جواب میں جو بات بکثرت کہی اور دہرائی گئی ہے وہ مسلمانوں کی بہتر تعلیم و تربیت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے درد کا درماں اور دکھوں کا علاج صرف اچھی اور اعلیٰ تعلیم ہے۔ جن افراد کے اندر اس کا شعور و احساس پختہ ہوگیا ہے، وہ تمام وسائل استعمال کرکے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلاتے ہیں اور ایک نسل کی جدوجہد کے بعد دوسری نسل نہ صرف ایک باوقار زندگی جینے کے قابل ہوجاتی ہے بلکہ اپنی آیندہ نسلوں کا مستقبل سنوارنے کا اسے ہنر بھی آجاتا ہے۔ لیکن اپنے عددی تناسب کے لحاظ سے ملت کے اندر ایسے افراد کی تعداد بہت کم ہے۔ ایک بڑی آبادی ابھی اس ضرورت کا احساس نہیں کرپارہی ہے۔ وہ اپنی نسلوں کو تعلیم و تعلم سے دور رکھ کر محنت مزدوری یا اپنے آبائی پیشوں سے کم عمری میں ہی منسلک کردیتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ صرف ان کی نسلیں مدرسہ و اسکول سے محروم ہوجاتی ہیں بلکہ محرومیت کا یہ سلسلہ کئی نسلوں تک دراز ہوجاتا ہے۔ شہروں اور قصبات کی آسائش اور سہولیات قربان کرکے دور دراز کے دیہاتوں میں ڈیرہ ڈالنا اور وہاں کی صورت حال تبدیل کرنے کا ہمارے اندر حوصلہ نہیں رہا۔ ایسے مخلص اور بوریہ نشین اب تقریباً عنقا ہوگئے ہیں جو زندگی کی بنیادی سہولیات سے محروم گاؤں کو اپنا مسکن بنالیں اور دس بیس سالوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک کڑی محنت کر کے وہاں کی مسلم نسلوں کو آداب زندگی سکھا کر انہیں ملک کی تعمیر و ترقی کا ایک ضروری حصہ بنا دیں۔ اس روایت کے معدوم ہونے کا سب سے زیادہ نقصان مسلمانوں کی دینی زندگی کو پہنچا ہے۔ قادیانیت اور عیسائیت کی توسیع و اشاعت کی وجہ بھی یہی رہی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر باطل تحریکات نے دور دراز کے ایسے ہی مسلم علاقوں کو اپنا نشانہ بنایا ہے اور وہ جگہ جگہ مسلمانوں کے ایمان و عقیدہ کا سودا کرنے میں کامیاب رہی ہیں۔ ہندوستان کی اسلامی تحریکیں، دینی جماعتیں اور ملک گیر تنظیمیں اپنے جائزے اور سروے کے ذریعہ جس قدر جلد اس خلا کو پُر کر سکیں، ملت کے حق میں بہتر ہوگا۔ دینی و ملی کام کا منصوبہ بنائیں، اس کا آغاز کر دیں، وسائل کی فراوانی کا انتظار کرتے کرتے صدیاں گذر جائیں گی اور ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے۔ اخلاص اور جذبۂ صادق ہو تو کوئی کام رکتا نہیں ہے، آپ سفر کا آغاز تنہا کریں گے لیکن آہستہ آہستہ کارواں کی شکل اختیار کر لیں گے۔ ہمارے بڑے تعلیمی ادارے اپنی شاخوں کے قیام کے ذریعے بھی اس خلا کو پر کرنے میں اپنا موثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔

دوسری لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمارے پاس جو تعلیمی ادارے موجود ہیں خواہ وہ خالص دینی ہوں یا عصری، لڑکوں کے مدرسے/اسکول ہوں یا لڑکیوں کے، ان کے تعلیمی معیار کو بلند اور بہتر کرنے کی انتہائی سخت ضرورت ہے۔ ناقص اور غیر معیاری تعلیم و تربیت نہ صرف نئی نسلوں کے لیے ذاتی طور پر تباہ کن ہے بلکہ اس کے نتیجے میں جو مفاسد سامنے آتے ہیں، ان کی زد پورے سماج اور معاشرے پر پڑتی ہے۔ ماں باپ اور دیگر عزیزوں کا اعتماد مجروح ہوتا ہے، تعلیم کے ماہ و سال مکمل کرنے کے بعد جب ایک نوجوان ناکارہ اور غیر متعدل ہو جاتا ہے تو سماج کے دیگر افراد میں تعلیم کے تعلق سے شبہات پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ گرد و پیش کی دنیا کو اپنی ذات سے متاثر کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتا۔ ذاتی اہلیت و صلاحیت سے محروم شخص جب تعلیم و تعلم کے شعبہ میں قدم رکھتا ہے تو وہ اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو کاسہ لیسی اور جی حضوری کے پردہ میں چھپا کر انتظامیہ کی آنکھوں کا تارہ بن جاتا ہے اور پھر بڑے سے بڑا منصب حاصل کر کے پورے تعلیمی نظام کو جی حضوریوں کے تعفن سے متعفن کر دیتا ہے۔ ایسے شخص کی ذہنی پستی، سطحی سوچ اور منفی رویہ سے تنگ آ کر باصلاحیت افراد کنارہ کش ہو جاتے ہیں یا ان کی صلاحیتوں کو گہن لگ جاتا ہے اور پھر ادارے ایسے باصلاحیت اور مخلص افراد کی خدمات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ انتظامیہ میں اگر دنیا پرست اور عہدہ و منصب کے بھوکے افراد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شامل ہوں تو ایسے تعلیمی اداروں کا حشر عبرتناک ہوتا ہے۔ دینی اور نیم سرکاری تعلیمی اداروں میں مقدمہ بازی کی روایت نئی نہیں ہے بلکہ ہمیشہ سے اس ذہنیت کے حامل افراد کا وطیرہ یہی رہا ہے۔ اپنے تعلیمی نظام کو مطلوبہ معیار دینے اور اسے مستحکم بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اہلیت اور صلاحیت ہماری ترجیحات کی اساس قرار پائیں اور تعلیمی نظام سے صرف انہیں حضرات کو وابستہ کیا جائے جو پورے اخلاص اور امانت داری سے اپنی مفوضہ ذمہ داریوں کو انجام دے سکیں۔

معیاری تعلیم نہ ہونے کا دوسرا بڑا نقصان یہ ہے کہ فیس کے سہارے چلنے والے اداروں میں طلبہ کی تعداد کم ہوتی جاتی ہے اور ان کے مالی وسائل کمزور ہو جاتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اخراجات پورے نہیں ہو پاتے جس کی وجہ سے انتظامہ الگ سے پریشان ہوتی ہے اور اساتذہ کو ذہنی یکسوئی کے ساتھ کام کرنے کا موقع نہیں ملتا اور پورا تعلیمی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ تعلیم کا معیار بلند کیجیے، امتحانات کے عمدہ نتائج سامنے آئیں اور طلبہ کی تعلیمی پیش رفت اطمینان بخش ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ طلبہ کی تعداد میں کمی واقع ہو بلکہ ان میں اس قدر اضافہ ہوتا جائے گا کہ اسکول کی عمارتیں تنگ ہو جائیں گی اور آپ کو تحریری یا شفوی امتحانات کے ذریعہ امیدواروں کا انتخاب کرنا پڑے گا۔ اس کی نمایاں مثال اپنے ملک میں قائم عیسائیوں کے پبلک تعلیمی ادارے ہیں۔ اونچی سے اونچی فیس دے کر سرپرست حضرات اپنے بچوں کا وہاں داخلہ کراتے ہیں اور ہوم ورک اور ڈسپلن کے معاملات میں اسکول کی ہدایات پر پابندی کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔ مسلم تعلیمی اداروں کو عیسائیوں کے ان اسکولوں سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارا معیار تعلیم اگر ان سے بلند نہیں تو ان سے فروتر کسی حال میں نہ ہونے پائے۔

تعلیمی نظام کو بہتر بنانے اور اس کا معیار بلند کرنے میں انتظامیہ، اساتذہ، طلبہ، طلبہ کے سرپرست، نصاب تعلیم، نظام تعلیم اور کیمپس کے خوشگوار ماحول کی یکساں اہمیت ہے۔ ان میں سے جس پہلو سے کمی یا کمزوری ظاہر ہوگی، تعلیمی معیار متاثر ہوگا اور اس پر قابو پانا آسان نہیں ہوگا۔ ماہرین تعلیم و تربیت نے فن تعلیم پر جو کتابیں لکھی ہیں، ان کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہو سکے گا کہ جن تعلیمی اداروں نے تعلیم و تعلم کے میدان میں نمایاں ترقی کی ہے اور ملکی بلکہ عالمی سطح پر شہرت حاصل کی ہے، ان میں ان تمام پہلوؤں پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے اور خوب سے خوب تر کی تلاش کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ علوم و فنون ارتقاء پذیر ہیں، آئے دن نئی نئی چیزیں سامنے آتی رہتی ہیں، کم مدت میں زیادہ تعلیمی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مواد کی ترسیل اور اسے سہل الحصول بنانے کی سعی برابر جاری رہتی ہے۔ ایسی صورت میں صدیوں پہلے تیار کردہ نصاب تعلیم کی افادیت پر اصرار ایک ایسا رجحان ہے جو ہمیں تاریکیوں میں گم کر دے گا اور ہم نئے دور کے انسانوں کو نہ سمجھ سکیں گے اور نہ ان کی رہنمائی کا وہ فریضہ انجام دے سکیں گے جس کے لیے اللہ نے ہمیں اپنی آخری شریعت کا حامل بنایا ہے۔

حکومتیں اپنی وزارت تعلیم میں ایک مستقل شعبہ نصاب پر نظر ثانی کے لیے قائم کرتی ہیں جہاں ہر پانچ سال کے بعد نصابی کتابوں میں نئے اسباق اور نئی تمرینات کا اضافہ کر دیا جاتا ہے، مدارس کے نصاب تعلیم میں تبدیلی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تفسیر، حدیث، فقہ، عربی زبان وادب اور اس کے قواعد تبدیل کر دیے جائیں بلکہ مطالبہ صرف یہ کیا جاتا ہے کہ جدید تعلیمی نظریات سے استفادہ کرتے ہوئے ان کے مواد کی ترسیل کو آسان اور زود اثر بنایا جائے۔ کتاب وسنت کے تمام فقہی مسائل کو کوئز کے انداز میں تبدیل کر کے ایک دو سال کے اندر طلبہ کو پلایا جا سکتا ہے۔ عربی صرف ونحو کا طریقۂ تعلیم زیادہ مفید اور مؤثر بنایا جا سکتا ہے، قرآن وحدیث کی نصوص کی جدید ترتیب کے ذریعہ اسے نہ صرف زیادہ قابل فہم بنایا جا سکتا ہے بلکہ شاید اس طریقے سے ہم عصری تقاضوں کو کسی حد تک پورا بھی کر سکتے ہیں، لیکن اس کے لیے ماہرین کو فارغ کرنا ہوگا، ان کو وسائل فراہم کرنا ہوں گے، مسلسل کئی سالوں تک سخت محنت کرنے کے بعد کہیں جا کر کوئی ایسا نصاب تیار ہو سکے گا جس سے ہماری آرزوؤں کی تکمیل ہو سکے گی۔ اعلیٰ سے اعلیٰ صلاحیت کا حامل مدرسہ کا استاذ جو مطالعہ کے بعد روزانہ آٹھ پیریڈ لیتا ہو، اس سے یہ توقع بے سود ہے کہ وہ کوئی اکیڈمک کام کر سکے گا۔ نصاب تعلیم کے تعلق سے جو پریشانی اور الجھن ہمارے سامنے آتی ہے وہ صرف دینی مدارس سے متعلق ہے، عصری تعلیمی اداروں کے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ملک کے بیکڑوں تجارتی ادارے ضرورت کے مطابق ہاتھ کے ہاتھ کتابیں تیار کر لیتے ہیں۔ اس کی واضح مثال کمپیوٹر کی تعلیم ہے۔ ابھی اسکولوں کے نصاب میں اسے داخل کیے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے لیکن مختلف درجات کے لیے کمپیوٹر کی درجنوں نصابی کتابیں بازار میں دستیاب ہیں۔

تعلیمی اداروں کا معیار بلند کرنے میں اساتذہ کا کردار خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ تدریس ایک باوقار اور باعزت پیشہ ہے کوئی مجبوری نہیں۔ جو استاد اسے مجبوری کے طور پر اپناتا ہے، وہ اپنے پیشے کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتا اور نہ خود کو مطمئن ومسرور رکھنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ تعلیمی اسناد حاصل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے بعد یہ ضروری تو نہیں ہے کہ ہر شخص تدریس کے کام سے وابستہ ہو جائے بلکہ اپنے ذوق، مزاج اور دلچسپی کے مطابق وہ کوئی بھی پیشہ اختیار کر سکتا ہے۔ تدریس کے شعبہ میں آنے سے پہلے ایک استاد کو سو بار سوچنا چاہیے کہ وہ کہاں جا رہا ہے؟ کن فرائض کی ادائیگی کی ذمہ داری قبول کر رہا ہے؟ سماج کے جن نونہالوں کا مستقبل اس کے ہاتھوں میں سونپا جا رہا ہے، وہ ان کے ساتھ انصاف کر پائے گا یا نہیں؟ طویل غور وفکر کے بعد اسے فیصلہ لینا چاہیے۔ ایک کامیاب استاد کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے مضمون کی تدریس اور اس کی ترسیل ماہرانہ انداز میں کرے۔ وہ اپنے طلبہ کی نفسیات اور ان کے مزاج سے فرداً فرداً آگاہ ہو، سال بھر میں اسے کتنا پڑھانا ہے، اس کی بہتر انداز میں منصوبہ بندی کرنے کی اس کے اندر صلاحیت ہو، وہ فارغ اوقات میں بھی یہ سوچے کے فلاں سبق کی ترسیل مؤثر انداز میں کیسے کرنی ہے، ہوم ورک کیسے دیا جائے اور کتنا دیا جائے کہ طلبہ متعلقہ مضمون کو ہضم کر سکیں۔

ہمارے مدارس کے تعلیمی نظام میں ہوم ورک کا تصور مفقود ہے، ذہین طلبہ زیادہ سے زیادہ آموختہ دیکھ لیتے ہیں یا آیندہ سبق کا مطالعہ کر لیتے ہیں۔ قرآن پڑھانے والا استاد بہت آسانی کے ساتھ طلبہ کو ہوم ورک دے سکتا ہے۔ جن آیات پر درس مشتمل تھا، ان کے غریب الفاظ، ان کے نحوی و صرفی مسائل، ان میں زیر بحث آنے والے فقہی احکام اور دوسرے علمی وتحقیقی مباحث کی تفصیل کے لیے طلبہ کو پابند کیا جا سکتا ہے کہ ان کو مراجع ومصادر دیکھ کر قلم بند کر کے لائیں۔ ایک وسیع المطالعہ استاد کتابوں کا تعین کر کے بھی طلبہ کو مطالعہ کرنے یا ان کو اپنی کاپی میں نقل کرنے کا مشورہ دے سکتا ہے۔ اس سے طلبہ کی تعلیمی مصروفیات میں اضافہ ہوگا اور ان کی صلاحیتوں میں نکھار بھی آئے گا۔ اسی طرح سے فن حدیث کے لیے بھی ہوم ورک دیا جا سکتا ہے۔ اس کی روایت معدوم ہونے کی وجہ سے طلبہ بلوغ المرام سے صحیح بخاری تک پڑھ جاتے ہیں لیکن بعض مشکل الفاظ اور مخصوص عربی تعبیرات اور محاوروں سے نابلد رہتے ہیں۔ اگر طالب علمی کے ایام میں انہوں نے ابن اثیر کی ''النہایہ فی غریب الحدیث'' اور وحید الزماں حیدر آبادی کی ''لغات الحدیث'' دیکھنے کی روایت قائم کر لی ہوتی تو اپنی اس کمزوری پر قابو پانا ان کے لیے آسان ہو چکا ہوتا۔ ''فتح الباری''، ''شرح مسلم للنووی''، ''عون المعبود''، ''تحفہ الاحوذی''، ''التعلیقات السلفیہ'' اور ''مرعاۃ المفاتیح'' کے بعض مباحث کی طرف طلبہ کی رہنمائی ہوتی رہے تو ذہین طلبہ لازمی طور پر فن حدیث کے ماہر اور متخصص بن سکتے ہیں، لیکن جس استاد کے مطالعہ میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ شرحیں نہ رہتی ہوں بلکہ جو کتب حدیث کا اردو ترجمہ دیکھ کر کام نکال لیا کرتا ہو اس سے یہ توقع کیوں کر کی جاسکتی ہے کہ وہ ان کے مخصوص مباحث کی طرف طلبہ کو متوجہ کر سکے گا۔

کیمپس کا ماحول بھی تعلیمی معیار کو بلند کرنے میں معاون ہوتا ہے۔ کھلی آب و ہوا، اچھی غذا، صاف پانی، سبزہ زار، پیڑ پودے اور پھولوں کی خوشنما کیاریاں، نگاہوں کو روشنی اور دماغ کو تقویت دیتی ہیں۔ جس نبی کی تعلیم یہ ہو کہ قیامت سامنے کھڑی ہے، ہاتھ میں پودا ہے تو وقت ضائع کیے بغیر شجر کاری کا فریضہ انجام دے دو، اس نبی کی امت گلستان نبوی کو ویرانہ اور صحرا بنا دے، یہ تصور ہی ایک مومن کے لیے سوہان روح ہے۔ وسائل کی قلت اور بسا اوقات بے توجہی سارے کیمپس کو گرد و غبار سے آلودہ اور کیڑے مکوڑوں کا مسکن بنا دیتی ہے۔ دیواروں سے بساندھ آنے لگتی ہے، بیت الخلا، پیشاب گھر اور غسل خانوں میں صفائی کا اہتمام نہیں ہوتا، طلبہ بسا اوقات عدم واقفیت اور کبھی کبھی اپنی غیر معمولی سستی کی وجہ سے انہیں نا قابل استعمال بنا دیتے ہیں۔ کوئی حرج نہیں کہ طلبہ کے سامنے ان موضوعات و مسائل پر لکچر دیے جائیں، ان کی صفائی کے طریقے، آداب اور ان کی اہمیت واضح کی جائے اور گندگی سے کس قسم کے جراثیم پیدا ہوتے اور وہ کن بیماریوں کا سبب بنتے ہیں، ان کی تفصیلات سے انہیں واقف کرایا جائے۔ اپنے کمروں، اپنے بستر اور دیگر ساز و سامان کی صفائی و ترتیب ان کے فرائض میں داخل ہے۔ اس طرف ان کو متوجہ کیا جائے اور مدرسے کے دیگر تمام اخراجات کے ساتھ ساتھ انتظامیہ صفائی کے خرچ کو بھی شامل کر کے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی کوشش کرے۔

معیار تعلیم کو بلند کرنے کی سب سے بڑی ذمہ داری طلبہ کی ہے۔ سب کچھ ہو، تمام سہولیات فراہم کر دی جائیں لیکن جن طلبہ کو آگے ترقی کرنی ہے، وہ سست، کاہل اور کام چور واقع ہوئے ہوں تو تعلیم کا معیار کبھی بھی درست نہیں ہو سکتا ہے۔ طلبہ کا اولین فریضہ یہ ہے کہ وہ حصول تعلیم کے لیے یکسو اور مخلص ہوں۔ اگر اخلاص وللّٰہیت موجود نہ ہو تو تعلیم خیر و برکت سے محروم ہو جاتی ہے، اسی طرح ان کے لیے ضروری ہے کہ اپنے ہر استاد کی عزت کریں اور ان کا احترام بجا لائیں۔ استاد کی شفقت و محبت سے ذہن کھلتا ہے اور تعلیم و تعلم کا ایک ایسا خوش گوار ماحول بنتا ہے جس میں افادہ و استفادہ کے تمام راستے آسان ہو جاتے ہیں۔

بعض طلبہ یہ سوچ کر تعلیم میں محنت کرنے سے کتراتے ہیں کہ ان کو کوئی چیز جلدی یاد نہیں ہوتی یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ دیر تک کوئی بات ذہن میں محفوظ نہیں رہتی۔ اس سے وہ خود کو کند ذہن یا غبی سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ تصور انہیں اپنے دماغ سے نکال دینا چاہیے۔ ذہنوں اور صلاحیتوں میں مراتب کا فرق فطری ہے لیکن مسلسل محنت سے کند ذہن کھل جاتا ہے اور غبی طلباء آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اس کے برعکس ذہین طلبہ اپنی بے توجہی اور غفلت کے سبب تمام تر صلاحیتوں کے باوجود آگے نہیں بڑھ پاتے۔ یہ ایک ایسا مشاہدہ ہے جو آئے دن ہمارے سامنے آتا رہتا ہے۔

موضوعات پر گرفت مضبوط کرنے کے لیے بکثرت مطالعہ کرنا اور مشکل الفاظ اور عبارتوں کو کتب لغات اور قواعد سے حل کرنا ایک ایسا کام ہے، جس کے تسلسل سے آپ خود کو ایک دن پُر اعتماد بنا سکیں گے۔ یاد رکھیے تعلیم وتعلم کا یہ سارا سلسلہ آپ کے مستقبل کو سنوارنے کے لیے جاری کیا گیا ہے۔ جن اساتذہ کرام اور مدارس کی انتظامیہ نے یہ محفل سجائی ہے اور اس کے لیے جنہوں نے بے شمار قربانیاں دی ہیں، ان کے خیر خواہ رہیے اور ان کے حق میں دعا کیجیے، ان شاء اللہ آپ کامیاب ہوں گے اور آپ کے ادارے کا تعلیمی معیار بھی بلند ہوگا۔

تعلیمی اداروں کا معیار بلند کرنے میں انتظامیہ کے افراد نمایاں کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ترجیحی طور پر انہیں ایسے اساتذہ کا انتخاب کرنا ہوگا جو نہ صرف اپنے مضمون کے ماہر اور متخصص بلکہ تدریس وتعلیم کا خصوصی ذوق اور تجربہ رکھتے ہو۔ بہتر ہوگا اساتذہ کے انتخاب کے وقت متعلقہ مضامین کے ماہرین انٹرویو کے لیے بلائے جائیں۔ اگر مناسب ہو تو خود علیحدہ رہ کر اپنی ضرورت اور ترجیحات انٹرویو لینے والے پینل کے سامنے رکھ دیں اور وہ غیر جانب دارانہ انداز میں اساتذہ کا انتخاب کر دے۔ اساتذہ کی تقرری کے وقت رشتے، ناطے، تعلقات، سفارش اور دباؤ صحیح انتخاب میں زبردست روڑا ہیں۔ حتی الامکان ان کمزوریوں سے تعلیمی اداروں کو بچانے کی کوشش کی جائے۔ صلہ رحمی اور عزیزوں، دوستوں کی دلجوئی ضروری ہے لیکن جہاں ملّی مفادات ذاتی مفادات سے ٹکرا رہی ہوں وہاں ملّی اور اجتماعی مفاد کو ترجیح دینا انتہائی ضروری ہے۔

.....☆☆☆.....

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعمیر انسانیت میں مدارس اسلامیہ کا کردار

۔ آزادی کے بعد ۔ ایک جائزہ

ہندوستان میں دینی مدارس کی اپنی ایک روشن تاریخ ہے اور ان کی خدمات کا ایک طویل زریں سلسلہ بھی۔ مسلم دور حکومت میں دینی مدارس کے فارغین مختلف انتظامی عہدوں پر فائز کیے جاتے تھے اور وہ اپنی فنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے گونا گوں فرائض انجام دیتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ عوام وخواص کی اصلاح وتربیت اور سماج میں نیکی، شرافت اور اخلاقیات کی خوشبو بکھیرنا اپنی زندگی کا حقیقی مقصد سمجھتے تھے۔ حق وانصاف پانے کے لیے ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ ان کی قناعت پسندی، توکل، سادگی، بے لوث اور بے غرض زندگی کا نقطۂ عروج یہ تھا کہ ہر خاص وعام ان پر مکمل اعتماد کرتا تھا اور انہیں اپنی زندگی کا حقیقی رہنما سمجھتا تھا۔

انگریزوں کے دور میں جب حالات تبدیل ہوئے اور حکومت اور اس کے مختلف اداروں کی جدید کاری عمل میں آئی تو خاص حکمت عملی کے تحت انگریزوں نے فارغین مدارس کو سرکاری ملازمتوں سے بتدریج دور کرنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی زندگی کا دائرہ محدود ہو گیا اور وہ مدارس ومساجد تک سمٹ کر رہ گئے۔ لیکن چونکہ مسلم عوام پر ان کی گرفت مضبوط تھی، اس لیے ظلم وجبر کے باوجود وہ انہیں کو اپنا حقیقی رہبر سمجھتے رہے۔ بسا اوقات اس کی بھاری قیمت انہیں چکانی پڑی۔ علمائے دین حوالہ زنداں کیے جاتے رہے، انہیں بغاوت کے الزام میں پھانسیاں دی جاتی رہیں لیکن ان تمام آزمائشوں سے گزرتے ہوئے وہ اسلام کا آفاقی پیغام عام کرتے رہے اور اللہ کے بندوں کو اسلام کی اخلاقی تعلیمات کا درس دیتے رہے۔ انگریزوں نے سرکاری امداد بند کر دی، اس کی بھی انہوں نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ مسلم عوام سے ان کا رابطہ قائم رہا اور وہ ان کی زکوٰۃ، عطیات اور اوقاف کے ذریعہ دینی تعلیم کا نظم کرتے رہے۔ ان کی اس جدوجہد کا ثمرہ ہے کہ مسلم دور حکومت میں دینی تعلیم کا جو سلسلہ قائم ہوا تھا،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ بغیر کسی وقفہ کے قائم رہا اور آج بھی بحمداللہ قائم ہے۔ مدرسہ میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی، ریاست بھوپال کے مدارس، مدرسہ احمدیہ سلفیہ آرہ، دارالحدیث رحمانیہ دہلی، جامعہ عالیہ عربیہ مئو، جامعہ فیض عام مئو، دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور، جامعہ دارالسلام عمرآباد، ندوۃ العلما لکھنو، مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ، جامعہ سراج العلوم بونڈیہار، مدرسہ ریاض العلوم دہلی اور دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ وغیرہ ایسے ہی مدارس ہیں جنہیں مسلمانوں نے اپنے بل بوتے پر قائم کیا اور دینی علوم اور دینی اقدار کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا۔

۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو آزادی کا سورج طلوع ہوا۔ ملک نے انگریزوں کی غلامی سے آزادی پائی۔ آزادی کی یہ جنگ تمام ہندوستانیوں نے کندھے سے کندھا ملا کر اور متحد ہو کر جیتی تھی۔ آزادی کے ہراول دستے میں علمائے دین اسلام کی تعداد بھی خاصی تھی۔ لیکن اس ملک اور اس میں بسنے والوں کے مزاج وتہذیب سے سب سے زیادہ واقفیت رکھنے والی شخصیت مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کی جدوجہد اور خواہش کے علی الرغم ملک تقسیم ہوگیا۔ جن لوگوں نے ملک کو تقسیم کرنا چاہا اور پاکستان کو پسند کیا وہ پاکستان چلے گئے، لیکن جن مسلمانوں نے اس تقسیم کی مخالفت کی اور ہندوستان کو اپنا وطن سمجھا وہ اپنے وطن ہی میں رہے اور ملک کے آئین ودستور نے انہیں برابر کا حق دیا، اپنے ملک کا باعزت شہری قرار دیا، ان کی تہذیب وثقافت کی حفاظت کی ضمانت دی، انہیں اپنے مذہب پر عمل کرنے، مذہب کی تعلیم حاصل کرنے اور اسے فروغ دینے کا حق دیا۔ دستور نے نکاح، طلاق، وراثت، وقف اور وصیت کے معاملات میں مسلمانوں کو آزادی دی کہ وہ اپنے پرسنل لا پر عمل کرنے کے مجاز ہوں گے۔

آزادی کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہماری حکومتیں آئین ودستور کی روشنی میں اپنے ہر شہری کا یکساں خیال رکھتیں اور ملک کی مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ میں انہیں دخیل بنا کر ملک کے نظام کو بہتر بناتے ہوئے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی فضا قائم رکھتیں۔ لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوسکا۔ بعض شرپسند عناصر نے تمام تر آئینی ودستوری تحفظات اور ضمانتوں کے باوجود وطن عزیز کے مسلمانوں کی وطن پرستی کو داغدار کرنے کی مہم چلائی، تاریخی حقائق کو مسخ کرتے ہوئے انھیں ملک کی تقسیم کا ذمہ دار قرار دیا۔ چنانچہ تقسیم ملک کے وقت اور اس سے پہلے جو فرقہ وارانہ فسادات ہوئے، اس کا سلسلہ تقسیم کے بعد بھی جاری رہا اور آج بھی جاری ہے۔ ان شرپسند عناصر نے بڑی ہوشیاری سے اکثریت کی دہائی دے کر ملک کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہوری نظام کو فرقہ واریت کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی اور کسی حد تک ان کو کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ ملک کے تمام صنعتی شہروں میں جہاں کی صنعت میں مسلمانوں کی واضح حصہ داری اور نمائندگی تھی، منظم طور پر فسادات کرائے گئے، معصوموں کا خون بہا، سہاگ اجڑے، بوڑھوں کی لاٹھیاں ٹوٹیں، بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہوئیں۔ کاروبار اور صنعت وحرفت کو ترقی واستحکام پر امن فضا میں ملتا ہے۔ غیر یقینی صورت حال سب کچھ تباہ کر دیتی ہے۔ ملک میں ہونے والے فسادات کے اسباب ومحرکات کا پتہ لگانے کے لیے کمیٹیاں تشکیل دی گئیں، بعض ذمہ دار اور ایمان دار حضرات نے منصفانہ اور غیر جانبدارانہ رپورٹ بھی پیش کی لیکن ان پر خاطر خواہ عمل نہیں ہو سکا۔ کبھی تو تاخیر کے سبب اسے سرد خانے میں ڈال دیا گیا اور کبھی یہ کہہ کر اسے کالعدم قرار دے دیا گیا کہ اس پر عمل درآمد ملک کے مفاد میں نہیں ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟ کیا یہی حق وانصاف ہے؟ اس پر طویل گفتگو کرنے کی ضرورت ہے، یہاں اس کا موقع نہیں۔ نتیجہ ان فرقہ وارانہ فسادات کا یہ ہوا کہ مسلمانوں کی معیشت تباہ ہوگئی۔ بے روزگاری ان کے درمیان بڑھتی گئی اور روزی روٹی کے لالے پڑ گئے۔

معیشت کی تباہی کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ یہ بہت سی کمزوریوں اور خرابیوں کو جنم دیتی ہے۔ اخلاق وکردار میں بگاڑ آتا ہے، سوچنے سمجھنے کا انداز بدلتا ہے، سماجی رکھ رکھاؤ میں تبدیلی آتی ہے۔ پیٹ کے ہاتھوں مجبور ہو کر انسان بسا اوقات جرائم کی دنیا میں بھی قدم رکھ دیتا ہے۔ کمزور اور چڑچڑا انسان طرح طرح کی اخلاقی برائیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ غربت وافلاس کی تاریکیوں نے نسلیں تباہ کر دیں اور پھر صورت حال یہ سامنے آئی کہ ملک کے بعض حصوں میں مسلمانوں کی حالت دلتوں سے بھی بدتر ہوگئی۔ لیکن ان تمام خرابیوں اور کمزوریوں کے باوجود مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد حالات کا مقابلہ کرتی رہی، اور آج بھی وہ مصروف جدوجہد ہے۔ سماج ومعاشرہ کی تعمیر وترقی کے لیے اس نے اپنے محدود وسائل کا استعمال جاری رکھا اور آج بھی وہ خدمت انسانیت کے لیے کوشاں ہے۔ اس خدمت کا ایک بڑا مظہر یہ دینی مدارس ہیں، ان میں سے بعض تو آزادی سے قبل کے ہیں اور ان کی خدمات کا سلسلہ جاری ہے، آزادی کے بعد ان مدارس میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ اس ذیل میں جامعہ سلفیہ بنارس، جامعہ محمدیہ مالیگاؤں، جامعہ اسلامیہ سنابل دہلی، جامعہ ابن تیمیہ چمپارن، جامعۃ الامام البخاری کشن گنج، جامعہ رحمانیہ کاندے ولی، جامعۃ الفلاح بلریا گنج، جامعہ خیر العلوم ڈومریا گنج، صفا شریعت کالج ڈومریا گنج، جامعہ اسلامیہ دریاباد اور جامعۃ الہدایہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جے پور وغیرہ کے نام بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ آزادی کے بعد انسانیت کی تعمیر و ترقی کے لیے مدارس نے کیا خدمات انجام دی ہیں، ان کی تفصیلات عرض کرنے سے قبل چند باتوں کا تذکرہ ضروری ہے۔

انسانیت کی تعمیر و ترقی کے مسئلہ کی تفہیم کے لیے ہم اسے روحانی اور مادی دو خانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ انسانی زندگی کی بقا، استحکام اور ترقی کے لیے جس طرح مادی وسائل کی موجودگی اور اس کی خاطر خواہ فراوانی ضروری ہے، اسی طرح اس کے دل و دماغ کو پر مسرت اور مطمئن رکھنے کے لیے روحانی غذا کی بھی ضرورت ہے۔ مادیت اور روحانیت کا حسین امتزاج شخصیت کی تعمیر کرتا، سماج کو خوشگوار اور پاکیزہ بناتا اور تہذیب و ثقافت کو بام عروج تک لے جاتا ہے۔ جن مذاہب اور نظریات نے مادیت اور روحانیت کے درمیان اعتدال و توازن برقرار نہیں رکھا ہے، ان کی معنویت تقریباً ختم ہوگئی ہے اور ان کے حاملین محض رسوم و روایات کے اسیر بن کر رہ گئے ہیں۔

دین اسلام میں مادیت اور روحانیت کا یہ حسین امتزاج موجود ہے۔ نصوص کتاب و سنت میں جگہ جگہ اس کی ہدایت اور رہنمائی بھی ہمیں ملتی ہے۔ اسلامی تاریخ میں کبھی کبھی کسی دور میں اس اعتدال و توازن کو بگاڑنے کی کوشش بھی ہوئی ہے لیکن چونکہ وحی الٰہی اور اس کی تشریح اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ موجود تھی، اس لیے بے اعتدالی کے یہ جھونکے ہمارے دینی فکر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے۔ تقوی، خشیت اور انابت الی اللہ جس دل میں پیدا ہوتی ہے، اسے حرکت و حرارت اس خون سے ملتی ہے، جو معدہ میں پہنچنے والی غذا سے تیار ہوتا ہے۔ جس کے بغیر زندگی قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی لیے اسلام نے روح کے ساتھ مادہ کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ زہد، قناعت اور توکل خالص اسلامی اصطلاحات ہیں۔ ان کی شرح و تفسیر کرتے وقت دین اسلام کی جملہ تعلیمات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ زاہدانہ زندگی کا مطلب مجذوبانہ زندگی نہیں جس کا نتیجہ مجاوری اور جوگ ہے، قناعت اور توکل کا مفہوم یہ نہیں کہ جسم کو اذیت دی جائے اور بھوک و پیاس کی فطری خواہش کو ختم کر کے راہبانہ زندگی اختیار کی جائے۔ راہبانہ زندگی کے عبرتناک نتائج سے دنیا آگاہ ہے۔ دین اسلام کا کمال اور امتیاز یہی ہے کہ وہ روح اور مادہ دونوں کی ضرورت کا احساس دلاتا ہے اور دونوں کے درمیان حسین امتزاج پیدا کرتا ہے۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر وہ دونوں کو باہم ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ ہمارے دینی مدارس اپنے نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کے ذریعہ اسی اسلام کی تفہیم کراتے ہیں اور سماج و معاشرہ میں اسی کی تبلیغ و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشاعت کا فریضہ انجام دینے والے داعی اور معلم تیار کرتے ہیں۔

روحانی پہلو سے دیکھا جائے تو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے ان دینی مدارس نے تعمیر انسانیت کے باب میں بے مثال اور بیش قیمت خدمات انجام دی ہیں۔ وہ مدارس کے فضلاء اور فارغین ہی ہیں جو اس وسیع اور پھیلے ہوئے مسلم سماج میں اخلاقیات کا درس دیتے ہیں، جمعہ اور عیدین کے خطبات، دروس قرآن وحدیث اور اپنے مواعظ حسنہ سے دلوں میں خشیت الٰہی اور تقویٰ پیدا کرتے ہیں جو ہر نیکی و بھلائی کا سرچشمہ ہے۔ یہ مدارس ہی کا فیض ہے کہ بحمداللہ مسلم سماج کی اکثریت زنا، شراب، جوا اور چوری ڈکیتی کی لعنتوں سے محفوظ ہے۔ مجموعی لحاظ سے امت مسلمہ اپنی دینی ذمہ داری سمجھتی ہے کہ وہ معاشرہ اور سماج سے برائیوں کو ختم کرنے کی جدوجہد کرے اور وہ اپنی استطاعت کے مطابق یہ فریضہ انجام دیتی ہے۔ ارضی وسماوی آفات وبلیات کے مواقع پر یہ دوسرے برادران وطن کے ساتھ مصیبت زدوں کی مدد کرنے کے لیے آگے آتی ہے۔ فسادات کے مواقع پر متاثرین کے لیے ریلیف کا ایک بڑا کام تو اس کی مستقل ذمہ داری بن چکی ہے۔ امت کے اندر اس ذمہ داری کا احساس اس تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے جو مدارس اسلامیہ کے قیام کا اولین مقصد ہے۔ اپنی کمزور معاشی پوزیشن کے باوجود اس طرح کی رفاہی خدمات کے لیے ان کا اقدام کرنا قابل ستائش ہے، جس کا اعتراف کیا جانا چاہیے۔

خالص مادی نقطۂ نظر سے اگر مطالعہ کیا جائے تو انسانیت کی تعمیر وترقی کے لیے دینی مدارس کی خدمات کا دائرہ کافی وسیع نظر آتا ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ فرد کی تعمیر وترقی کے لیے تعلیم وتربیت لازمی ہے۔ اس کے بغیر نہ شخصیت کا ارتقا ہوسکتا ہے اور نہ فکر وذہن کی نشوونما ممکن ہے۔ ہندوستان کے دینی مدارس بالعموم پرائمری سے فضیلت تک کی تعلیم کا انتظام کرتے ہیں۔ پرائمری درجات میں اردو، ہندی، انگریزی کے علاوہ ریاضی، سائنس، سماجی علوم، جغرافیہ اور معلومات عامہ کی تعلیم انتہائی ٹھوس انداز میں دی جاتی ہے۔ پرائمری درجات کی تکمیل کے بعد بہت سے طلبہ سرکاری اسکولوں میں داخلہ لیتے ہیں اور وہ اپنے دوسرے ہم درس ساتھیوں سے کہیں زیادہ اچھے اور ممتاز ہوتے ہیں۔ بیشتر مدارس نے عربی درجات میں بھی فضیلت تک انگریزی کی تعلیم کا انتظام کیا ہے، جہاں بی-اے کی سطح تک انگریزی پڑھائی جاتی ہے۔ جبکہ بعض مدارس دینیہ نے اپنے عربی درجات میں بھی انگریزی کے ساتھ سائنس، ریاضی، ہندی، سیاسیات اور معاشیات کو داخل نصاب کر رکھا ہے۔ تعلیم کا یہ نظام بحمداللہ اتنا منظم اور مستحکم ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر فارغین مدارس کے ساتھ جانب داری نہ برتی جائے تو ایک سال سے لے کر تین سال تک کی کسی اضافی ٹریننگ کے بعد وہ کئی ایک سرکاری اداروں میں بحسن وخوبی اپنی خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

مدارس کے فارغین کی اکثریت سند فراغت حاصل کرنے کے بعد تعلیم و تدریس، تصنیف و صحافت، قضا و افتاء اور دعوت و تبلیغ کے شعبوں میں قدم رکھتی ہے۔ جن اداروں میں فارغین مدارس اپنی خدمات انجام دیتے ہیں وہ اپنی سکت و استطاعت کے مطابق انہیں مشاہرہ دیتے ہیں۔ رہائش اور کھانے کا بالعموم مفت انتظام کیا جاتا ہے۔ بعض مدارس نے فیملی کوارٹرس کی سہولت بھی مہیا کر رکھی ہے۔

موجودہ ہندوستان میں بے روزگاری کا جو طوفان ہے، اس سے پورا ملک پریشان ہے۔ ہماری حکومتیں پرائیویٹ سیکٹر میں ملازمت کے لیے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ایسی صورت میں ان مدارس کا ہمیں شکر گذار ہونا چاہیے کہ وہ ہزاروں اور لاکھوں افراد کو روزگار سے جوڑے ہوئے ہیں۔ جہاں تک مدارس میں مشاہروں کی مقدار کا مسئلہ ہے اور ہمارے ہمدرد اور بہی خواہ علماء کی تنخواہوں کو لے کر آئے دن اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہیں اس ہمدردی کے لیے ہم ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہماری ان سے درخواست ہے کہ ان مدارس کے ساتھ آپ بھی تعاون کریں تاکہ ان کی آمدنی میں اضافہ ہو جائے۔ آمدنی میں اضافہ ہوگا تو تنخواہوں کا معیار بھی انشاء اللہ ضرور بلند ہوگا۔ ویسے سرکاری اداروں میں بھی غیر مستقل ملازمین کی صورت حال بہت زیادہ اچھی نہیں ہے۔ مدارس کے ملازمین کے ساتھ ساتھ ہمیں ایسے سرکاری ملازمین کی بھی فکر کرنی چاہیے۔

بہت سے دینی مدارس کی تعلیمی اسناد کو ملک کی بعض یونیورسٹیوں نے منظوری دے رکھی ہے۔ اس کی وجہ سے فارغین کی ایک تعداد یونیورسٹیز میں داخلہ پاتی ہے۔ جہاں وہ اعلیٰ تعلیم کی ڈگری حاصل کر کے سرکاری ملازمتوں سے وابستہ ہو جاتی ہے۔ اس وقت تو ان کی خاصی تعداد بعض یونیورسٹیوں میں دکھائی دیتی ہے۔ جہاں وہ لکچرر، ریڈر اور پروفیسر کے طور پر اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ہماری اپنی کوتاہیوں اور اجتماعی شعور کی کمی کی وجہ سے یہاں اعداد و شمار کا فقدان نظر آتا ہے ورنہ بآسانی یہ بتایا جا سکتا تھا کہ آج ملک کی یونیورسٹیوں میں کتنے اساتذہ کرام ایسے ہیں جنہوں نے دینی مدارس سے اپنی تعلیم مکمل کی ہے۔ کاش ملک کی دینی جماعتیں اور تنظیمیں اپنا ایک شعبہ اس طرح کے اعداد و شمار اکٹھا کرنے کے لیے قائم کرتیں اور ان کے ذریعہ ملک کو یہ بتاتیں کہ جن مدارس کو تم بے سود اور غیر ضروری قرار دے رہے ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے ملک کو کتنے باصلاحیت افراد دیے ہیں اور ان سے ملک کے وقار میں کتنا اضافہ ہوا ہے۔

دینی مدارس کی خدمات کا ایک تابناک پہلو یہ بھی ہے کہ آج اس کے بہت سے فضلاء دنیا کے بہت سے ملکوں خصوصاً عرب ممالک میں برسر ملازمت ہیں۔ ان میں ایک بڑی تعداد ایسے علماء کی ہے جنھوں نے سعودی جامعات میں تعلیم حاصل کی ہے اور اپنی اعلیٰ اور امتیازی صلاحیتوں کی بنیاد پر عرب ممالک میں تعلیم و تدریس، تصنیف و تحقیق، دعوت و تبلیغ اور تجارتی و کاروباری اداروں میں نظم و انتظام کی ذمہ داریوں سے وابستہ ہیں۔ ان سیکڑوں اور ہزاروں افراد کے ذریعہ ہمارے ملک کی معیشت کو استحکام مل رہا ہے۔ عرب ممالک سے ہمارے ملک کے تعلقات وسیع ہو رہے ہیں اور ان افراد کی محنت و کمائی کی دولت سے ان کے اہل خانہ مستفید ہو رہے ہیں، ان کے بچے جدید تعلیم بھی حاصل کر رہے ہیں اور خاندان کے دیگر لوگ کاروبار اور تجارت سے بھی متعلق ہو رہے ہیں۔ مدارس کے یہ فضلاء باقاعدہ سرکاری سطح کی منظوری کے بعد سعودی جامعات میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے جاتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے پاس اعداد و شمار نہیں ہیں ورنہ یہ بتایا جا سکتا تھا کہ مدارس کے کتنے فارغین اس وقت عرب ممالک میں برسر روزگار ہیں اور ان کی تنخواہوں کے ذریعے ہمارے ملک میں کتنی دولت آ رہی ہے۔ موجودہ دنیا میں اعداد و شمار کا کھیل خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر مدارس کی اہمیت، افادیت اور ضرورت کا احساس دلانا ہے تو اعداد و شمار کے اس کھیل میں ہمیں شریک ہونا پڑے گا۔

فارغین مدارس کی بہتر معاشی زندگی کے لیے ہم آپ کی نیک خواہشات کی قدر کرتے ہیں۔ ہمیں آپ کی نیت پر بھی شک نہیں، سوال یہ ہے کہ آپ ہمارے لیے کیا کرنا چاہتے ہیں۔ فارغین مدارس نے کبھی آپ کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا، ان کے ذریعہ کہیں دھرنا نہیں دیا گیا، انہوں نے اپنی معاشی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے کبھی کوئی مظاہرہ نہیں کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ کو یہ مشورہ دینے کا حق تھا کہ تمہاری تعلیم ناقص ہے، تم سرکاری ملازمتیں حاصل کرنے کے اہل نہیں ہو، تمہارے اندر وہ صلاحیت نہیں ہے کہ کسی ذمہ داری کو سنبھال سکو۔ ہم چاہتے ہوئے بھی تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔ جب فارغین مدارس نے اس پہلو سے کہیں کوئی شکایت درج نہیں کرائی تو پھر ان کے تعلق سے بولنے کا حق کس کو ہے۔

صورت حال کا تجزیہ کرنے سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ اس ملک میں اسلامی اقدار و روایات کی اشاعت و استحکام، اسلامی تہذیب و ثقافت کی بقا اور فروغ، حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے درمیان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرق وتمیز کا شدت احساس اور اپنی انفرادی حیثیت کو باقی رکھنے کی جدوجہد کا سرچشمہ چونکہ دینی مدارس ہیں، وہاں کا نصاب تعلیم اور نظام تعلیم ہے۔ جب تک یہ باقی رہیں گے اس ملک میں مسلم اقلیت، اکثریت میں ضم نہیں ہوسکتی، اس لیے کوشش یہ ہورہی ہے کہ مختلف حیلے بہانوں سے ان کو بند کردیا جائے یا ان کی تصویر وساخت بدل دی جائے، اگر یہ ارادے ہیں تو انشاء اللہ یہ کامیاب نہیں ہوں گے کیوں کہ ہمارے ملک کے دستور نے ہمیں اپنی مذہبی تعلیم حاصل کرنے اور اسے فروغ دینے کا حق دیا ہے۔ دینی مدارس اپنے اس دستوری حق کا استعمال کررہے ہیں۔ ہمیں فخر ہے کہ ہمارے ملک کے سیکولر مزاج رہنماؤں نے ہمیں ایک ایسا دستور اور آئین دیا ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ لبرل اور ملک کی ہر اقلیت کے لیے اطمینان بخش ہے۔

سچر کمیٹی کی حالیہ رپورٹ کی روشنی میں دیکھا جائے تو مسلمانوں کے صرف چار فی صد بچے دینی مدارس میں تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ یہ مختصر تعداد تعلیم وتربیت حاصل کرکے جب میدان عمل میں اترتی ہے تو اس کے سامنے کئی کام ہوتے ہیں۔ اپنے ذوق اور صلاحیت کے مطابق بہت سے طلبہ دینی مدارس و مساجد کا رخ کرتے ہیں، کچھ تصنیف وصحافت کے کام سے وابستہ ہوجاتے ہیں اور ایک بڑی تعداد صنعت وتجارت سے متعلق ہوجاتی ہے۔ حالیہ چند برسوں میں بعض مدارس نے کمپیوٹر کی تعلیم کا اضافی انتظام کیا ہے، باذوق طلبہ فراغت کے بعد کمپیوٹر کی مزید تربیت حاصل کرکے کمپیوٹر آپریٹر بن جاتے ہیں۔ فارغین مدارس کی خاصی تعداد اس وقت اخبارات ورسائل اور اشاعتی اداروں میں اپنی خدمات انجام دے رہی ہے۔ جو حضرات ان کی بہتر معاشی زندگی کے لیے اپنی ہمدردیوں کا اظہار کرتے ہیں، ان سے سوال یہ ہے کہ کیا ان مسلم بچوں کے مسائل آپ نے حل کردیے جو عصری اسکولوں کے سند یافتہ ہیں اور جنھوں نے یونیورسٹیز سے اعلیٰ تعلیم کی ڈگری حاصل کی ہے۔ کیا مسلمانوں میں جدید تعلیم کی کمیت اور کیفیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ سول سروسز کے امتحانات میں کامیاب نہیں ہو پاتے۔ بات صرف آئی-اے-ایس اور آئی-پی-ایس بننے کی کیوں کی جاتی ہے۔ کیا ان کی تعلیم اتنی بھی نہیں ہے کہ انہیں دوسرے سرکاری اداروں میں ملازمت مل سکے۔ بات صرف یہ ہے کہ آبادی کے تناسب کے لحاظ سے ملک کی تمام ریاستیں مسلمانوں کو ملازمت دینے کے لیے تیار نہیں ہیں اور جب ریزرویشن کی بات آتی ہے تو اسے ایک سیاسی اور فرقہ وارانہ رنگ دے دیا جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان کے دینی مدارس اپنے محدود وسائل کے باوجود ہزاروں اور لاکھوں مسلم بچوں اور بچیوں، جن میں ایک متعد بہ تعداد یتیموں کی ہوتی ہے، کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری کا بارگراں اٹھائے ہوئے ہیں اور ملک کے بیشتر صوبوں میں ان کا یہ فیض جاری ہے۔ ان مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے بچوں کی اکثریت ایسے خاندانوں سے تعلق رکھتی ہے، جو معاشی اعتبار سے کمزور اور پس ماندہ ہیں۔ عصری اسکولوں اور پبلک تعلیمی اداروں کی فیس ادا کرنے کی جن کے اندر طاقت نہیں ہے۔ جن مسلم خاندانوں کو اپنی روزی روٹی کے لیے بے پناہ مشقت اٹھانی پڑتی ہو، جو تنگ مکانوں میں رہائش اختیار کرنے پر مجبور ہوں، جو اپنے گھروں پر ٹیوشن دینے کی استطاعت نہیں رکھتے بلکہ بسا اوقات اپنے بچوں کو ضروری غذا فراہم کرنے سے قاصر ہیں، اگر ان کے بچوں کو دارالاقامہ کی سہولت فراہم کرکے یہ مدارس ان کی تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں تو وہ تنقید والزام کے نہیں بلکہ ہماری حکومت کی تائید وستائش کے مستحق ہیں۔ ایسے تعلیمی اداروں کے لیے حکومت ہند اگر کچھ نہیں کرسکتی تو ان کے لیے مفت بجلی اور پانی کی سہولت ہی فراہم کردے، ان کے لیے ٹرانسپورٹ کی آسانی فراہم کردے، انہیں زمین فراہم کردے، یہ اس کے لیے چنداں مشکل نہیں ہے۔ اپنے شہریوں کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے اس نظام کو مزید مستحکم کرنے کے بجائے، اسے تنقید کا نشانہ بنانا حق وانصاف کے خلاف ہے۔

دینی مدارس پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ وہ تشدد اور نفرت کی تعلیم دیتے ہیں۔ یہ الزام بھی وہ حضرات لگاتے ہیں جو یہ جانتے ہی نہیں کہ مدارس کا نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کیا ہے۔ مدارس کے نصاب تعلیم میں قرآن وحدیث کی تعلیم کو کلیدی درجہ حاصل ہے۔ قرآن وحدیث کی تعلیمات انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ جو تعلیم انسان کی فطرت سے ہم آہنگ ہو، اس کو حاصل کرکے ایک انسان دنیا کا خادم تو ہوسکتا ہے، اس میں بسنے والے انسانوں کے درمیان نفرت پھیلانے والا کیوں کر بن سکتا ہے۔ اسلام سراپا رحمت ہے، اس کا حامل متشدد کیسے ہوسکتا ہے۔ تشدد اور نفرت کے الفاظ کا یہاں غلط استعمال ہورہا ہے۔ جو بات حق ہے، اس پر اٹل رہنا تشدد نہیں، حق وانصاف کا فطری تقاضا ہے۔ بسا اوقات علمائے دین کی طرف سے اسلام کے کسی موقف پر جب ثابت قدمی اور غیر لچک دار رویہ کا مظاہرہ ہوتا ہے تو میڈیا اسے تشدد کا نام دیتی ہے اور ہمارے بعض سادہ لوح دانشور بھی ان کی آواز میں اپنی آواز ملانے لگتے ہیں۔

ہندوستان کے مختلف حصوں میں انھیں مدارس کے بعض فضلاء نے جدید تعلیمی ادارے قائم کیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ جہاں وہ کوشش کرتے ہیں کہ مسلم طلباء اپنی تہذیبی شناخت و انفرادیت کے ساتھ عصری تعلیم حاصل کریں۔ وہ کوشش کرتے ہیں کہ جس طرح حکومت نے ان کی اسناد منظور کی ہیں اس طرح انہیں مالی تعاون بھی دے۔ یہ کوششیں کبھی بارآور ہو جاتی ہیں اور کبھی نہیں ہوتیں۔ یہاں ایک سوال یہ کیا جاسکتا ہے کہ جب حکومت کے پرائمری اسکول اور کالج موجود ہیں تو ان میں داخلہ لے کر مسلم طلبہ تعلیم کیوں نہیں حاصل کرتے۔ جبکہ ان کی فیس بھی بہت کم ہوتی ہے۔ یہ سوال قابل توجہ ہے اور اس سلسلے میں ملت کے اندر بیداری پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں ملت کے جو تحفظات ہیں ان کو سنجیدگی سے حل کرنے کے لیے عمائدین ملت کو سامنے آنا چاہیے۔

ہمارا ملک ایک سیکولر ملک ہے۔ اس کے آئین کا اپنا کوئی مذہب نہیں۔ دستور میں ہندوستان کے تمام مذاہب کو ایک نظر سے دیکھا گیا ہے۔ اس کے باوجود بعض پرائمری اسکولوں اور کالجوں میں محض مسلمانوں کو ذہنی اذیت پہنچانے کے لیے سرسوتی کی پوجا، وندے ماترم اور اساتذہ کے پیر چھونے اور انہیں ہاتھ جوڑ کر نمستے کرنے پر بڑا زور دیا جاتا ہے اور اسی کو طلبہ کی سعادت مندی اور ان کے مہذب ہونے کا مظہر قرار دیا جاتا ہے۔۔ اسلام نے مسلمانوں کو صرف اللہ کی پوجا کرنے کا حکم دیا ہے، وہ اللہ کے پیدا کیے ہوئے اپنے جیسے انسانوں اور اس کی دیگر مخلوقات کی پوجا نہیں کرتے۔ کسی کے آگے جھکنا اور پیر چھونا اسلام کی تہذیبی روایات اور اس کے اقدار کے منافی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی حد تک یہ صورت حال بھی سرکاری تعلیمی اداروں سے مسلم طلبہ کے دور کرنے کی ذمہ دار ہے۔ پرائمری سطح کے بچوں میں بہت زیادہ اپنے مذہب اور تہذیب وثقافت کا شعور نہیں ہوتا، ان کا ذہن آئینہ کی طرح صاف شفاف ہوتا ہے۔ اس عمر میں مسلم طلبہ ہندو تہذیب کے ان مظاہر سے لازمی طور پر متاثر ہوتے ہیں۔ اس کے لیے ہماری حکومت کو کوئی مناسب اقدام کرنا چاہیے اور مسلمانوں کو یہ حق دینا چاہیے کہ ان کے بچے اپنے تشخصات کے ساتھ ان سرکاری تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرسکیں۔ معاشی طور پر بدحال اس ملت کو الگ سے تعلیمی بوجھ اٹھانے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ اس نے اپنی زندگی داؤں پر لگا کر اپنا مستقل تعلیمی نظام صرف اس لیے کھڑا کیا ہے تاکہ اس کا اپنا امتیاز اور تشخص باقی رہے۔

.....☆☆☆.....

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند اہم موضوعات پر علمی تحقیق

ایک دینی وملی ضرورت

دین اسلام کا امتیاز یہ ہے کہ اس نے دنیا کو ایک ایسی شریعت عطا کی ہے، جس کی ہدایت اور رہنمائی سے زندگی کے تمام شعبے روشن اور واضح ہیں اور اللہ کے وعدہ اور ضمانت کے مطابق قیامت تک اس کی یہی حیثیت باقی اور قائم رہے گی۔ اسلامی شریعت کی ابدی اور دائمی حیثیت پر جب ہم گفتگو کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں معاشرت، معیشت، سیاست اور تہذیب وثقافت کے جو خدوخال ہیں، اس میں کسی طرح کا کوئی تغیر نہیں ہوگا اور ان کے تمام مظاہر ٹھیک وہی رہیں گے جو اسلام کے ابتدائی دور میں تھے۔ اسلام میں حالات وزمانہ کی رعایت کے مسئلہ پر جو بحثیں علمائے اسلام کے یہاں ملتی ہیں، ان کے تفصیلی مطالعہ سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اسلام کا شعبہ عقائد وعبادات غیر متبدل ہے، اس میں کوئی حذف واضافہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس کے مظاہر کو حسب خواہش تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اس کے برعکس معاملات کی شکل وصورت تبدیل بھی ہوتی ہے اور ان کے مظاہر زمان ومکان کے اثرات قبول بھی کرتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی ان میں اسلام کی روح کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

تقلید وجمود، اسلام کی فطرت سے ہم آہنگ نہیں۔ صدیوں پہلے کے استنباط کردہ مسائل پر اصرار ہی کا نتیجہ ہے کہ ہم خود فراموشی کا شکار ہو چکے ہیں۔ انسان کی آزادی، سیاسی نظام زندگی، معاشیات کی تنظیم اور عورتوں کے حقوق وفرائض جیسے بیسیوں مسائل ہیں، جن پر اسلام کا واضح نقطۂ نظر فنی وتحقیقی ترتیب کے ساتھ دنیا کے سامنے آنا چاہئے۔ اب دنیا کو یہ کہہ کر مطمئن کرنا آسان نہیں ہے کہ دین اسلام ایک الہامی دین ہے، اسے قبول کروگے تو جنت میں جاؤ گے اور انکار کی صورت میں جہنم کی سزا بھگتنا ہوگی۔ آج کا انسان کسی فکر، نظریہ، طرز زندگی اور طریقۂ حیات کو اس لیے بھی اپناتا ہے کہ اس میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے لیے سکون اور راحت محسوس کرتا ہے، اس کی عقل اسے تسلیم کرتی ہے اور وہ اس کے دلائل سے مطمئن ہوتا ہے۔ سامعین کی علمی اور فکری سطح کی رعایت اسلامی دعوت کی اولین ترجیح ہے۔ لہذا اس سلسلہ میں منصوبہ بندی کرنا اور نوجوان مسلم اسکالرس کو اس مقصد کے لیے تیار کرنا ملت کی ذمہ داری ہے۔

اہم مقاصد پیش نظر نہ رکھنے اور عصری مسائل سے آنکھیں بند کر لینے کا نتیجہ یہ ہے کہ ملت کی بعض اکائیاں اور اس کی بعض دینی تنظیمیں فتنہ وفساد میں مبتلا ہوگئی ہیں۔ اسلام کا علمی دفاع کرنے کے بجائے ایسے واعظین کی پیٹھ تھپ تھپا رہی ہیں جو اپنی منفی باتوں سے اسلام اور مسلمان دونوں کو بدنام کر رہے ہیں۔ ہندوستان میں صورت حال کچھ زیادہ ہی بدتر دکھائی دیتی ہے۔ یہاں کی دینی جماعتوں کی معنویت تقریباً ختم ہو چکی ہے۔ اسلام کا شعور رکھنے والی جماعتوں سے وابستہ ''اقتیاز وزہاد'' کرسیوں کے حصول کے لیے نہ صرف ہاتھا پائی کرتے ہیں بلکہ منہ سے جھاگ اڑا اڑا کر ایک دوسرے کی عزت پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ منصب، دولت اور شہرت کے لیے جو لوگ اس پریشان حال ملت پر بوجھ بن گئے ہوں، ان سے آپ کیا امید کر سکتے ہیں۔ زوال یافتہ قوموں میں حصول مقاصد کے لیے یک جہتی، اتحاد اور اجتماعیت ایک سراب ہے، جہاں مایوسیوں اور محرومیوں کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ ہندوستان کی تقریباً تمام دینی جماعتیں اندرونی انتشار کا شکار ہیں، ان کے وسائل کا بڑا حصہ کشمکش کو دور کرنے اور اسے دبانے میں صرف ہوتا ہے۔ اسلاف کے زریں کارنامے گنا گنا کر اگر کچھ لوگ اپنا قد اونچا کر رہے ہیں تو انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے، ان سے نبرد آزما ہو کر آپ انھیں طاقت فراہم کریں گے۔ اگر آپ انھیں قصہ پارینہ یا کسی میوزیم کا حصہ بنانا چاہتے ہیں تو انھیں فراموش کر دیجیے، وہ اپنی موت آپ مر جائیں گے۔

ملت میں صالح اور باشعور لوگوں کی کمی کبھی نہیں رہی۔ آج بھی بہت بڑی تعداد ہے جو ملت سے لینے کے بجائے اسے دے رہی ہے۔ مخلصین اس وقت سامنے آتے ہیں جب وہ کوئی ایسا کام دیکھتے ہیں جس سے ملت کے کاز کو تقویت پہنچتی ہے۔ ایسے ہر کام کے لیے وہ بے دریغ روپیہ صرف کرتے ہیں اور اس کام سے وابستہ لوگوں کی کفالت کرتے ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ سلگتے مسائل پر اظہار خیال کیا جائے اور اخلاص کے ساتھ ان موضوعات کو زیر بحث لایا جائے جو ملت کی بقا اور استحکام کے لیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہیں۔ آج کے دور میں چار موضوعات ایسے ہیں جن پر اسلام کا موقف واضح ہونا حد درجہ اہم ہے۔ ان کو نصوص کتاب وسنت، آثار صحابہ اور سلف صالحین کے اقوال سے اس طرح مدلل کیا جائے کہ ایک مسلمان شرح صدر کے ساتھ اسے قبول کر سکے۔ ذیل میں ذیلی عنوانات کے تحت ان کی تفصیل پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے:

ا۔ خواتین کی آزادی اور ان کا دائرۂ کار:

عصر حاضر میں اسلام پر سب سے زیادہ اعتراضات مسلم خواتین کے حقوق اور ان کے اختیارات کے سلسلے میں کیے جاتے ہیں۔ پردہ، مردوں سے عدم اختلاط، تفریح گاہوں سے دوری اور اپنی مرضی کے مطابق پیشہ اختیار کرنے پر پابندی جیسے دسیوں سوالات ہیں جو بار بار اٹھائے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کا خاصا بڑا طبقہ خواتین کے سلسلے میں ان افکار وخیالات کا ہم نوا بن چکا ہے جو اہل مغرب نے تراشے ہیں اور وہ ان ہی راہوں پر چل پڑا ہے جن پر اہل مغرب چلتے ہیں۔ ہم جس عزت وناموس کے تحفظ کی دہائی دیتے ہیں، اب اس کی نظر میں اس کی کوئی معنویت نہیں ہے بلکہ بعض متدین حضرات اس بات کے حوالہ اور تذکرہ کو بلا وجہ کا اندیشہ اور خدشہ بتا کر اسلام کے نمائندوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ ہر آزاد خیال عورت کو شبہ کی نظر سے دیکھنا الزام تراشی اور بہتان تراشی کے زمرہ میں آتا ہے۔

سوال یہ نہیں ہے کہ مسلم سماج کی روایات کیا رہی ہیں بلکہ غور وفکر کا اصل محور یہ ہونا چاہئے کہ اسلام نے خواتین کے سلسلے میں کیا احکام دیے ہیں؟ عہد اول یا دوسرے لفظوں میں عہد رسالت میں واقعی صورت حال کیا تھی؟ کیا مسلم خواتین کسی طرح کا کوئی کام نہیں کرتی تھیں؟ اگر کرتی تھیں تو اس کی نوعیت کیا تھی؟ کیا گھر کی صفائی ستھرائی، سینا پرونا اور کھانا بنانا ہی عورتوں کی دینی واخلاقی ذمہ داری ہے یا اسلام نے انھیں دوسرے شعبوں میں بھی کوئی کردار ادا کرنے کی اجازت دی ہے؟ ان مسائل اور موضوعات پر کتاب وسنت اور قرون مشہود لہا بالخیر کے آثار کی روشنی میں واضح اور مدلل گفتگو کرنے کی ضرورت ہے۔ خواتین کے مسائل اور موضوعات پر ہمارے یہاں دینی لٹریچر کی بہت کمی ہے۔ خواتین کے مسئلے پر اس وقت عربی زبان میں خاصا لٹریچر تیار ہو رہا ہے، ضرورت ہے کہ اس سے استفادہ کیا جائے اور اپنی ضرورت کے مطابق اسے اردو میں منتقل کیا جائے۔ معاشرتی مسائل پر اردو میں لکھنے والوں میں ایک بڑا اور مستند نام مولانا سید جلال الدین عمری حفظہ اللہ، امیر جماعت اسلامی ہند، کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔محترم کی کئی ایک تصانیف خواتین کے موضوع پر ہیں۔ان میں تفصیل سے وہ اعتراضات بھی زیر بحث آئے ہیں جو اہل مغرب یا مغرب زدہ لوگ کرتے ہیں اور ان موضوعات پر بھی خاصا مواد موجود ہے جو مسلمانوں کی عملی کوتاہیوں کا نتیجہ ہیں۔بعض فقہی مسائل اور ائمہ فقہ کے اختلافات کے تعلق سے جس اجتہاد کی ضرورت ہے،اس کی کمی کا احساس ضرور ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود مولانا نے اپنی تصانیف میں عورتوں کے حقوق وفرائض کے تعلق سے اسلام کے موقف کو مدلل انداز میں پیش فرمایا ہے۔ضرورت ہے کہ بعض نئے مسائل اور موضوعات پر بھی کتابیں تصنیف کی جائیں اور انھیں دنیا کی تمام زندہ زبانوں میں پیش کیا جائے۔

۲۔اسلامی سیاست اور اس کے اصول وضوابط

دور حاضر میں سیاست نے ہر چیز کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔عالمی سطح پر دنیا جمہوریت سے آشنا ہے یا ڈکٹیٹرشپ سے۔اسلامی سیاست کے اصول وضوابط مرتب نہ ہونے کی وجہ سے خود عالم اسلام جمہوریت اور ڈکٹیٹرشپ کے دو خانوں میں منقسم ہے۔ڈکٹیٹرشپ میں انسان کی آزادی کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے اور جمہوریت میں لوگ اس طرح آزاد ہو جاتے ہیں کہ اپنی فطرت اور اس کے تقاضوں کو بھی فراموش کر بیٹھتے ہیں۔ہم جنسی کی شادی معیوب نہیں رہ جاتی بلکہ اس غیر فطری عمل کو قانونی جواز عطا کرنے کے لیے بڑے بڑے وکلاء اور ماہرین قانون اپنی ساری صلاحتیں صرف کر دیتے ہیں۔جمہوریت میں اخلاقیات کا کوئی معیار باقی نہیں رہتا،سیاسی جماعتیں جھوٹ اور فریب کے سہارے خود کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتی ہیں اور ان کی ترجیحات میں عوامی فلاح وبہبود کو جگہ مشکل سے مل پاتی ہے۔ان کی تمام کوششیں اپنی سیاسی جماعت کے اردگرد گھومتی ہیں۔شفافیت اور کھلے پن کا مظاہرہ نہیں ہوتا بلکہ منافقت اس طرز حکومت کی شناخت اور پہچان بن جاتی ہے۔

اسلامی سیاست کے تعلق سے یہ عجیب بات ہے کہ اس موضوع پر متقدمین نے کوئی بہت زیادہ سرمایہ نہیں چھوڑا ہے۔تقریباً تمام مسالک کی فقہی کتابیں سیاسی مسائل پر خاموش ہیں۔حدود وتعزیرات کی تفصیل تو ضرور ملتی ہے لیکن نظام حکومت کو درست کیسے رکھا جائے؟ حکمراں اپنی ذمہ داریاں نہ ادا کریں تو رعایا کیا کرے؟ خود حکمراں کے انتخاب میں اسلام کا نقطۂ نظر کیا ہے اور اس کے تطبیق کی صورت کیا ہوگی؟ بعض احادیث اس موضوع پر ضرور ملتی ہیں کہ اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبردستی حکومت پر قبضہ کر لینے والے مسلم حکمراں کو تخت حکومت سے ہٹانا درست نہیں ہے کیوں کہ اس سے فتنے پیدا ہوں گے، بہت سے معصوموں کا خون بہے گا اور مال و دولت کی تباہی و بربادی لازم آئے گی۔ آج علم سیاست ایک فن کی شکل اختیار کر گیا ہے، کیا ہم فنی اعتبار سے علم سیاست پر اسلام کی روشنی میں گفتگو کرنے کے لیے تیار ہیں۔

دور حاضر کی بعض اسلامی تحریکات نے سیاست اور حکمرانی کو موضوع بحث بنایا ہے اور انھوں نے اس سلسلے میں کتابیں بھی لکھی ہیں لیکن ان کے بارے میں عمومی احساس یہ ہے کہ مغربی مفکرین کے سیاسی افکار و نظریات کو اسلامی لباس پہنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام کا اپنا کوئی مستقل سیاسی فکر یا نظام نہیں ہے بلکہ اس کے اپنے کچھ اصول ہیں جنھیں وہ کسی بھی حکومت میں کارفرما دیکھنا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں راقم کو مولانا محمد تقی امینی رحمہ اللہ سابق ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی ایک بات یاد ہے، انھوں نے میرے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا: میاں اسلام نہ سرمایہ داری کا مخالف ہے نہ اشتراکیت کا، اسی طرح وہ نہ جمہوریت کا مخالف ہے نہ ڈکٹیٹرشپ کا، اسلام کی اپنی ترجیحات اور اس کے اپنے کچھ اصول ہیں، ان کی رعایت جو بھی کرے اسلام میں وہی مطلوب ہے۔

دور حاضر کا ذہن چاہتا ہے کہ اسلامی سیاست مربوط انداز میں اس کے سامنے آئے، اس کے خدوخال واضح اور نمایاں ہوں اور جس طرح اس کا اعلان ہے کہ وہ ایک مکمل نظام زندگی ہے تو سیاست بھی زندگی کا ایک ناگزیر حصہ ہے اس کی تصویر پورے طور پر واضح ہونی چاہئے۔ دنیا میں اسلام کی بالادستی قائم کرنے کے لیے یہ ضروری ہے۔ اس تعلق سے جذباتی تحریر یا بیانیہ انداز اصحاب فکر و دانش کو مطمئن نہیں کر سکتی۔ سائنٹفک طرز استدلال اور نصوص سے مدلل تحریریں ہی کارآمد ہو سکتی ہیں۔

۳۔ اسلامی اقتصادیات کے اصول اور ان کی تطبیق

جدید دنیا میں اقتصادیات پر سب سے زیادہ کام ہو رہا ہے، زراعت کے میدان میں کافی ترقی ہوئی ہے، صنعت و حرفت کو جدید ٹیکنالوجی نے آسمان پر پہنچا دیا ہے اور اپنی اقتصادیات کو ترقی دینے کے لیے ہر ملک دوسروں سے بازی لے جانے کی جدوجہد میں لگا ہوا ہے۔ خدا بیزار اور مادہ پرست دنیا اس دوڑ میں تمام انسانی قدروں کو فراموش کر چکی ہے۔ دھوکا، فریب، جھوٹ اور مکاری اس کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے۔ کمزوروں کا استحصال، رشوت اور سود آج کی اقتصادیات کی ناگزیر ضرورت ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی اقتصادیات یا معاشیات کے سلسلے میں اسلام کے نقطۂ نظر کی وضاحت مسلم اسکالرس گزشتہ نصف صدی سے کر رہے ہیں۔ بعض اسلامی ممالک بالخصوص سعودی عرب نے سرکاری سطح پر اس کے لیے مخصوص ادارے قائم کیے ہیں جہاں اسلامی اقتصادیات کے ماہرین تحقیق و ریسرچ میں مصروف ہیں لیکن تیزی سے بدلتی دنیا کی رفتار اس قدر تیز ہے کہ اس کا پیچھا کر پانا مشکل ہو رہا ہے۔ دنیا کی معیشت کو کنٹرول کرنے والے لوگوں نے دنیا کو اپنے دام تزویر میں اس طرح پھنسا لیا ہے کہ اس سے رہائی پانا آسان نہیں ہے۔

مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اسی دنیا میں رہ کر انھیں اپنی معیشت کا انتظام کرنا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ حلال روزی کمائیں، ان کی تجارت سودی لین دین سے پاک ہو اور شکوک وشبہات سے آزاد ہو کر شرح صدر کے ساتھ کاروبار کر سکیں۔ زندہ رہنے کے لیے کھانا پینا، سر چھپانے کے لیے مکان، دوا علاج اور اپنے بچوں کی اعلیٰ تعلیم کے لیے روپے پیسے کی ضرورت ہر کسی کو ہے۔ حکومتوں نے اپنے شہریوں کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے کئی طرح کی اسکیمیں شروع کر رکھی ہیں، بعض نیم سرکاری ادارے بھی اس میدان میں کافی سرگرم ہیں اور اپنی بعض پالیسیوں کے ذریعے عوام میں کافی مقبول بھی ہیں۔ ہمارے ملک میں برادران وطن کی خاصی بڑی تعداد ان اسکیموں سے فیض یاب ہو رہی ہے۔ مگر ایک مسلمان اس طرح کی کسی اسکیم کی پالیسی لینے سے احتراز کرتا ہے، اگر کچھ لوگوں نے اسے اپنا بھی رکھا ہے تو ان کے دل پر ایک بوجھ سا بنا ہوا ہے۔ اقلیت کی حیثیت سے ایک ایسے ملک میں زندگی گزارنا جہاں کی معیشت کو یرغمال بنا لیا گیا ہو، بہت زیادہ آسان نہیں ہے۔ دینی مدارس اور اسلامی تنظیموں سے وابستہ علماء اور ہمارے مفتیان کرام صنعت اور تجارت کی ان پیچیدگیوں سے عملاً واقف نہیں ہیں اس لیے ان کی بہت سی شکلوں سے متعلق حلت وحرمت کا فتویٰ صادر فرمانے میں انھیں کافی دشواری ہوتی ہے۔

ایک شخص روپے پیسے کا مالک تو ہے لیکن کاروبار کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے، اپنے اس ملک میں وہ کس طرح سرمایہ کاری کرے؟ دھوکہ اور فریب سے بچنے کے لیے بعض لوگوں نے نصف پیداوار پر اپنی زمینوں کو بٹائی پر دینے کے بجائے ایک متعینہ رقم پر ایک سال یا کئی سالوں کے لیے دینا شروع کر دیا ہے۔ کیا اس شکل کو عرف کے دائرہ میں لے کر جائز قرار دیا جا سکتا ہے؟ اسی طرح پھلوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باغات اور مچھلیوں کے تالاب بیچنے میں بھی ان اصولوں کی رعایت نہیں کی جارہی ہے جن کی نشان دہی احادیث سے ہوتی ہے۔ کیا اسے بھی عرف کے دائرہ میں لایا جاسکتا ہے؟ قسطوں پر سامان بیچنے اور خریدنے کا سلسلہ چل پڑا ہے، اس میں خریدار کو یہ فائدہ ہے کہ جس گراں چیز کو وہ ایک ساتھ رقم ادا کر کے نہیں خرید سکتا اسے قسطوں میں بآسانی خرید لیتا ہے، بیچنے والے کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اسے کچھ زیادہ رقم مل جاتی ہے۔ اس طرح کی خرید وفروخت کو بھی بعض لوگ شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ کیا ان کا نظریہ درست ہے؟ مختصر یہ کہ ان سارے موضوعات پر گفتگو اس طرح ہو کہ ایک مسلمان شرح صدر کے ساتھ تجارت کر سکے، کوئی پیشہ اپنا سکے یا کوئی ملازمت کر سکے۔

۴۔ اسلامی تہذیب اور اس کی شناخت کا تحفظ

چوتھا اور آخری موضوع اسلامی تہذیب اور اس کے مظاہر کی تعیین کا ہے۔ موجودہ دنیا میں بعض اسلامی شعائر کو لے کر عجیب وغریب صورت حال پیدا ہوگئی ہے۔ اسکولوں میں زیر تعلیم مسلمان بچیوں کو سر ڈھکنے سے روکا جارہا ہے، کہیں برقعہ اتار کر ہی کلاس روم میں جانے کی اجازت ملتی ہے، لمبی داڑھی والا ہر مسلمان اسامہ بن لادن دکھائی دیتا ہے بلکہ پولیس تھانوں میں داڑھی والے مسلمانوں کو اخلاقیات سے مزین ہماری پولیس اسامہ بن لادن کہہ کر ہی پکارتی ہے۔ کرتا پاجامہ عام لباس ہے جسے پہن کر آپ ہر جگہ جاسکتے ہیں یا یہ صرف سونے کا لباس ہے؟ مسلمانوں کے کھانے پینے کے خاص طریقے ہیں، مجلسوں اور تقاریب میں مرد وزن کا اختلاط ان کے یہاں ناپسندیدہ ہے، ان کے رہائشی مکانات اور ان کی عبادت گاہیں دوسروں سے مختلف ہوتی ہیں، ان کے ملنے جلنے کے خاص آداب ہیں، وہ اپنی خوشیوں کا اظہار خاص طریقے سے کرتے ہیں، اسی طرح غم کے مواقع پر ان کا انداز دوسروں سے مختلف ہوتا ہے۔ وہ بول چال کی اپنی مخصوص زبان رکھتے ہیں اور ان کا طرز تخاطب بھی جداگانہ ہوتا ہے۔

مسلمانوں کی تہذیبی شناخت کو بہت سے لوگ ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، وہ اپنے بعض مذہبی شعائر کو قومی شعائر قرار دے کر مسلمانوں سے امید کرتے ہیں کہ وہ انھیں اپنا کر اپنی وطن پرستی کا ثبوت دیں گے۔ اب تو بعض سرکاری تقریبات میں بھی خالص ہندوانہ طریقے اپنائے جانے لگے ہیں اور مسلمان وہاں موجود رہنے اور تالی بجانے پر مجبور ہے۔ مسلمانوں کی اپنے دین سے غفلت کے نتیجے میں یہ تاثر عام ہو چکا ہے کہ ان کی اپنی کوئی مذہبی اور تہذیبی شناخت نہیں ہے۔ ملک کے پہلے وزیر اعظم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پنڈت جواہر لعل نہرو نے اپنی کتاب ''DISCOVERY OF INDIA'' میں لکھا ہے کہ مجھے لٹھے دار پاجامہ اور ٹونٹی دار بدھنے کے علاوہ مسلمانوں کی تہذیب میں کوئی تیسری چیز نظر نہیں آتی۔ جب ایک پڑھے لکھے اور ذمہ دار انسان کا یہ حال ہے تو دوسروں سے کیا امید کی جاسکتی ہے۔

اسلامی تہذیب کے مظاہر میں فنون لطیفہ بھی آتے ہیں جن میں آرٹ، مصوری، نغمے، موسیقی اور ٹی-وی وغیرہ کو نمایاں طور پر شامل کیا جاسکتا ہے۔ یہ وسائل Information کا بھی کام دیتے ہیں اور ان سے تھکا ہوا انسان ذہنی سکون بھی حاصل کرتا ہے۔ دورِ جدید میں ان کی معنویت اس قدر بڑھا دی گئی ہے کہ کوئی بھی سماج و معاشرہ اپنے آپ کو ان سے علاحدہ نہیں کرسکتا۔ ان میں شریعت کے احکام کیا ہیں؟ کن چیزوں کو کس حد تک استعمال کرنا جائز ہے؟ اس پر واضح گفتگو اور علمی تحقیق کی ضرورت ہے۔ فنون لطیفہ کے حوالے سے اسلام پر یہ الزام بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ انسان کے ذوق لطیف اور اس کے جمالیاتی احساسات کی رعایت نہیں کرتا بلکہ متدین حضرات یکلخت فنون لطیفہ کی تمام چیزوں کو ناجائز اور حرام کہہ دیتے ہیں جبکہ واقعہ یہ ہے کہ انسان کو فنون لطیفہ کی کئی چیزوں سے فرحت ملتی ہے اور اس کے جمالیاتی احساسات کو توانائی حاصل ہوتی ہے۔ اسلام کے دورِ اول میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہاں شادی وغیرہ کی تقریبات میں اور خوشی کے دوسرے مواقع پر نغمے اور موسیقی وغیرہ کا رواج ملتا ہے۔ دورِ حاضر میں اس قسم کے نصوص کی تطبیق کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔ اب تو انٹرنیٹ کا زمانہ ہے جس میں مفید چیزوں کے ساتھ ساتھ خرافات کی پوری ایک دنیا آباد ہے، ٹیلی ویژن میں ضروری اور مفید چیزوں کے ساتھ ساتھ مخرب اخلاق کی نوعیت کی چیزیں بھی کثیر مقدار میں موجود ہیں۔

اسلامی تہذیب اور اس کے مظاہر پر تفصیل سے کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اس کی معنویت بھی سمجھ میں آسکے اور ایک مسلمان ایمان داری اور کھلے دل کے ساتھ اس پر عمل بھی کرسکے۔ اس کے لیے ہمیں اسلام کے طویل ترین دور کا تاریخی مطالعہ بھی کرنا ہوگا کہ مسلمان جس خطے میں گئے، اس کی آب وہوا اور مقامی آبادی کے حساب سے اپنے آپ میں کیا تبدیلیاں کیں؟ مقامی تمدن اور ثقافت کے اسلامائزیشن کے سلسلے میں ان کا فکری اور عملی رویہ کیا رہا؟ یہ مطالعہ اور تجزیہ اگر ہماری تحقیق کا موضوع بن سکے تو اس سے وقت کی ایک ضرورت کی تکمیل ہوسکتی ہے۔

.....☆☆☆.....

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملک کی موجودہ صورت حال

اور ہماری دینی جماعتیں

ملک میں فرقہ وارانہ تشدد، اقلیتوں کے ساتھ ظلم وزیادتی، شر پسند عناصر کی ملک دشمن سرگرمیوں کو نظر انداز کرنے کی پالیسی اور انتظامی اداروں میں کھلے پن اور شفافیت کے فقدان کی وجہ سے عام شہریوں میں اضطراب و بے چینی مسلسل بڑھتی جارہی ہے۔ مذہبی منافرت پھیلانے والے امن وسکون کو غارت کر کے صاف بچ نکلتے ہیں۔ ملک کے آئین اور دستور کو بالائے طاق رکھ کر کچھ لوگ سماج کے ایک بڑے طبقے کے خلاف نفرت انگیز اور ہتک آمیز ہینڈ بل تقسیم کرتے، پوسٹر چسپاں کرتے، کیسٹس بجاتے اور سیڈیاں بانٹتے پھرتے ہیں اور ہمارے تمام متعلقہ ادارے خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں۔ الیکشن اور انتخابی سیاست کی مجبوریوں نے صاف ستھری شبیہ رکھنے والے ذمہ دار قائدین کے منہ پر تالے لگا دیے ہیں، وہ سب کچھ جاننے اور سمجھنے کے باوجود انجان بنے رہتے ہیں۔ دہلی اور ملک کے دیگر شہروں میں ابھی حال میں جو بم دھماکے ہوئے ہیں اور اس کا الزام جس طرح مسلم نوجوانوں پر لگا کر ان کی گرفتاریاں کی گئی ہیں، ملک کے ایمان دار صحافیوں نے ان پر جو سوالات کھڑے کیے ہیں، اس نے نہ صرف پولیس کے طریقۂ کار کو مشتبہ بنا دیا ہے بلکہ ملک کے کئی ایک ذمہ دار اداروں کی کارکردگی بھی مشکوک ہوگئی ہے۔ ایک مسلمان کا برسوں سے مطالبہ ہے اور اس کا یقین بھی کہ ملک کی خوش حالی اور ترقی کے لیے ضروری ہے کہ اصل مجرمین تک رسائی حاصل کی جائے اور ان کو سزا دے کر ہمیشہ کے لیے اس ملک سے فرقہ وارانہ تشدد کو ختم کر دیا جائے۔ اللہ کا شکر ہے کہ مالیگاؤں بم دھماکے کے تعلق سے جو حقائق سامنے آرہے ہیں، ان سے کسی حد تک دیش بھکتی کے کھوکھلے نعروں کو سمجھنے میں مدد ملے گی، شرط صرف یہ ہے کہ ایمان داری سے تحقیقات کو آگے بڑھایا جائے اور اس ذہنیت کو سامنے لایا جائے جو آج تک تمام تر دستوری تحفظات کے باوجود مسلمانوں کو اس ملک کا ایک عزت دار اور برابر کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہری تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

ملک کی موجودہ صورت حال کی اہم وجہ بعض تجزیہ نگاروں کی نظر میں بین الاقوامی تجارتی کمپنیوں کی وہ ملازمتیں ہیں، جن میں اپنی صلاحیتوں سے جدید تعلیم یافتہ مسلم نوجوانوں نے خاص جگہ بنالی ہے۔ مسلمانوں کو دوسرے درجہ کا شہری سمجھنے والے شر پسندوں کو یہ ہرگز منظور نہیں کہ بڑی تعداد میں مسلم نوجوان لاکھوں روپے کی کمائی کر سکیں۔ ان کو آگے بڑھنے سے روکنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ ان کی تصویر خراب کر دی جائے، ان کو دہشت گرد قرار دے دیا جائے اور ان کی پوری قوم کو مشکوک ٹھہرا کر ان کے کردار کو مسخ کر دیا جائے۔ اگر یہ تجزیہ درست ہے تو یہ اس بین الاقوامی سازش کا ایک حصہ ہے جس کے پیچھے یہودی ذہنیت کارفرما ہے اور ایک طویل عرصے سے جس کا مقصد ہی یہ بن چکا ہے کہ پوری دنیا میں مسلمانوں کو ذلیل و رسوا کیا جائے۔

کچھ دوسرے مبصرین کا خیال ہے کہ ہمارے ملک کے بھرپور وسائل اور آبادی کے لحاظ سے اس کی بڑھی ہوئی ضرورتوں پر بعض استعماری ذہنیت کے حامل ممالک کی للچائی ہوئی نظر ہے اور وہ اس کے اندر خلفشار اور اس میں موجود مختلف مذاہب کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کر کے اور اس کے مختلف طبقات کو باہم دست و گریباں کر کے اس ملک پر اپنا تسلط قائم کرنا چاہتے ہیں۔ بعض امریکی اور اسرائیلی اداروں کی ہمارے ملک سے خصوصی دلچسپی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ہتھیاروں اور لاشوں کے ان سوداگروں نے فلسطین، عراق اور افغانستان کے معصوم شہریوں، بچوں اور باعصمت خواتین کے ساتھ جو کچھ کیا ہے، اس پر دنیا کے باضمیر انسان آج بھی حیرت زدہ ہیں اور حقوق انسانی کے ادارے شرمندہ ہیں یا تجاہل عارفانہ سے کام لے کر دنیا کے سفاک ترین انسانوں کے تلوے چاٹ رہے ہیں۔

مسلمانوں کی صورت حال کی عکاسی اور ان کی سماجی، تعلیمی، معاشی اور سیاسی ابتری کا تذکرہ طویل کر کے ہم آپ کی بے چینیوں میں مزید کوئی اضافہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے اور ویسے بھی دینی صحافت سے وابستگی رکھنے والے ہمارے بیشتر صحافی مرثیہ خوانی کا یہ کام ایک طویل عرصہ سے بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ ان کی مثال جنگل کے قریب اس بستی جیسی ہے جس کے باسیوں کی زندگی کئی خونخوار درندوں نے گزشتہ کئی مہینوں سے اجیرن کر رکھی ہے۔ بستی کے دو چار آدمی روزانہ ان کا شکار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنتے ہیں لیکن بستی کے ذمہ دار اور بڑے بوڑھے رات کو اپنی چوپال میں ان درندوں کو دور بھگانے یا ان کے حملوں سے بچنے کی تدابیر سوچنے کے بجائے درندوں کے پھاڑ کھانے کے طریقے پر گفتگو کرتے ہیں اور ہر شخص انسانی لاشوں اور ان کے بقایا جات کی ہیبت ناکی کا آنکھوں دیکھا حال اپنے اپنے مخصوص انداز میں بیان کرتا ہے اور پھر چوپال میں موجود اپنے بعض سادہ لوح ساتھیوں سے یہ سننے کا متمنی ہوتا ہے کہ لاشوں کے مثلہ کیے جانے کی جو کیفیت میں نے بیان کی تھی وہ دوسروں کے مقابلے میں نہ صرف اچھی تھی بلکہ اس ادبی لفاظی میں میرے خاص اسلوب کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ خدارا اس ملت پر رحم کیجیے، اس کے وسائل کو اپنی انا کی تسکین کے لیے ضائع نہ کیجیے، اس کے نوجوانوں کو چند ٹافیاں دے کر برباد کرنے کا سلسلہ بند کیجیے، اس کے سامنے صحیح صورت حال پیش کیجیے اور ایسا حل پیش کیجیے جو قابل عمل بھی ہو اور ملک وملت کے لیے فائدہ مند بھی۔ یاد رکھیے کہ ایک صحافی کا قلم ماؤں اور بہنوں کی عصمت سے کہیں زیادہ قیمتی ہوتا ہے، کیوں کہ بازار میں جب ایک عورت بکتی ہے تو اس کا صرف ایک جسم بکتا ہے لیکن جب صحافی کا قلم بکتا ہے تو پوری قوم بک جاتی ہے۔ ملت میں کمزوریاں کہاں ہیں، پانی کہاں مر رہا ہے، کون کیا کر رہا ہے اور اس کے نتائج کیا سامنے آرہے ہیں، ہمارے محترم صحافیوں کو یہ تمام باتیں بہت اچھی طرح معلوم ہیں لیکن ذاتی مفادات اور مصلحت اندیشیوں نے ہمیں اپنے ہی ضمیر کے خلاف لکھنے کا عادی بنا دیا ہے، صحافت ایک دینی ضرورت ہے، ملت کی آنکھ اور اس کا دل ودماغ ہے، وہ نہ صرف نشان راہ کا تعین کرتی ہے بلکہ راستے کے ٹھوکروں کو نمایاں کرتی جاتی ہے، ملت کی بقا اور استحکام کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے صحافی اپنے پیشہ ورانہ منصب کے ساتھ انصاف کریں اور اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح انجام دیں۔

ملک میں موجود تمام دینی جماعتیں اپنے قیام کا مقصد مسلمانوں کی اصلاح اور فلاح کے ساتھ ساتھ یہ بھی بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے جن بندوں تک اس کا پیغام نہیں پہنچ سکا ہے یا وہ اس پیغام کے تعلق سے کسی غلط فہمی کا شکار ہیں، ان تک اسلام کی دعوت پہنچانی ہے اور پائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا ہے۔ مسلمانوں کی جان ومال، ان کی عزت وآبرو اور ان کے دین وتہذیب کی حفاظت بھی ان کے قیام کا ایک بڑا مقصد ہے۔ دینی جماعتوں کے دستور کی زبان الگ ہوسکتی ہے لیکن بنیادی طور پر ان کے اہم اور بڑے مقاصد یہی ہیں۔ جب ہم بات دینی جماعتوں کی کرتے ہیں تو مدارس اس میں شامل نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے کیوں کہ مدارس کا اپنا الگ نظام ہے، وہ دینی جماعتوں کے محتاج نہیں ہیں، ان کے فارغین کی ایک تعداد ان جماعتوں سے وابستہ ضرور ہو جاتی ہے لیکن مدارس کے اندر ان کا بہت زیادہ عمل دخل نہیں ہوتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب کتاب وسنت اور دیگر علوم شرعیہ کے درس وتدریس کا کام مدارس کرتے ہیں، مساجد میں امامت، خطابت اور وعظ ودروس کا انتظام ذمہ داران مساجد کرتے ہیں، نکاح وطلاق اور مسلم جنازوں کی تجہیز وتکفین کے مسائل ومعاملات ہر جگہ کے مقامی علماء کے ذریعے انجام پاتے ہیں تو پھر ان دینی جماعتوں کا کام کیا ہے؟ کیا ان کو ملت میں انجام پانے والے کاموں کی تائید اور حمایت کے لیے قائم کیا گیا ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ اپنے اپنے مسلک اور نظریہ کی بنیاد پر قائم ان جماعتوں نے اپنے کاموں کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے، ایک طرف وہ اپنے افکار ونظریات کے مطابق مسلم سماج کو صاف ستھرا بنانے میں مصروف ہیں تو دوسری طرف ملک کے دستور کے مطابق مسلمانوں کو سیاسی، سماجی اور معاشی تحفظ فراہم کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے، یہاں عوامی طاقت ہی سب کچھ ہے، بات کتنی ہی معقول اور مناسب کیوں نہ ہو، اگر اس کے پیچھے بھیڑ نہیں ہے تو کوئی اسے قابل اعتنا نہیں سمجھے گا۔ مسلمانوں کی دینی جماعتیں اور تنظیمیں ایک جمہوری ملک میں اسی عوامی طاقت کا مظہر ہیں۔ ملی سطح پر جب بھی کوئی مسئلہ سامنے آتا ہے تو انھیں کی آواز ایوان حکومت تک پہنچتی ہے اور حکومت اس کا قابل قبول حل نکالنے کی کوشش کرتی ہے۔ ماضی میں ہم نے دو بڑے ادارے یا تنظیمیں قائم کیں اور ان کے ذریعے مندرجہ بالا مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی، ان میں سے ایک تحریک ندوۃ العلماء کے نام سے جانی جاتی ہے اور دوسری جمعیت علمائے ہند کے نام سے آج بھی سرگرم عمل ہے۔ ملک کے تمام مسلمانوں کے نمائندہ یہ ادارے جن میں ہر مکتب فکر کے علماء موجود تھے، بعد میں کس طرح سمٹ گئے اور ان پر کسی ایک مکتب فکر کی اجارہ داری کس طرح قائم ہوگئی، اس سوال کا معقول جواب آج تک نہیں ملا۔ ماضی کی غلطیوں کو سدھار کر اگر حال کو روشن اور مستحکم بنایا جا سکتا ہو تو ہمیں پیش قدمی کرنی چاہئے کیونکہ ملت کا اتحاد ہماری تمام گروہی ترجیحات سے مقدم ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، مسلم مجلس مشاورت اور ملی کونسل جیسے ملی ادارے ہمارے پاس موجود ہیں۔ اول الذکر ایک باوقار اور مہتم بالشان ادارہ ہے اور ملت کے تمام مکاتب فکر کے علماء اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجلاسوں میں شریک ہوتے ہیں اور زیر غور مسائل میں اجتماعی فیصلہ پہنچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔لیکن قیادت کی اپنی مصلحتوں اور بعض موہوم اندیشوں کی وجہ سے اس کی کارکردگی دن بہ دن محدود سے محدود تر ہوتی جارہی ہے اور اس جرأت مندی کا مظاہرہ کم دیکھنے کو ملتا ہے جس کا تقاضا ملک کے مخصوص حالات کرتے ہیں۔نکاح،طلاق اور خلع کے ساتھ ساتھ وصیت، ہبہ،وقف اور وراثت بھی مسلم پرسنل لا میں داخل ہیں،ان کے تعلق سے مسلمانوں کے اندر ذہنی بیداری پیدا کرنا اور حکومتوں کو اپنے تمام فیصلوں میں ان کی رعایت کرنے کا مشورہ دینا اس کے مقصد قیام کا لازمی حصہ ہے۔کیا ہی بہتر ہوتا کہ ہم اس کی قیادت کے لیے ملت کے ایسے افراد سامنے لاتے جو مدارس وغیرہ کی ذمہ داریوں سے وابستہ نہ ہوتے اور بالکل یکسو ہوکر اس کے کاموں کو آگے بڑھاتے۔کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اتنے اہم اور بڑے ادارے کی ذمہ داریوں کو ہم نے جز وقتی کام سے بھی کم اہمیت دے رکھی ہے اور ہمارے محترم اور باوقار علماء کو کیا ہوگیا ہے کہ جس منصب کے ساتھ وہ انصاف نہیں کرسکتے،اس سے کیوں کر وابستہ ہو جاتے ہیں،کیا آخرت میں جواب دہی کا معاملہ بہت آسان ہوگا؟ ہر کام کے لیے خود کو سب سے زیادہ اہل سمجھنا اور کسی پر اعتماد نہ کرنا ایک بڑی بیماری ہے جو ہماری دینی قیادت کو لاحق ہوگئی ہے،اس کا علاج ضروری ہے۔

مسلم مجلس مشاورت ماضی میں کافی سرگرم رہی ہے لیکن اب اس کا کوئی کردار دکھائی نہیں دیتا ہے۔کبھی کبھی اس کی مجلسیں منعقد ہوجاتی ہیں لیکن ظاہر ہے کہ اس کے ذریعے کسی بڑے کام کو انجام دینا اس کی ترجیحات میں داخل نہیں ہے بلکہ ایک ملی تنظیم کو جیسے تیسے زندہ رکھنا اور اس کے سہارے کچھ لوگوں کو زندہ رکھنا اس کا اولین اور واحد مقصد ہے۔ایسی صورت میں مسلم مجلس مشاورت کو ملی تنظیم سمجھنا اور اس سے امیدیں وابستہ کرنا سادہ لوحی ہوگی یا خود فریبی اور ان دونوں صورتوں میں اخلاص اور تقویٰ کے تمام تر دعووں کے باوجود ملت کا کچھ بھی بھلا ہونے والا نہیں ہے۔

ملی کونسل ایک نوخیز ملی ادارہ ہے،لیکن اس کی سرگرمیاں بالعموم الیکشن کے موقع پر سامنے آتی ہیں۔مرکزی اور صوبائی انتخابات کے مواقع پر اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ مسلم رائے عامہ کو ملک وملت کے مصالح کے لیے ہموار کیا جائے لیکن اس فریضہ کو وہ جماعتیں زیادہ ذمہ داری سے ادا کرسکتی ہیں جو ملت کے مسائل سے ہمیشہ وابستہ رہتی ہیں،وقتی طور پر میدان میں کود کر ملت کے مفاد کی بات کرنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نامناسب بھی ہے اور غیر مفید بھی۔ اس سے اجتماعیت کو نقصان پہنچتا ہے اور ان شخصیات کی ناقدری اور حوصلہ شکنی لازم آتی ہے جو ملت کی فلاح و بہبود کے لیے ہمیشہ سرگرم عمل رہتی ہیں۔ ملی کونسل میں جس طرح قائدین ملت کا شامل ہونا اور پھر اس سے باہر نکل آنے کا سلسلہ جاری ہے، اس سے بھی اس کا اعتماد مجروح ہوا ہے اور ملت کے اندر اس کو وہ پزیرائی نہیں مل پارہی ہے جس کی اسے ضرورت ہے۔ ملک کی بعض سیاسی پارٹیوں سے پیکٹ یا معاہدہ ہماری سیاسی سے زیادہ دینی ضرورت ہے اور اس کا فیصلہ کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو مسلم مفادات کے دینی تقاضوں اور اس کی دینی ترجیحات سے اچھی طرح واقف ہوں۔ جن حضرات کی سیکولر دانشوری مبہم، مشتبہ اور ناپختہ ہو، ان کا پیکٹ بہت زیادہ اہمیت نہیں رکھتا، ملت ہی کے مفاد میں انھیں اس طرح کی سرگرمیوں سے خود کو دور رکھنا چاہئے اور اپنے اس جذبے کی تکمیل دوسری دینی جماعتوں کے اشتراک وتعاون سے کرنی چاہئے۔

ہندوستان کی دینی جماعتوں میں جماعت اہل حدیث، جماعت اسلامی ہند اور تبلیغی جماعت کافی نمایاں ہیں، بریلوی مسلک کے لوگ جو خود کو اہل سنت والجماعت کہتے ہیں، ان کی بھی اپنی تنظیمیں ہیں۔ اپنے مخصوص افکار ونظریات سے قطع نظر ان سب کی مشترکہ خواہش اور کوشش ہے کہ مسلمان اس ملک میں ایک باوقار زندگی گزاریں، دستور میں دیے گئے حقوق سے بہرہ ور ہوں، برادران وطن کی طرح وہ بھی اس ملک کی تعمیر وترقی میں نمایاں کردار ادا کریں اور محض مسلمان ہونے کے ناطے ان کے ساتھ کوئی بھید بھاؤ نہ کیا جائے۔ وہ اپنے دینی پروگراموں میں اس بات کی بھی کوشش کرتی ہیں کہ مسلم معاشرہ اسلام کی جیتی جاگتی تصویر بن جائے۔ جب تک مسلمان بے عملی اور بد عملی کی زندگی گزارتا رہے گا وہ اپنے ہم وطنوں کے لیے اپنے دین کو پرکشش نہیں بنا سکے گا۔ ملکی حالات کا تقاضا ہے اور مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو دور کرنے کا واحد ذریعہ بھی کہ مشترکہ مسائل پر غور وفکر کرنے کے لیے ان کی ایک ساتھ مجلسیں منعقد ہونی چاہئیں۔ اس سے ہمارے عوام کے درمیان یہ پیغام جائے گا کہ ہمارے علماء متحد ہیں اور ہم تمام کلمہ گو مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔ جو حضرات اپنے مخصوص مسائل کے تحفظ اور بقا کے لیے اپنے عوام کو دوسروں کی مجلسوں میں آنے جانے اور دوسرے مکاتب فکر کے علماء کی کتابیں پڑھنے اور ان کی تقریریں سننے سے روکتے ہیں، وہ کہیں نہ کہیں اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کے امتیازات کی بنیاد بہت کمزور ہے اور ایسی کمزور بنیادوں پر اپنے ایمان وعقیدہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی عمارت تعمیر کرنا کوئی عقل مندی کی بات نہیں ہے۔ جس ملک میں ملت اسلامیہ کے وجود کو خطرات لاحق ہوں، اس کی عزت وآبرو اور جان ومال محفوظ نہ ہو اور محض مسلمان ہونے کی وجہ سے ان کو ستایا جاتا ہو، وہاں ان مسائل کو حل کیے اور ان پر گفتگو کیے بغیر یہ دینی جماعتیں زندہ نہیں رہ سکتی ہیں اور نہ عام مسلمانوں کی توجہ کا مرکز بن سکتی ہیں۔ آزادی کے بعد سے لے کر آج تک مسلمانوں کو ہر طرح کے حالات کا سامنا آرہا ہے، تمام تر قربانیوں کے باوجود اس کی شہریت مشتبہ اور اس کی وفاداری مشکوک ہے اور مسلسل اسے ذہنی اور جسمانی اذیتوں کا شکار بنایا جاتا ہے، ان حالات میں مسلمانوں کی ہم دردی کا دم بھرنے والی جماعتوں کا متحد نہ ہونا کیا اس بات کی علامت نہیں ہے کہ خدانخواستہ اسلام اور مسلمان کے علاوہ ان کی ترجیحات میں کچھ اور چیزیں بھی شامل ہوگئی ہیں۔ دینی جماعتوں کے تمام ذمہ داروں کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ یوم الحساب قریب ہے، تنظیم کا ہر عہدہ ایک امانت ہے، اس کے تمام وسائل کسی فرد کی ملکیت نہیں بلکہ جماعت کی ملکیت ہیں۔ جماعت کے پلیٹ فارم سے اپنا قد اونچا کرنے کی سعی وجہد اور اس کے لیے جی حضوریوں کی فوج تیار کرنا اور ان سے اپنا قصیدہ لکھواتے رہنا اور پھر بگڑے ہوئے بادشاہوں کی طرح ان کو عطیات سے نوازنا کوئی دینی کام نہیں ہے بلکہ بدترین قسم کی دنیاداری ہے جس میں گرفتار ہوکر ذمہ داران جماعت اپنے لوگوں کے خلاف سازشیں تو کر سکتے ہیں، اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ عہدہ ومنصب کے لیے دینی جماعتوں میں رسہ کشی اور گروہ بندی کوئی اچھی علامت نہیں ہے، اگر یہ صورت حال ختم کرنے میں ہم کامیاب نہ ہوسکیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہم ان کو ایک دنیاوی تنظیم کا نام دے کر ان کو سب کچھ کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیں۔

دینی تنظیموں کے سلسلے میں ہمارا احساس یہ ہے کہ صحیح معنوں میں اسلام اور مسلمانوں کے مسائل کے حل کے سلسلے میں وہی مخلص ہیں۔ دنیا میں جواب دہی تو آسان ہے لیکن آخرت میں بہت مشکل۔ یہ صرف دینی جماعتوں کے ذمہ داران ہیں جن کو آخرت کی جواب دہی کا شدت سے احساس ہے اور انہی سے امید کی جاسکتی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے تئیں قدم قدم پر وفاداری کا مظاہرہ کریں گے۔ دنیاوی اور سیکولر تنظیموں میں ساری کوششیں دنیاوی مفاد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہیں جب کہ دینی جماعتیں ہمیشہ اخروی مفادات پیش نظر رکھتی ہیں۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل قبلہ کی تکفیر

ایک سنگین معاملہ

ہندوستان کی آزادی سے پہلے کی بات ہے کہ ایک بڑے دینی مرکز سے بار بار ایک نومسلم کے قبول اسلام کا واقعہ زور شور سے بیان کیا جا رہا تھا اور اخبارات میں ان صاحب کا خوب خوب تذکرہ ہو رہا تھا، جن کے دست ''مبارک'' پر اس خوش قسمت انسان نے اسلام کی سعادت حاصل کی تھی۔ جدھر دیکھو اسی کا ذکر، اسی کا چرچا، بڑے بڑے القاب وآداب کے ساتھ حضرت کے اس ''بے مثال'' کارنامے کا ذکر ہر اخبار میں۔ آخر دینی بصیرت کے حامل اور اسلامی تاریخ پر گہری نظر رکھنے والے ایک شاعر سے رہا نہیں گیا اور اس نے اس موقع پر ایک شعر کہہ کر حقیقت واضح کی اور اس کا یہ شعر اتنا برمحل تھا کہ ہماری دعوتی تاریخ کا ایک عبرت ناک حصہ بن گیا۔ شاعر کا شعر ملاحظہ فرمائیں:

آپ کے باپ نے لاکھوں کو بنایا کافر
ناخلف آپ ہیں کہ ایک مسلمان کیا

اس شعر سے یہ معلوم کرنا شاید آسان ہو جائے کہ ہمارے ملک میں اہل قبلہ کی تکفیر کا معاملہ کوئی نیا نہیں بلکہ کافی پرانا ہے۔ بعض حضرات یہ ''کارِ خیر'' بڑے وسیع پیمانے پر کرتے تھے اور چن چن کر اہل اسلام پر کفر کا فتویٰ لگایا کرتے تھے۔ زندگی بھر جب ایک باپ نے علماء اور اتقیاء کو کافر بنایا ہو تو ظاہر ہے کہ ایک سعادت مند بیٹے کو اسی نقش قدم پر چلتے ہوئے اس سلسلے کو آگے بڑھانا چاہئے۔ یہ کیا ارتقائے معکوس ہے کہ کافر بنانے کی بجائے ایک شخص کو اس نے مسلمان بنا ڈالا اور پھر اس کا اشتہار کرتا پھر رہا ہے۔ شاعر کا یہ خوب صورت طنز اس کرب کو ظاہر کر رہا ہے جو اس مسئلے میں اس کے دل کے اندر موجود ہے۔

سال ڈیڑھ سال پہلے کا واقعہ ہے اور ایکٹرا نک میڈیا نے اسے مزے لے لے کر بیان کیا اور دکھایا تھا۔ بات اسلام اور مسلمان کی ہو تو پھر مخصوص ذہنیت کے حاملین ضرورت سے زیادہ اچھل کود مچاتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ غالباً مراد آباد کے ایک گاؤں میں ایک مسلمان میت کے جنازے کی نماز مخالف مسلک اور عقیدے کے حامل عالم دین نے پڑھادی۔ میت کے ہم مسلک عالم نے فتویٰ دیا کہ ہمارے مسلک کے جتنے لوگوں نے اس جنازے میں شرکت کی ہے، ان کا نکاح ٹوٹ گیا اب وہ اپنی بیویوں کے قریب اس وقت تک نہ جائیں جب تک صحیح طریقے سے ان کا از سر نو نکاح نہ پڑھا دیا جائے۔ وہ تو اچھا ہوا گاؤں کے لوگوں کی ایمانی غیرت عین وقت پر بیدار ہوئی اور انھوں نے اس مولوی کو گاؤں بدر کر دیا اور اس فتنے کو دبانے میں کامیاب ہو گئے۔ گاؤں بدر ہونے کے باوجود اس مولوی کا اپنے فتویٰ پر اصرار تھا اور اس نے اپنے موقف پر اپنے ہم مسلک علماء کے کئی ایک فتاوے بھی لوگوں کے سامنے رکھے۔

اصل موضوع پر اظہار خیال کرنے سے پہلے ایک واقعہ اور بھی سامنے لانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہ واقعہ علمی نوعیت کا ہے اور دو بڑی علمی شخصیتوں سے جڑا ہوا ہے۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی رحمہ اللہ اور مولانا صدر الدین اصلاحی رحمہ اللہ سے اہل علم اچھی طرح واقف ہیں۔ ''حقیقت نفاق'' مولانا اصلاحی کی کتاب ہے، اس پر ماہنامہ برہان، دہلی میں مولانا اکبر آبادی نے تبصرہ فرمایا تھا۔ مولانا اکبر آبادی کے تبصرے کا بنیادی نقطہ یہ تھا کہ مولانا اصلاحی نے نفاق کے دائرے کو اس قدر وسیع فرمادیا ہے کہ گناہ اور معصیت کے سارے کام نفاق میں شامل ہو گئے ہیں حالانکہ نفاق، منافق اور منافقت وغیرہ شریعت کے خاص اصطلاحی الفاظ ہیں۔ ظاہری طور پر خود کو مسلمان باور کرانا، اندر سے اسلام کی بنیادیں منہدم کرنا اور مسلمانوں کو محض اسلام کی وجہ سے اذیت پہنچانا نفاق ہے۔ اعتقادی اور عملی نفاق میں جو فرق ہے، اس کو ملحوظ نہ رکھنے سے خلط مبحث ہوتا ہے۔ گناہ کبیرہ کا مرتکب دائرۂ اسلام سے باہر نہیں ہوتا جب کہ کسی کو منافق کہنے کا مطلب ہے کہ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اسی تعلق سے ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمالیں۔ مولانا عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ جماعت اہل حدیث کے مشہور عالم تھے۔ انھوں نے ایک بار یہ فتویٰ دیا کہ اہل حدیث مسلک سے وابستہ لوگوں کی عیدین کی نماز حنفی امام کے پیچھے نہیں ہوتی کیونکہ حنفی مسلک میں تکبیرات زوائد کی تعداد بارہ کی بہ جائے صرف چھ ہے۔ اس فتویٰ کی تردید جماعت اہل حدیث کے ممتاز عالم دین مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالہ نے فرمائی اور اصل مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ تکبیرات زوائد کی تعداد سے متعلق آثار صحابہ دونوں طرف ہیں لہذا کسی ایک کو غلط کہنا درست نہیں ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ اور ان کے بعض ممتاز تلامذہ کی تحریریں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب سامنے آچکی ہیں، ان سے بھی مولانا سلفی گوجرانوالہ کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ اپنے تردیدی مقالے میں مولانا سلفی نے اہل حدیث مسلک کے علماء سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ حضرات نے کب سے مخالف مسلک کے امام کے پیچھے نماز ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ بیان کرنا شروع کر دیا ہے۔ مختلف فقہی مکاتب فکر میں یہ بیماری صدیوں سے موجود تھی اگر اس بیماری سے کوئی محفوظ تھا تو وہ اہل حدیث تھے لیکن اب ان کو کیا ہو گیا ہے۔ پھر مولانا نے محدثین اور ائمہ سلف کا اس سلسلے میں جو موقف رہا ہے اس کو کئی ایک حوالوں سے مدلل کیا ہے۔

ماضی قریب کا واقعہ ہے کہ مصر میں دینی حمیت وغیرت سے سرشار، انقلابی نوجوانوں کی ایک جماعت وجود میں آئی جسے "جماعة التكفير والهجرة" کا نام دیا گیا۔ ان حضرات کا طریقہ یہ تھا کہ گناہوں میں لت پت اور فکری ونظریاتی اعتبار سے ان سے مختلف مسلمانوں پر کفر کا فتوی لگا کر اس جگہ سے ہجرت کر جانے کی تلقین کرتے تھے۔ ان کو غذا اس لٹریچر نے فراہم کی تھی جو اس دور میں بعض سیاست زدہ مصنفین نے تیار کی تھی۔ ان کی حرکتوں سے اسلام کی تصویر خراب ہوئی، کتنے مسلمان دینی حلقوں سے بدظن ہوئے اور کتنوں نے یہ یقین کر لیا کہ واقعی مذہبی لوگوں میں تشدد اور انتہا پسندی پائی جاتی ہے۔

مذکورہ بالا واقعات یہ بتانے کے لیے کافی ہیں کہ مسلمانوں میں فکری ونظریاتی اختلافات کی خلیج بہت وسیع ہے اور یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس کا سلسلہ خوارج نے شروع کیا تھا جو آج بھی جاری ہے۔ خوارج کی دین داری اور ان کے تقوی وتدین پر علمائے اسلام نے سیر حاصل بحث کی ہے۔ ماہرین رجال حدیث کا کہنا ہے کہ ملت کے تمام گروہوں میں خوارج ہی کا ایک ایسا گروہ ہے جو حدیث کے معاملے میں کذب سے محفوظ ہے۔ خوارج کا یہی تو کہنا تھا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ نے قرآن کو حکم بنانے کی بہ جائے اپنے جیسے انسانوں کو حکم کیسے بنالیا، اپنے اس نظریے کو انھوں نے قرآن سے مدلل کیا اور ان تمام آیات کو اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا جن میں صرف اللہ کو حکم تسلیم کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس سخت موقف اور تمام تر دین داری کے باوجود حضرت علی نے ان سے جنگ کی اور اہل سنت والجماعت نے ان کو اپنے گروہ میں شمار نہیں کیا۔

بعض حضرات مسلمانوں کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کو غیر اہم قرار دے کر ان کو نظر انداز کرنے کی حکمت عملی پر عمل پیرا ہیں، ان کا خیال ہے کہ بحیثیت مجموعی اسلام کو اپنا دین سمجھنے والا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ اور اس کے آخری رسول پر ایمان رکھنے والا امت کا ایک فرد ہے، اس سے وہی معاملہ کیا جائے گا جو ایک مسلمان سے کیا جاتا ہے چاہے وہ ایمان، عقیدہ اور عمل کی دیگر تفصیلات میں عام مسلمانوں سے مختلف نقطۂ نظر رکھتا ہو۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ صدیوں سے امت میں ائمہ اربعہ وغیرہ کی تقلید کا سلسلہ جاری ہے، اس کو جاری رہنے دینا چاہئے، اس کو چھیڑنا درست نہیں ہے ورنہ افراد ملت بے لگام ہو جائیں گے اور جس کی سمجھ میں جو کچھ آئے گا، وہ اپنی سمجھ کے مطابق نہ صرف اسلام کی تعبیر وتشریح کرے گا بلکہ دوسروں کو اپنے نقطۂ نظر کا قائل بنانے کی کوشش بھی کرے گا اور یہ ایک طرح کی شتر گربگی ہے جس کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔

اس کے برعکس نظریہ رکھنے والے حضرات کا خیال ہے کہ اگر ان حضرات کے دلائل تسلیم کر لیے جائیں تو پھر افراد امت کی اصلاح کی کیا صورت ہوگی۔ ان کے درمیان جو بے عملی یا بدعملی کی صورت حال پیدا ہو رہی ہے، اس کو بدلنے کی ترکیب کیا ہوگی۔ کیا کوئی شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ ملت میں سب کچھ خیریت ہے اور یہاں ایمان وعمل کی دنیا اطمینان بخش ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا لہٰذا یہاں وہ حد متعین کرنا ہوگی کہ کب کوئی فرد اصلاح کا محتاج ہوتا ہے اور اس کی اصلاح ضروری ہوتی ہے۔

مختصر یہ کہ آپ اگر ملت کے مختلف گروہوں کا نقطۂ نظر معلوم کرنا چاہیں تو اسی طرح کے دلائل اور خیالات آپ کے سامنے آئیں گے۔ اتحاد کی ضرورت کا احساس سبھی کو ہے، سب یہ چاہتے ہیں کہ ملت جسد واحد بن جائے لیکن اس کا فارمولہ سب کے پاس یہی ہے کہ اس کے افکار ونظریات چونکہ عین اسلام ہیں اس لیے ان کو کلی طور پر تسلیم کر لیا جائے۔ دوسروں کے افکار چونکہ باطل ہیں اس لیے ان کو اپنا کرنہ صرف ایک مسلمان اپنی عاقبت خراب کرلے گا بلکہ ملت اپنے حقیقی نصب العین سے دور جا پڑے گی۔

سورہ بقرہ میں یہود ونصاریٰ کے سلسلے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو بے دین اور لامذہب کہا کرتے تھے، اسی ضمن میں دونوں میں سے ہر ایک کو یہ غرہ تھا کہ جنت اس کی جاگیر ہے، اللہ سے خاص رشتہ صرف اس کا ہے، فریق مخالف کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ اسے جنت میں داخلے کا پروانہ مل سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی ان جھوٹی تمناؤں کا تذکرہ کیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ دونوں کی یہ صورت حال اس کے باوجود ہے کہ دونوں کتاب (تورات اور انجیل) کی تلاوت کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہماری ملت بھی اہل کتاب کے نقش قدم پر چلے گی اور وہ اگر بہتر فرقوں میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقسیم ہوئے تھے تو یہ امت بہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ملت کی موجودہ صورت حال بتا رہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی پیش گوئی پوری ہو چکی ہے اور ملت بہت سے فرقوں میں عملاً تقسیم ہو چکی ہے۔

قرآن میں یہود و نصاریٰ کی یہ تاریخ اس لیے بیان کی گئی تھی کہ ملت کے سامنے ایک آئینہ ہوگا جس میں وہ اپنا جائزہ لیتی رہے گی اور ان راہوں پر نہیں چلے گی جن پر اہل کتاب چلے تھے اور ملت کا کوئی گروہ اس خبط میں مبتلا نہیں ہوگا کہ جنت میں صرف وہ جائے گی باقی سارے لوگ جہنم میں جائیں گے۔ بحیثیت گروہ کے یہ بات کہنا درست نہیں ہے بلکہ اس سلسلے میں قرآن ایک اصولی بات کہتا ہے کہ جو شخص خود کو اللہ کے حوالے کر دے اور اس کے اندر اخلاص بھی پایا جاتا ہو تو وہ جنت میں جائے گا چاہے اس کا تعلق جس گروہ سے بھی ہو۔ موجودہ حالات میں اگر ہم گروہ کے حوالے سے گفتگو کریں گے تو کئی الجھنیں سامنے آئیں گی کیوں کہ کوئی گروہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ہمارے سارے افراد اسلام کی مکمل تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔ افراد کے اندر کمیاں اور کوتاہیاں ہر جگہ پائی جاتی ہیں۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ ہم صفات پر زور دیں اور گروہ کی بات نہ کریں۔ ویسے بھی مسلمانوں کے درمیان پائی جانے والی جماعتیں اور تنظیمیں دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دینے کے لیے وجود میں لائی جاتی ہیں، ان کا کام صرف یہ ہے کہ جو کام انفرادی طور پر امت کے لیے مشکل ہے اسے اجتماعی طور پر انجام دیں اور اپنے مقاصد تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ رہا سوال فقہی فروعات اور مسلکی تنازعات کا تو اس سلسلے میں یہ ضرور پیش نظر رہنا چاہیے کہ نصوص سے استدلال کرنے اور ان سے مسائل مستنبط کرنے کے سلسلے میں علمائے اسلام اور فقہائے ملت کے نقطہائے نظر صدیوں سے مختلف رہے ہیں، ان پر بحث کرتے ہوئے راجح مرجوح اور افضل غیر افضل کی بات ہو سکتی ہے، کلی طور پر ان کی نفی ذرا مشکل ہے۔ ہم اپنے دلائل میں پختہ ہو سکتے ہیں اور ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ ہم دوسروں کو ان پر مطمئن کرنے کی کوشش کریں لیکن مخالف نقطۂ نظر کو اس انتہا پر پہنچا دینا کہ اس کے حامل کے پیچھے نماز پڑھنے، نہ پڑھنے اور اس کو مشرک اور بدعتی بنانے کی نوبت آجائے تو یہ چیز بہت زیادہ مناسب نہیں ہے۔ اس سلسلے میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے درمیان افہام و تفہیم کے ذریعے سے ان غلط فہمیوں کو دور کیا جائے جو صدیوں سے موجود ہیں تو اس کے لیے یہ جرأت مندانہ اقدام ضروری ہے۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخلصانہ رہنمائی اور تعاون

ایک ملی ضرورت

ہندوستان میں مسلمانوں کی معاشی صورت حال کو مستحکم دیکھنے کی تمنا ہر کسی کو ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر ہم فکرمند بھی ہیں اور اس کے لیے بہت کچھ کر گزرنے کا جذبہ بھی رکھتے ہیں۔ کیوں کہ ہمیں اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ کمزور معیشت نے مسلمانوں کو زندگی کے ہر شعبے میں پیچھے کر دیا ہے۔ تعلیم، زراعت، صنعت وحرفت اور تجارت کے میدان میں ان کی پس ماندگی کی ایک بڑی وجہ بھی یہی ہے۔ سیاسی حکومتوں کی ذمہ داری تھی کہ وہ ملک کے دیگر شہریوں کی طرح مسلمانوں کی ترقی کے لیے بھی کوشش کرتیں اور ان کے لیے مساوی مواقع فراہم کر کے ان کی حالت بہتر بناتیں، لیکن فرقہ واریت اور تعصب کے مخصوص ماحول نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ بلکہ اگر کسی وجہ سے اس پہلو سے کوئی کوشش ہوئی بھی تو شور مچا کر اسے کامیاب نہیں ہونے دیا گیا۔ آزادی کے بعد سے اب تک یہی ہوتا رہا ہے اور دیکھیے یہ سلسلہ کب تک چلتا ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ مسلمانوں کی ہمہ جہت ترقی حکومت کے مخلصانہ اور سنجیدہ تعاون کے بغیر ممکن نہیں ہے اعلیٰ دماغی صلاحیتوں کا حامل مسلم نوجوان سول سروسز کے لیے اسی وقت منتخب ہوسکتا ہے جب حکومتی ادارے اسے اہل قرار دیں گے، وسیع پیمانے کی تجارت اسی وقت ممکن ہے جب قدم قدم پر اسے سرکاری اداروں کا تعاون ملے گا، اسی طرح زراعت کے شعبوں میں نمایاں کامیابی پانی، بیج اور کھاد کے بغیر ناممکن ہے، مزید برآں زراعت سے حاصل ہونے والی اشیاء کو منفعت بخش مارکیٹ بھی چاہیے۔ مارکیٹ تک پہنچنے کے لیے کتنے مراحل طے کرنے ہیں اس کو زراعت کے پیشے سے وابستہ حضرات ہی بہتر طور پر جانتے ہیں۔ اس لیے ہمیں ہر سطح پر اپنی اس جدوجہد کو جاری رکھنا چاہیے کہ حکومت مسلمانوں کے تئیں سنجیدہ ہو اور ان کے مسائل حل کرے۔ آج کی دنیا میں معیشت آزاد نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے بلکہ اس کے بیش تر وسائل سیاست وحکومت کی گرفت میں ہیں۔ انتخابات کے مواقع پر ہمیں اجتماعی طور پر ایسی سیاسی پارٹیوں اور سیاسی قائدین کو اپنا تعاون دینا چاہیے جو مسلمانوں کے درد کو محسوس کرتی ہیں اور ان کے لیے کوئی ٹھوس، مثبت اور تعمیری پروگرام رکھتی ہیں۔ اپنی سیاسی واجتماعی قوت کا مظاہرہ سیاسی سے زیادہ ہماری ایک دینی ضرورت ہے۔ اسے دین کا ایک تقاضا سمجھ کر ہمیں اقدام کرنا چاہیے۔ موجودہ جمہوری نظام میں اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ زہد وتقویٰ کے جن پاکیزہ جذبات کے تحت ہم الکشن، اس میں حصہ داری اور سیاست کو سراپا آلودگی سمجھ رہے ہیں، ملک وملت کی پائیدار خدمت اس کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

گذشتہ نصف صدی سے ہم جسے تعبیر کی غلطی اور دین کی سیاسی تعبیر وتفسیر کا عنوان دیتے چلے آرہے ہیں وہ محض سطحی قسم کی حزبیت اور اپنی شناخت بچائے رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ ورنہ کسے نہیں معلوم کہ عدل وانصاف کا قیام اسلام کا ایک بڑا مقصد ہے اور سیاسی قوت پیدا کیے بغیر یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ ظلم واستحصال کی کسی صورت کو اسلام قطعی پسند نہیں کرتا۔ مظلوم ایک کروڑ پتی بھی ہوسکتا ہے اور سڑک پر زندگی گزارنے والا ایک غریب خاندان بھی، لیکن موجودہ نظام میں کیا کسی غریب ومفلس کو انصاف مل سکتا ہے، وہ تو عدالت عظمیٰ میں اپنا مقدمہ بھی درج نہیں کرا سکتا۔ اس روئے زمین پر اسلام کے علاوہ کوئی مذہب ہے جس کی نظر میں امیر وغریب یکساں ہوں۔ قرآن کریم اور سیرت نبوی کو اپنا دستور اساسی قرار دینے والی امت کے بعض گروہ ارباب کلیسا کے نقش قدم پر کیوں کر چل پڑے ہیں جہاں دین اور دنیا کو دو خانوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ عصر حاضر کی تفہیم اور اس میں اسلام کو ایک آفاقی دین کے طور پر غالب ونافذ کرنے کے طریقۂ کار میں نقطہائے نظر کا اختلاف ہوسکتا ہے لیکن اس سے اصل مسئلہ کی اہمیت کم نہیں ہوتی۔

ہندوستان میں ملت اسلامیہ کے سیاسی استحکام کے لیے اس کی علیحدہ سیاسی تنظیم ہو یا مختلف سیاسی پارٹیوں میں اس کی شمولیت ملت کے لیے مفید ہوگی، یہ خالص اجتہادی مسئلہ ہے اور حالات کے مطابق اس کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ دینی حلقوں کی سرد مہری کا نتیجہ ہے کہ ہم مسلم عوام کے اندر صحیح سیاسی شعور پیدا کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ علاقائی سطح پر وہ ملت کا مفاد نظر انداز کر کے ذات برادری کی جاہلی عصبیت میں گرفتار ہو کر خود کو بے وزن بنا لیتے ہیں۔ بدقسمتی سے بعض دینی جماعتوں نے ملک کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہوری نظام کو ایک طاغوتی نظام قرار دے کر سیاست میں کسی طرح کی حصہ داری کو دین کے تقاضوں کے خلاف بتایا اور ایک طویل عرصے تک انھیں اپنے نظریہ وفکر پر اصرار بھی رہا جس کے نتیجہ میں ملت کا ایک بڑا حلقہ سیاست کو شجر ممنوعہ سمجھ بیٹھا لیکن اب جب کہ برف پگھل رہی ہے اور ماضی کے نفع ونقصان کا میزانیہ ترتیب دیا جا رہا ہے، بڑی حد تک تصویر صاف ہو چکی ہے، ضرورت ہے کہ تمام دینی جماعتوں کے قائدین سر جوڑ کر بیٹھیں اور کوئی ٹھوس لائحہ عمل ترتیب دیں۔ حکومتی سطح پر مسلمانوں کو ان کے حقوق اسی وقت مل سکتے ہیں جب ملت حکمت عملی سے اپنی سیاسی طاقت کا وزن محسوس کرا سکے۔

حکومت کی تائید وتعاون کے علاوہ ملت اپنے طور پر معاشی استحکام کے لیے کیا کر سکتی ہے، اس کے امکانات پر بھی غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔ بحمد اللہ اس کے پاس اپنے وسائل ہیں خواہ وہ محدود ہی کیوں نہ ہوں۔ تعلیم، تجارت، صنعت وحرفت اور زراعت کے میدانوں میں وہ ملت کے افراد کا تعاون کر سکتی ہے اور ان شعبوں میں اس کے اندر رہنمائی کرنے والے افراد بھی ہر جگہ دستیاب ہیں۔ آیئے ذرا ایک ایک شعبہ کا جائزہ لے کر اس میں رہنمائی اور تعاون کے امکانات پر غور کرتے ہیں۔

تعلیم کا شعبہ سب سے زیادہ توجہ کا مستحق ہے اور اسی شعبہ میں ہماری پس ماندگی سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ سرکاری ملازمتوں کا حصول جدید تعلیم کے بغیر ناممکن ہے۔ اسی طرح نیم سرکاری اور پرائیویٹ سیکٹر میں معقول مشاہروں کے ساتھ اچھی ملازمت حاصل کرنے کا واحد ذریعہ بھی جدید تعلیم ہے۔ جدید تعلیم کی مخالفت یا مذمت سے نہ ہمارے مسائل حل ہو سکتے ہیں اور نہ زمینی حقائق بدل سکتے ہیں۔ جن حضرات کے معاشی مسائل کسی قبر کی مجاوری، کسی خانقاہ کی سجادہ نشینی، کسی دینی مدرسہ کی موروثی نظامت یا کسی دینی تنظیم وجماعت کی خاندانی قیادت کے ذریعے حل ہو چکے ہیں، وہ جدید تعلیم کے سلسلے میں فتویٰ صادر کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ اسی طرح چند خطبات جمعہ اور چند دروس قرآن سے اگر کسی کا مسئلہ حل ہو چکا ہے تو اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، لیکن کیا پوری ملت کو اس پیشے سے وابستہ کرنے کی اس کے اندر صلاحیت ہے، اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر دوسروں کے لیے رزق کے دروازے بند کرنے کا استحقاق اسے کیوں کر حاصل ہو سکتا ہے۔ بحمد اللہ آج ملت کے بہت سے علماء پورے اخلاص کے ساتھ جدید تعلیم کی اہمیت محسوس کر رہے ہیں، وہ جگہ جگہ جدید تعلیمی ادارے کھول رہے ہیں، اپنے اس نظام کے تحت ان کی کوشش ہے کہ اسلامی تشخص باقی رکھتے ہوئے ہمارے مسلم بچے جدید تعلیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کریں۔ مشرقی یوپی کے ضلع سدھارتھ نگر میں صفا بائی اسکول، ڈومریا گنج اس کی ممتاز مثال ہے۔ ابھی چند سالوں پہلے اس کا سلسلہ شروع ہوا ہے انشاء اللہ جلد ہی اس کے بہتر نتائج سامنے آئیں گے۔ علمائے کرام اور دینی خدمات سے وابستہ حضرات کی خاصی تعداد ایسی بھی ہے جن کی اولاد نہ صرف جدید تعلیم حاصل کررہی ہے بلکہ جدید تعلیم حاصل کر کے امریکہ، یورپ اور خلیج میں اپنی نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آسودگی کی زندگی گزار رہی ہے۔ کاش ان کو توفیق ہوتی کہ "ہرا اور پیلا کارڈ" حاصل کرنے کے بجائے اپنے غریب ملکوں میں لوٹ آتے اور جس راستے سے انھوں نے ترقی کی ہے، اس پر اپنی ملت کے نونہالوں کو بھی لے کر چلتے۔ حدیث میں آتا ہے کہ کامل مومن وہی ہے جو اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرتا ہے جو خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اپنی نسلوں کو جدید تعلیم دلانے والے حضرات قدیم تعلیم کو کافی اور حرف آخر قرار دے کر اس حدیث کی کیا توجیہہ فرمائیں گے۔

مختصر یہ کہ جدید تعلیم کے تعلق سے ہمارا قبلہ درست ہونا چاہیے اور نظریہ وعمل میں شفافیت آنی چاہیے۔ ہمارے سامنے بہت سے ہونہار اور ذہین بچے ایسے آتے ہیں جن کی اگر رہنمائی کی جائے تو وہ سمندر کا سینہ چاک کر سکتے ہیں اور پہاڑوں کی چوٹیاں سر کر سکتے ہیں، وہ کہاں داخلہ لیں، کس مضمون کو اپنی توجہ کا مرکز بنائیں، کم تعلیم یافتہ خاندان سے تعلق رکھنے کی وجہ سے کوئی ان کی رہنمائی کرنے والا نہیں ہے۔ ایسے بچے خواہ وہ مدارس میں زیر تعلیم ہوں یا عصری دانش گاہوں میں، ہماری توجہ کے اولین مستحق ہیں۔ ہماری دینی جماعتیں جو بری وفضائی اسفار اور رابطہ قائم کرنے میں عطیات وزکوٰۃ کا بڑا حصہ صرف کرتی ہیں اگر سو سو ذہین طلبہ کو اپنی نگرانی اور سرپرستی میں لے لیں تو ایک عظیم خدمت انجام دے سکتی ہیں، لیکن اشتہار، ہنگامہ اور شہرت کی تمناؤں کا خون کر کے ٹھوس، تعمیری اور پائیدار کام کرنے کی آج کی برق رفتار دنیا میں فرصت کس کو ہے۔

پیشہ ورانہ اور فنی تعلیم میں جس قدر سرمایہ صرف ہوتا ہے، اس کی فراہمی ملت کے بہت سے بچوں کے لیے مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ اپنی ملی ضرورت کے لیے ایسے بچوں کی کفالت کا شرعی مسئلہ واضح ہونا چاہیے۔ صاحب حیثیت اور مخیّر حضرات جو شعبۂ حفظ اور علوم دینیہ کے لیے زکوٰۃ وعطیات سے تعاون فرماتے ہیں کیا عصری تعلیم حاصل کرنے والے بچے اس تعاون کے مستحق نہیں ہیں۔ جدید وقدیم میں اس تفریق کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ مسئلہ کا فقہی پہلو بحث ونزاع کا شکار ہوسکتا ہے اور ہو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی رہا ہے، اسے صاف اور واضح کرنے کی ضرورت ہے تا کہ شرح صدر کے ساتھ امداد وتعاون کا سلسلۂ مسعود جاری ہو سکے۔

جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کی دینی واخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی دنیا ہی میں مگن نہ رہیں بلکہ اپنے ساتھ ایسے شاگردوں کو بھی رکھیں جو ذہین اور محنتی ہوں۔ ان کے لیے وقت فارغ کریں اور ان کی اخلاقی اور مادی مدد کر کے ان کا مستقبل سنوارنے کی کوشش کریں۔ مقابلہ جاتی امتحانات میں بالعموم مسلمان بچے اپنے برادران وطن سے پیچھے رہ جاتے ہیں، اس کی جہاں بہت سی وجوہات ہیں، ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ پیشہ ورانہ طریقے پر ان کی کوچنگ کا انتظام نہیں ہو پاتا۔ آپ ذرا اندازہ کیجیے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے میڈیکل کالج میں صرف ۱۵۰ سیٹیں ہیں اور مقابلہ کے امتحان میں شریک ہونے والے طلبہ کی تعداد عام طور پر ۲۵ ہزار سے ۳۰ ہزار ہوتی ہے۔ بسا اوقات پچانوے فیصد نمبرات حاصل کرنے والے طلبہ کا انتخاب نہیں ہو پاتا کیوں کہ اس کے اوپر ہی میڈیکل کالج کی سیٹیں پُر ہو جاتی ہیں۔ یہی حال اس کے انجینیر نگ کالج کا بھی ہے۔ ملک کی دوسری مشہور یونیورسٹیوں کا حال بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔ ایسی صورت میں وہ بچے جنھوں نے پورے سال مہنگی فیس دے کر ٹیوشن نہیں حاصل کی ہے وہ ان مقابلہ جاتی امتحانات میں کیوں کر کامیاب ہو سکتے ہیں۔ جو مسلمان بچے مالدار گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ محنتی اور ذہین بھی ہیں وہ تو کسی نہ کسی حد تک مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں آجاتے ہیں لیکن جو بچے غریب ہیں ان کے کامیاب ہونے کی امید کم ہی ہوتی ہے۔ ہمارے جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے طور پر ایسے کوچنگ سینٹرس قائم کریں جہاں مسلمان بچوں کی اضافی تعلیم وتربیت کا معقول انتظام ہو۔ اپنی دیگر علمی مصروفیات میں سے اگر دو تین گھنٹے کا وقت وہ نکال لیں تو یہ خدمت انجام پا سکتی ہے۔ لیکن یہ سن کر آپ کو حیرت ہوگی کہ آج کی اس مادی دنیا میں ۲۵ ہزار سے ۴۰ ہزار روپے ماہانہ کمانے والا ہمارا ایک مسلمان لیکچرر، ریڈر اور پروفیسر دینی اور ملّی جذبے کو بالائے طاق رکھ کر محض ڈھائی سو روپے فی لیکچر کے حساب سے معاوضہ پانے کے لیے کسی کوچنگ سینٹر کی لائن میں کھڑا نظر آتا ہے۔ یہی وہ صورت حال ہے جس کی وجہ سے جدید تعلیم کا مسئلہ حل نہیں ہو پا رہا ہے اور اسی سے جدید اور قدیم تعلیم کا جو بنیادی فرق ہے اسے بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ دینی علوم کا ماہر ملّی خدمت کے لیے اپنے آپ کو قربان کرنے کا جذبہ رکھتا ہے، ہر دینی خدمت کے لیے اپنے آپ کو ہمہ وقت تیار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھتا ہے لیکن ایک جدید تعلیم یافتہ مسلمان سے ہم اس خدمت کی توقع بہت کم رکھتے ہیں۔

سرکار سے منظور شدہ پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے ذریعے بھی ہم مسلمان بچوں کو کامیاب بنا سکتے ہیں۔ اس کے لیے منصوبہ بندی ہونی چاہیے۔ چند افراد مل کر بھی یہ خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ کسی تعلیمی ادارے کی پانچ سوسیٹوں میں سے سو سیٹیں ان غریب لیکن ذہین مسلم طلبہ کے لیے مختص کی جاسکتی ہیں جو تحریری مقابلہ کے بعد منتخب کیے جائیں اور جن کی فیس معاف یا نصف کر دی جائے۔ تعلیم کے شعبوں میں رہنمائی اور تعاون کا سلسلہ قائم ہو جائے تو دس بیس سال کی کڑی محنت کے بعد منظر نامہ بدل سکتا ہے اور تعلیم کے میدان میں پچھڑے پن کی کسی حد تک بھر پائی بھی ہو سکتی ہے۔

تمام تر زوال وانحطاط کے باوجود صنعت وحرفت کے شعبہ میں مسلمانوں کی حصہ داری آج بھی بحمداللہ قابل لحاظ ہے۔ بعض صنعتوں میں انھیں اب بھی فوقیت اور برتری حاصل ہے لیکن جدید ٹیکنالوجی اور نئی فنی مہارتوں سے تہی دستی نے انھیں کئی ایک صنعتوں میں مزدور بنا دیا ہے۔ مشینوں نے جس تیز رفتاری سے اپنی مصنوعات مارکیٹ میں اتاری ہیں ان کا مقابلہ آسان نہیں ہے۔ پھر بھی ایک ماہر فن کے ہاتھوں میں جو ہنر ہے اور اس میں جو نفاست پائی جاتی ہے اس کا اعتراف کیا جا رہا ہے اور ایسے ماہرین فن بے روزگار نہیں ہیں۔ صنعت وحرفت کے میدان میں زیادہ سے زیادہ مسلم نوجوانوں کی نمائندگی کے لیے ضروری ہے کہ وہ خود کڑی محنت کریں اور اہل ہنر انھیں اپنے ہنر کی تعلیم دینے میں کسی طرح کی بخالت کا مظاہرہ نہ کریں۔ طویل تجربہ رکھنے والے آج بھی اپنے ذہن سے ایسی مشینیں تیار کر لیتے ہیں جو حد درجہ سستی ہوتی ہیں اور بیش قیمت مشینوں جیسا کام کرتی ہیں۔ مئو، بنارس، مرادآباد اور علی گڑھ کی موروثی صنعتوں میں یہ تمام خصوصیات آج بھی موجود ہیں۔ ان کے دائرے کو وسیع کرنے کی ضرورت ہے اور گاؤں دیہات کے مسلمانوں کو بھی ان صنعتوں سے جوڑ کر ہم انھیں معاشی اعتبار سے خوش حال بنا سکتے ہیں۔

تمام تر سہولتوں اور آسانیوں کے باوجود آج بھی ایسے افراد مشکل سے ہاتھ آتے ہیں جو سواریوں اور گھر میں استعمال ہونے والی اشیاء کی صحیح مرمت ایمانداری اور صفائی سے کرتے ہوں۔ گھر میں استعمال ہونے والا گیس کا چولھا خراب ہو جائے تو ہم اس کی مرمت اسی دوکان سے کراتے ہیں جس پر ہمیں بھروسہ ہوتا ہے۔ خواہ اس کے لیے ہمیں لمبی مسافت طے کرنی پڑے یا دو ایک دن کا انتظار کرنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑے۔ سائیکل، موٹر سائیکل، کار، ٹریکٹر، پنکھے، کولر، ریفریجریٹر، اسٹو، گیس چولھا، واشنگ مشین، ریڈیو اور ٹیلی ویژن وغیرہ کی مرمت اور پلمبری کا کام وغیرہ ایسے پیشے ہیں جن میں مہارت رکھنے والے اور ذمہ داری سے کام کرنے والے مادی اعتبار سے بھی خوش حال ہیں اور معاشرے میں عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ اسلام کی نظر میں اس طرح کا کوئی پیشہ معیوب نہیں ہے بلکہ حلال روزی حاصل کرنے کا ایک باعزت اور بابرکت ذریعہ ہے۔ دینی اعتبار سے ان پیشوں سے وابستہ افراد کی تربیت اور ذہن سازی علمائے کرام ہی کر سکتے ہیں۔ انھیں اپنی تقریروں میں ان پیشوں کی اہمیت بتانے کے ساتھ ساتھ ان کی طرف راغب بھی کرنا چاہیے اور ان میں ایمانداری اور شفافیت پیدا کرنے پر مسلم نوجوانوں کو آمادہ کرنا چاہیے۔ شہر، قصبہ اور دیہات ہر سطح پر ان پیشوں کی تربیت دینے کے لیے فنی ادارے قائم ہو جائیں اور ملت اس طرح کے اداروں کو اپنا بھرپور تعاون بھی پیش کرے تو ہم کسی تک بے روزگاری کو دور کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ہمارے نبی نے ایک صحابی کو کلہاڑی دے کر جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانے اور بیچنے کی تعلیم فرما کر ایک وسیع میدان فراہم کیا ہے۔ یہ بھی سنت نبوی ہے۔ اس سنت پر ہم کتنا عمل کرتے ہیں ہمیں اجتماعی طور پر اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔

معاشی استحکام کے لیے تجارت سب سے زیادہ کامیاب ذریعہ ہے۔ سچا اور ایمان دار تاجر ہمارے نبی کی نظر میں بلند مرتبے پر فائز ہے۔ سچائی اور ایمان داری کا یقین ہو جائے تو کوئی بھی بڑا تاجر تعاون دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ کس چیز کی تجارت کہاں اور کیسے کامیاب ہوگی؟ اس کے لیے رہنمائی اور تجربہ دونوں ضروری ہے۔ تجارت کے لیے حاضر دماغی، محنت اور وقت کی پابندی بھی کچھ مطلوب ہے۔ وسیع پیمانے کی تجارت کی امید میں محدود سطح کی تجارت سے دست کش رہنا ہماری سب سے بڑی کمزوری ہے۔ گاؤں دیہات میں مختصر سی دوکان سے ایک خاندان کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ جو حضرات تجارت کے میدان میں کامیاب ہیں یا جو خاصا تجربہ رکھتے ہیں انھیں چاہیے کہ اپنے بھائیوں کو بھی اس کی ترغیب دیں اور تجارت کے نشیب وفراز کے بارے میں بتاتے رہیں۔ بسا اوقات امید سے کم نفع کی یافت یا خسارہ ہو جانے سے ہم دل برداشتہ ہو جاتے ہیں۔ عملی زندگی میں اس قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان سے مسلسل جوجھتے رہنے کا نام ہی زندگی ہے۔ تجارت کے شعبوں میں کمزور مالی حیثیت کے لوگ استحصال کا شکار ہوتے ہیں جب کہ بڑا سرمایہ دار ہمیشہ نفع خوری کی تاک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں رہتا ہے۔ مخلص تاجروں کی رہنمائی اور تعاون حاصل رہے تو چھوٹے تاجر بڑے خسارے سے خود کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ اسلام میں تعاون، امداد باہمی اور ہمدردی کا جو مستقل باب ہے کیا کاروبار اور تجارت اس کے ذیلی عناوین نہیں ہیں۔ کسی ضرورت مند کے ہاتھوں میں دس روپیہ تھما دینے سے اس کے ہاتھوں کو دس روپیہ کمانے کے قابل بنا دینا زیادہ کارثواب ہے۔ مادیت پرستانہ ذہنیت اور حسد کی وبا نے گداگری کو تو گوارا کرلیا ہے لیکن عزت نفس کی حفاظت کے ساتھ بقدر کفاف کمائی اس کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ یہی زاویۂ فکر ونظر جب وسعت اختیار کر لیتا ہے تو سرمایہ داری جنم لیتی ہے جس کا ردعمل اشتراکیت کی شکل میں سامنے آتا ہے اور پھر معاشیات کی دنیا ایک رزم گاہ میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ تجارت کے تعلق سے اسلامی تعلیمات اور امداد باہمی کو اگر ہمارے تاجر ملحوظ رکھیں تو وہ اپنے بھائیوں کے حالات بدل سکتے ہیں۔

ہندوستانی مسلمان زراعت کے شعبہ میں رہنمائی اور تعاون کے کچھ زیادہ ہی محتاج ہیں۔ زمین داری کا نظام ختم ہونے کے بعد اب گاؤں دیہات کے بیش تر کاشت کار مسلمانوں کی حیثیت چھوٹے کاشتکار کی بن گئی ہے۔ وہ اپنے طور پر یا بٹائی پر دے کر کھیتی کراتے ہیں۔ ہمیشہ ایک طرح کا بیج استعمال کرنے سے کھیتوں کی پیداوار کم ہوجاتی ہے، پانی کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے بھی ان کو نقصان ہوتا ہے۔ کسانوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے تحصیل اور ضلع کی سطح پر جو سرکاری ادارے قائم ہیں وہاں تک ناخواندہ اور کم حیثیت کے مسلمان کسانوں کی رسائی نہیں ہوتی۔ فصل کو کوئی روگ لگ جائے تو وقت پر اس کی دوا بھی انھیں نہیں مل پاتی۔ فصل تیار ہونے پر اس کی مناسب قیمت علاقے کے تاجر دینے کو تیار نہیں ہوتے۔ پانی کی سہولت نہ ہونے اور معلومات کی کمی کی وجہ سے سبزیوں کی کاشت کم ہوتی ہے جب کہ چھوٹے کسانوں کے لیے یہ ایک فائدہ مند کھیتی ہے۔ غلوں کے علاوہ دیگر گراں چیزوں کی کاشت کا بھی رواج نہیں ہے کہ آمدنی میں اضافہ ہوسکے۔ کس کھیت کی مٹی کس نوعیت کی ہے، اس میں کون کون سی فصلیں زیادہ بہتر طور پر تیار ہوسکتی ہیں، اس پہلو سے بھی کسانوں کی رہنمائی نہیں ہو پاتی۔ زراعت ایک سائنس ہے۔ اس کے ماہرین سے کسانوں کو فائدہ پہنچانے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔ بہت سے مسلمان بھی اس سائنس کے ماہر ہیں اور مختلف سرکاری اداروں میں کام کرتے ہیں ان کی خدمات بھی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ دینی اسٹیج پر اگر یہ مسائل زیر بحث آئیں تو لوگوں کو ان کی اہمیت کا اندازہ ہوگا۔ ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دفعہ بیداری پیدا ہو جائے تو دور دراز کے علاقوں سے اچھے بیج بھی آئیں گے، بہترین کھاد کی سہولت بھی میسر آ سکے گی، کھیتوں میں سبزیوں کی کاشت بھی ہوگی اور ان کو مارکیٹ میں پہنچانے والے بھی دستیاب ہو جائیں گے لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم آج بھی ان مسائل کو دین کے نہیں بلکہ دنیا کے مسائل سمجھتے ہیں۔

مخلصانہ رہنمائی اور تعاون کے سلسلے میں جو باتیں اوپر عرض کی گئی ہیں، ان کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہماری آج کی نسلیں انھی پر تکیہ کر کے بیٹھ جائیں بلکہ یہ دنیا دارالاسباب ہے، نتائج ہمیشہ عمل اور محنت کے مطابق سامنے آتے ہیں۔ ہمارے مسلم نوجوانوں کو یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اہمیت اسی چیز کی ہوتی ہے جو خود اہم ہو۔ اپنی معنویت اور ضرورت ثابت کیے بغیر آپ اس ملک میں ایک باوقار زندگی کبھی نہیں گذار سکتے۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سستی، کاہلی اور علم و ہنر سے عاری ہونے کے باوجود میدانِ عمل میں کامیاب ہو سکتے ہیں تو آپ غلطی پر ہیں۔ برادران وطن سے مقابلہ کرنے کے لیے ان سے زیادہ آپ کو محنت کرنی ہوگی اور اس احساس کے ساتھ اپنی عملی قوتوں کو مزید مستحکم کرنا پڑے گا کہ آپ ایک ایسی ملّت کے فرد ہیں جو مسلسل نظر انداز کی جا رہی ہے، قدم قدم پر جس کے سامنے مشکلات کھڑی کی جا رہی ہیں اور تمام سیاسی جماعتیں جن کے حقیقی مسائل کو سمجھنے کے باوجود ان کو حل کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ فرقہ وارانہ فسادات کے ذریعہ اس خلیج کو مسلسل وسیع کیا جا رہا ہے جو اسلام دشمن عناصر نے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے اس ملک میں پیدا کی ہے۔ جذبات میں آ کر ہم بسا اوقات خود اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں اور ملت کی تعمیر کے لیے جو پُر امن فضا درکار ہے وہ اس ملک میں بننے نہیں پاتی۔ ہمارے بدخواہوں کا یہی وہ طریقہ ہے جسے اپنا کر وہ موقع بہ موقع ہمیں سڑکوں پر آنے کے لیے مجبور کرتے رہتے ہیں۔ ہمیں اقدام کرنے سے پہلے غور و فکر کرنا چاہیے اور صبر و ضبط سے کام لے کر سازشوں کے پس پردہ مقاصد کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ملکی سطح پر پیدا ہونے والی اس سیاسی صورتِ حال سے ہماری ملّی قیادت کو نمٹنا چاہیے تھا لیکن بدقسمتی سے ابھی تک ہماری اجتماعیت کو اس کا احساس نہیں ہے۔ بعض محترم شخصیات جن کا اس ملک میں وزن محسوس کیا جاتا ہے وہ سیلاب بلاگزر جانے کے بعد بیدار ہوتی ہیں اور دیگر سیاسی قائدین کی طرح سیاسی بیانات دے کر خاموش ہو جاتی ہیں۔ انفرادی سطح پر عزم و ہمت کا فقدان ہو تو اجتماعیت میں فولاد کا جگر کیوں کر پیدا ہو سکتا ہے۔

.....☆☆☆.....

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینی صحافت کا مزاج

اور اس کی ترجیحات

عصر حاضر میں ذرائع ابلاغ کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ بڑے بڑے شہروں سے لے کر دیہات وقصبات اور دور دراز کی چھوٹی چھوٹی بستیوں تک ان کا دائرہ پھیلا ہوا ہے۔ ان میں سیاست، معیشت، معاشرت، تہذیب اور ثقافت غرضیکہ زندگی سے تعلق رکھنے والی تمام باتوں کو موضوع بحث بنایا جاتا ہے۔ رواں حالات اور پیش آمدہ حادثات کی تصویر پیش کرنے کے ساتھ ساتھ یہ ذہن سازی کا کام بھی کرتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جمہوریت کا تیسرا اہم ستون ہیں، اس لیے ان کو بے باک اور غیر جانب دار بنانے کی کوشش بھی کی جاتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اخلاقی اقدار اور دیانت داری سے محروم کچھ افراد اور ذرائع ابلاغ کی بعض ایجنسیاں بسا اوقات سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ بنا کر رائے عامہ کو گمراہ بھی کرتی ہیں، جس کے دور رس اثرات مرتب ہوتے ہیں، حق وانصاف کا خون ہوتا ہے اور مظلوموں کی فریاد ایوان حکومت تک نہیں پہنچ پاتی۔ اپنی تمام تر خامیوں اور کمزوریوں کے باوجود ظالموں کو بے نقاب کرنے اور زندگی کے مختلف شعبوں میں پائے جانے والے کرپشن کو دور کرنے میں آج بھی ذرائع ابلاغ اپنا مؤثر کردار ادا کر رہے ہیں۔ موجودہ دنیا میں بھرپور زندگی گزارنے کے لیے ذرائع ابلاغ سے وابستگی ضروری ہے۔ کسی بھی اجتماعیت کا ان سے بے اعتنائی خودکشی کے مترادف ہے۔

ہندوستانی مسلمانوں کی ذرائع ابلاغ میں حصہ داری اور ملکی میڈیا میں ان کی شراکت کا مسئلہ آزادی کے بعد سے آج تک دردسر بنا ہوا ہے۔ کئی بار اس کے لیے منصوبہ بندی بھی کی گئی، کچھ افراد اسٹیج پر بھی آئے لیکن خاطر خواہ کامیابی نہیں مل سکی۔ اس کے داخلی اور خارجی کئی ایک اسباب ہو سکتے ہیں۔ دردمندان ملت نے ان اسباب کا جائزہ بھی لیا ہے اور بہت سے حضرات آج بھی اس محرومی و ناکامی پر چبھن محسوس کر رہے ہیں۔ اس وقت اس موضوع کو چھیڑ کر ملت کے زخموں کو ہرا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ت بلکہ یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے میں تھوڑی سی راحت محسوس ہو رہی ہے کہ وہ ہمیں اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں پر قابو پانے کی توفیق عطا فرمائے۔ رائے عامہ کو ہموار اور بیدار کرنے والے اس مؤثر ذریعہ کو اختیار نہ کرنے کے جس قصور کا ارتکاب ہم اجتماعی طور پر کر رہے ہیں، اسے معاف کر دے اور ہمارے اندر وہ ایمانی بصیرت پیدا فرما دے جس کی قوت سے ہم اپنے اندر موجود ان کالی بھیڑوں کی شناخت کر سکیں جن کی منافقت، مفاد پرستی اور سازشوں نے ہمیں منتشر، بے وزن اور کمزور بنا دیا ہے۔

اردو اخبارات کو بالعموم مسلمانوں کا ترجمان سمجھا جاتا ہے۔ ملت سے تعلق رکھنے والی تمام چھوٹی بڑی خبریں ان میں ہی شائع ہوتی ہیں۔ ان کے قارئین کا وسیع حلقہ بھی مسلمانوں ہی کا ہے۔ جنوبی ہند کی ریاست آندھرا پردیش اور مہاراشٹرا میں اردو اخبارات کی تعداد اشاعت خاصی ہے۔ اسی طرح کلکتہ میں بھی اردو اخبارات کا دائرہ خاصا وسیع ہے۔ اردو راشٹریہ سہارا نے بھی اب تقریباً ہندوستان کے تمام بڑے شہروں میں اپنی جگہ بنالی ہے۔ دہلی سے شائع ہونے والے بعض اردو اخبارات بھی دہلی اور قرب و جوار میں اپنا اثر رکھتے ہیں۔ نئی دہلی ہی سے شائع ہونے والا اخبار ''سہ روزہ دعوت'' ملی مسائل اپنے خاص انداز میں پیش کرتا ہے۔ اس کے تبصرے اور تجزیے مؤثر بھی ہوتے ہیں اور ایک وسیع حلقے میں پسند بھی کیے جاتے ہیں۔ فرقوں اور مسلکوں میں بٹی ہوئی ملت اپنا متفقہ اخبار جاری کر سکے، بروقت اس کا امکان نظر نہیں آتا۔ تنظیموں اور جماعتوں کے گروہی مفادات اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ اجتماعیت کو صالح قیادت دینے کے لیے جس وسعت ظرفی اور لچک کی ضرورت ہے وہ ہندوستان میں تقریباً مفقود ہے۔ کوئی بڑا سانحہ رونما ہوتا ہے تو وقتی طور پر اتحاد دیکھنے کو مل جاتا ہے لیکن آگ بجھتے ہی ہم اپنی سابقہ حالت پر لوٹ آتے ہیں۔ اس المناک صورت حال میں اس کے علاوہ کوئی چارہ نظر نہیں آتا کہ ملت کے مسائل کو اہمیت دینے والے اخبارات کو مزید مؤثر بنایا جائے، مختلف جماعتوں کے قائدین کا ان پر اتنا اخلاقی دباؤ ہو کہ وہ انصاف کے ترازو کو جھکنے نہ دیں اور مسلم تنظیموں کے اپنے اخبارات کے تعلق سے ہم مسلکی اور گروہی عصبیتوں سے اوپر اٹھ کر، مثبت رویہ اپنائیں۔ ان کی تعداد اشاعت بڑھائیں، ان کے ساتھ تعاون کریں اور اپنی آرا و تجاویز ارسال کر کے ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ اسی طرح ٹیلی ویژن پر جو چینل اسلام، مسلمان اور عالم اسلام کو بطور خاص جگہ دیتے ہیں، ان سے بھی قائدین ملت اور دانشوران قوم کا رابطہ ہو۔ دینی سوال و جواب کا دورانیہ بڑھایا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جائے تا کہ زیادہ سے زیادہ استفادہ ہو سکے۔ حکومتی سطح پر رابطہ قائم کر کے عالم اسلام کے بعض چینلس کو دکھانے کی اجازت حاصل کی جائے، اس سے اسلامی تہذیب وثقافت کو تقویت حاصل ہوگی اور امت مسلمہ کی وحدت کا تصور مستحکم ہوگا۔ ٹیلی ویژن کے جواز وعدم جواز کی فقہی بحث میں اب کوئی جان نہیں ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ ہم اسے کیسے استعمال کرتے ہیں اور اس میں کیا دیکھتے ہیں؟ شعور کو پختہ کیجیے، نفع وضرر کا احساس اجاگر کیجیے، ہم اپنی نسلوں کو اس کے منفی اثرات سے بچانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ خذ ماصفا ودع ما کدر کا اصول رکھنے والی امت، کیا اتنی کمزور ہوگئی ہے کہ وہ ابلاغ کے اس ذریعہ سے اپنی نظریں بچا رہی ہے جس نے پوری دنیا کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ ٹیلی ویژن کے پردہ پر دکھائی جانے والی ایک تصویر آپ کے وجود کو منہم کر دے گی اور پھر ہزاروں بار صفائی دے کر آپ اپنے کو بے داغ ثابت نہیں کر پائیں گے۔ ملت کی جان ومال اور اس کی عزت وآبرو کی تباہی کے دل دوز مناظر اسکرین پر کم نظر آتے ہیں لیکن جن حادثات وواقعات کا الزام بعض مسلمانوں پر لگا دیا جاتا ہے، ان کی تصویریں مہینوں ٹیلی ویژن پر دکھائی جاتی ہیں۔ میڈیا کے لیے جو ضابطۂ اخلاق وضع کیا گیا ہے، اس کی رعایت کہاں کی جاتی ہے اور کہاں اسے نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اس پر ملت کی نگاہ ہونی چاہیے اور قائدین کی طرف سے اس کا نوٹس لیا جانا چاہیے۔ دینی جماعتوں اور تنظیموں کے بارے میں ہمارا احساس یہ ہے کہ وہی ملت کی حقیقی ترجمان ہیں لیکن داخلی سیاست اور عہدے ومناصب کی کشمکش میں گرفتار ہو کر وہ اپنی ساری توانائی بعض شخصیات کا قد اونچا کرنے اور آئندہ کے انتخاب میں اپنا وجود باقی رکھنے پر صرف کرتی ہیں اور اپنے اصل فریضے سے غافل ہوتی جا رہی ہیں۔ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ عہدہ طلب نہ کرو، بے طلب ملے گا تو اللہ کی مدد شامل حال ہوگی اور طلب کر کے حاصل کرو گے تو بے یار ومددگار چھوڑ دیے جاؤ گے۔ اس فرمان نبوی کو دینی تنظیموں کے قائدین اگر ملحوظ نہیں رکھیں گے تو پھر کس سے امید کی جائے۔ آج کی بے برکتی، وسائل کا ضیاع اور صلاحیتوں کی بربادی کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے۔ دیکھیے کب اللہ کو ہمارے حال پر ترس آتا ہے اور ہم سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر اپنے فرائض ادا کرنے کے قابل ہو پاتے ہیں۔

افراد کی ذہن سازی، ان کی دینی تربیت اور انھیں حالات سے باخبر رکھنے کے لیے ملت کے پاس بہت سے دینی رسائل وجرائد ہیں۔ جو دینی جماعتوں، دینی اداروں اور مدارس وجامعات کی جانب سے شائع ہوتے ہیں۔ ان کی تعداد اشاعت اگر چہ کم ہے لیکن ایک وسیع حلقے میں یہ پہنچتے ہیں اور بڑی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعداد میں لوگ ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ ان کے موضوعات ومضامین بالعموم دینی ہوتے ہیں۔ بعض رسائل وجرائد سیاسی موضوعات پر بھی تجزیے اور تبصرے شائع کرتے ہیں۔ ان کا ایک بڑا مقصد متعلقہ جماعتوں اور اداروں کی کارکردگی کو نمایاں کرنا ہوتا ہے۔ ان کے مطالعہ سے ہم ملت کے کاموں کی رفتار کا بھی اندازہ کر سکتے ہیں۔ یہ مطالبہ تو نہیں کیا جاسکتا کہ یہ دینی رسائل اپنے فکری تشخصات اور مسلکی ترجیحات کو نظر انداز کر دیں لیکن ملت کے عمومی مسائل کو زیادہ جگہ دینے کی ان سے سفارش ضرور کی جاسکتی ہے۔ کمزوریاں کہاں کہاں ہیں؟ کن موضوعات کو نمایاں کرنے کی ضرورت ہے؟ ان کا ادراک واحساس پیدا کر کے ہم ان رسائل وجرائد کو زیادہ سے زیادہ کارآمد بنا سکتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ دینی صحافت کا مزاج کیا ہے اور اس کی ترجیحات کیا ہیں؟ صحافت کے ساتھ دین کا لفظ جوڑ دینے سے کذب بیانی، دروغ گوئی، جھوٹ، مکروفریب اور عیاری کی تمام شکلیں کالعدم قرار پاتی ہیں۔ اسی طرح مبالغہ آرائی، کاسہ لیسی، جی حضوری اور مدلل مداحی کی تمام مکروہ صورتیں اس سے خارج ہو جاتی ہیں۔ دین اسلام جس شکل میں نازل ہوا ہے، وہ مسائل حیات کو جس انداز میں پیش کرتا ہے اور زندگی کے جن جن شعبوں کو موضوع بحث بناتا ہے، ایک مسلم صحافی خود کو اسی دائرے میں رکھتا ہے اور اسلام کی بے لاگ ترجمانی کرتا ہے۔

دینی صحافت میں سب سے زیادہ پیچیدہ صورت حال اس وقت پیش آتی ہے جب ہم عقائد وفقہی مسائل میں پائے جانے والے اختلافات کا ذکر کرتے ہیں۔ بعض رسائل میں اس طرح کے موضوعات جس اسلوب وزبان میں زیر بحث لائے جاتے ہیں اور اپنے مخالفین کی جس طرح تکفیر وتفسیق کی جاتی ہے، اس نے ہماری دینی ثقاہت اور معروضیت کو مشتبہ بنا دیا ہے۔ قلم وقرطاس سنبھالتے وقت ذرا بھی احساس نہیں ہوتا کہ اس کا قاری ایک عام یا جدید تعلیم یافتہ مسلمان بھی ہوسکتا ہے، جو اپنی تمام تر کوتاہیوں کے باوجود اپنے دین سے اور دین سے وابستہ تمام چیزوں سے عقیدت رکھتا ہے۔ جب ایک ذمہ دار تنظیم اور ادارہ کے آرگن میں الزامات، اتہامات اور سب وشتم سے بھرپور دینی مضمون کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کی عقیدت کو ٹھیس لگتی ہے اور وہ اپنے دینی رہنماؤں سے بدگمان ہونے لگتا ہے۔ آزادی اور جمہوریت کے موجودہ ماحول میں کسی کے قلم پر پابندی تو عائد نہیں کی جاسکتی اور نہ کسی مکتب فکر کو اپنے مخصوص افکار ونظریات کی ترویج واشاعت سے روکا جاسکتا ہے۔ لیکن کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلافی مسائل کو علمی، تحقیقی اور معروضی انداز میں پیش کریں۔ مخالفین کو زیر بحث لائے بغیر بھی اپنی بات سنجیدگی سے تحریر کی جاسکتی ہے۔ جذباتیت، غیظ وغضب اور لعن طعن کی ضرورت وہاں پیش آتی ہے جہاں دلیل وحجت موجود نہ ہو۔ دلیل وحجت موجود ہو تو خوبصورت اور مؤثر انداز میں اپنی بات کہی جاسکتی ہے۔ مخالفین کے رنگ میں رنگ کر ایک صحیح اور متوازن موقف رکھنے والا شخص بھی بے وزن ہو جاتا ہے اور اپنی دینی شناخت کو مجروح کر لیتا ہے۔ اسی ہندوستان میں جن دینی شخصیات نے اپنے مخالفین کی زبان استعمال نہیں کی، وہ اپنے مشن کو آگے بڑھانے میں کامیاب رہیں اور آج ان کے اعتبار وثقاہت کو چیلنج کر کے کسی ناقد کا اپنے پیروں پر کھڑا رہنا بھی مشکل ہے۔ نماز جنازہ پڑھنے پڑھانے اور امام کی اقتدا کرنے کے مسئلہ میں جو طوفان ابھی چند ماہ قبل مغربی اتر پردیش میں اٹھا تھا، خود مسلم عوام نے اس پر کس ردعمل کا اظہار کیا اور فتویٰ دینے والے مفتی کو کس طرح در بدر ہونا پڑا، اس کی ایک نمایاں اور واضح مثال ہے۔ اسی طرح جن فقہی مسائل میں دونوں پہلوؤں کی گنجائش موجود ہے اور مسئلہ محض افضلیت کا ہے، وہاں بات واضح ہونی چاہیے اور قارئین کو بہت زیادہ الجھانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

دینی رسائل وجرائد میں جو بات سب سے زیادہ توجہ کی مستحق ہے، وہ ان کی متانت اور سنجیدگی ہے، زبان وادب اور فصاحت وبلاغت کی رعایت ہے۔ اسلامی موضوعات پر تمسخر اور استہزا کے اسلوب میں قلم اٹھایا جائے، اس کی اجازت اسلام نہیں دیتا، خواہ اسے کسی بھی صنف ادب کا خوبصورت عنوان کیوں نہ دیا جائے۔ اس طرح کی انشاء پردازی دل کا غبار ہلکا کرنے کی ایک کوشش ہے، ان تحریروں کو نہ پائیداری نصیب ہوتی ہے اور نہ قارئین کے ذہن پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ الفاظ اور جملوں کے تیر ونشتر چلا کر کسی مزمن بیماری کا علاج نہیں کیا جاسکتا۔ ''مسجد سے میخانہ تک'' جیسے کالم خود کالم نویس کے دینی اعتبار و ثقاہت کو مجروح کر دیتے ہیں۔ اردو زبان اور اس کا مروجہ ادب ترقی پسندوں اور رومانی تحریک کے علم برداروں کے لیے مادیت کی غیر فطری تشریح اور جنسیات کی فرضی کہانیوں کو بیان کرنے کے لیے وسیلۂ اظہار تو ہوسکتا ہے لیکن وحی ربانی کی تشریح وتفہیم کا انبیائی کام اس کے سپرد نہیں کیا جاسکتا۔ شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین اور شاہ اسماعیل شہید نے اس زبان کو جو وقار واعتبار بخشا ہے اور اس کے لیے جو سرمایہ فراہم کیا ہے، دینی رسائل وجرائد کو انھیں کی اقتدا کرتے ہوئے ترسیل وابلاغ کے فرائض انجام دینے چاہئیں۔ لفظوں کے انتخاب اور جملوں کی ساخت میں ہمارا معیار قرآن وحدیث ہیں، جن کی ادبیت زبان وادب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تمام خوبیوں سے آراستہ، نمایاں اور مثالی ہے۔

دینی رسائل کے بارے میں عام تاثر یہ پایا جاتا ہے کہ ان کے موضوعات میں تنوع اور ہمہ گیریت نہیں پائی جاتی۔ یہ بات بڑی حد تک درست ہے۔ کتاب وسنت میں جو موضوعات اور مضامین زیر بحث آئے ہیں اور موجودہ حالات میں ان کی جو معنویت وافادیت ہے، کوئی وجہ نہیں کہ ہماری دینی صحافت ان سے بے اعتنائی کا اظہار کرے۔ کتاب وسنت کے موضوعات ومضامین کے لیے اگر ہم کتب صحاح ستہ کے ابواب وتراجم اور مضامین قرآنی پر تیار شدہ کسی انڈکس پر ایک نظر ڈال لیں تو اندازہ ہوجائے گا کہ اس میں اگر ایک طرف دنیا، برزخ، قیامت، جنت اور جہنم کا تذکرہ ملتا ہے تو دوسری طرف دنیا میں انسانی زندگی جن ادوار سے گذرتی ہے، ان کے تفصیلی حالات بھی ملتے ہیں۔ اسی طرح کتاب وسنت انسان کے عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاقیات کو زیر بحث لاتے ہیں۔ عدل و انصاف کی اہمیت بتاتے ہیں، اس کو قائم کرنے پر زور دیتے ہیں، جرائم کی مذمت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے لیے سزاؤں کا تعین کرتے ہیں۔ انسان کی معاشی زندگی میں جو ناہمواری پائی جاتی ہے، اس کے اسباب کا تجزیہ کتاب وسنت میں موجود ہے۔ تجارت کیا ہے؟ رشوت کیا ہے؟ سود کیا ہے؟ ان تمام سوالوں کا جواب قرآن وحدیث دیتے ہیں۔ مادیت کی قساوت وسنگ دلی نے آج انسان کو بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ وہ روحانی زندگی کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اسلام اس کا جواب دیتا ہے۔ اگر اسلام کے نمائندے عصر حاضر کے اسلوب میں موجودہ ذہن کو مطمئن کرسکیں تو اسلام پر لبیک کہنے والوں کی تعداد میں بے پناہ اضافہ ہوجائے گا۔ اسی طرح آج پرنٹ میڈیا میں بالعموم عالمی سطح کے مسائل میں غربت، صحت کی نگہداشت، آب وہوا کی کثافت وآلودگی اور انسانی حقوق واحترام انسانیت وغیرہ موضوعات کو بطور خاص نمایاں کیا جاتا ہے۔ کیا اسلام ان موضوعات ومسائل پر خاموش ہے؟ نہیں بلکہ دنیا کی تمام خود ساختہ تنظیموں اور اداروں کے مقابلے میں ان مسائل پر وہ ایک واضح نقطۂ نظر رکھتا ہے، اس کی تعلیمات میں تفصیل سے یہ مسائل زیر بحث آئے ہیں۔ اسلام ایک قدم آگے بڑھ کر ان اسباب کا بھی تجزیہ پیش کرتا ہے جو اس طرح کے مسائل کو جنم دیتے ہیں اور انسانی آبادیوں کو متعفن کردیتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ہمارے دینی رسائل وجرائد ان موضوعات پر مقالات نہیں شائع کرتے۔ اس کی ایک وجہ شاید یہ بھی ہے کہ ہم دین کو بحیثیت ایک نظام زندگی ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ دنیا وآخرت کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درمیان جو توازن مطلوب ہے، اسے پیدا کرنے میں بھی ہم ناکام ہیں۔ وسائل کی کمی بھی اس کی ایک وجہ ہوسکتی ہے۔ ایک صحافی کو بہت وسیع النظر اور وسیع المطالعہ ہونا چاہیے۔ روزمرہ کے حالات سے اسے آگاہی ہونی چاہیے۔ اساسیات اسلام کی تفہیم و ادراک کے ساتھ ساتھ عصر حاضر میں ان کی تنفیذ وانطباق پر اسے قدرت ہونی چاہیے۔ اس پہلو سے دینی رسائل و جرائد کے مدیران کی تربیت کا ہمارے یہاں کوئی انتظام نہیں ہے۔ صحافت ایک فن ہے۔ اگر اس کی فنی تعلیم حاصل نہیں کی جاسکتی تو اس موضوع پر تیار کتابوں سے استفادہ کرکے اپنے آپ کی تھوڑی بہت تربیت کی جاسکتی ہے۔ ہمارے دینی مدارس اپنی لائبریریوں میں ان موضوعات پر بھی کتابیں فراہم کریں تاکہ باذوق طلبہ ان سے استفادہ کرسکیں۔ اردو زبان وادب کا مطالعہ ایک اسلام پسند اردو صحافی کے لیے ناگزیر ہے۔ نئے نئے الفاظ، تراکیب اور اصطلاحات ہر زبان کا خاصہ ہیں۔ اگر ان سے واقفیت نہ ہو تو بعض خیالات کی ترسیل کما حقہ نہیں ہو پاتی۔

ہندوستان میں مسلمانوں کو جس طرح کے سیاسی، سماجی، معاشی، تعلیمی اور ثقافتی مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، زندگی کے تمام شعبوں میں ان کی حیثیت کیا ہے؟ پس ماندگی اور پچھڑے پن کی وجوہات کیا ہیں؟ ان موضوعات پر قلم اٹھاتے ہوئے جذباتیت سے گریز کرنا ضروری ہے۔ انداز بھی بیانیہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ ٹھوس معلومات کی روشنی میں تحلیل وتجزیہ کا طرز زیادہ مفید اور مؤثر ہوسکتا ہے۔ ان شعبوں میں مسلمانوں کی صورت حال پیش کرنے کے لیے خود ہماری تنظیموں اور اداروں کی طرف سے مسلمانوں کا جائزہ ضروری ہے۔ حکومتی اداروں کی جانب سے جو جائزے پیش کیے جاتے ہیں بسا اوقات ان میں افراط وتفریط دیکھنے کو ملتی ہے۔ لیکن یہ سارے امور اسی وقت ملحوظ رکھے جاسکتے ہیں جب صحافت کے بنیادی لوازمات مہیا ہوں۔ ہر رسالہ کا اپنا ایک عملہ ہو جس میں مختلف صلاحیتوں کے افراد موجود ہوں۔ زندہ زبانوں سے معلومات اخذ کرنے کے لیے صحافتی عملہ میں ان سے واقفیت رکھنے والے افراد کی موجودگی ضروری ہے۔ دینی رسائل وجرائد اگر ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ ملکی میڈیا میں شائع ہونے والے مضامین سے استفادہ کیا جائے تو خود انھیں بھی اپنا معیار اتنا بلند کرنا چاہیے کہ ملکی میڈیا ان سے استفادہ کرنے کی ضرورت محسوس کرے۔

............☆☆☆............

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمائے موجودین کی خدمات

اعتراف اور تعارف

دینی، علمی، دعوتی، تحقیقی، تدریسی اور انتظامی شعبوں میں قابل تقلید اور نمایاں خدمات انجام دینے والی محترم اور پُر وقار شخصیات سے بالعموم واقفیت اس وقت ہوتی ہے، جب وہ اپنی مخلصانہ جہد و مساعی کا صلہ پانے کے لیے خالق حقیقی کے پاس جا چکی ہوتی ہیں اور ان سے بالمشافہہ گفتگو کرنے کے تمام امکانات ختم ہو چکے ہوتے ہیں۔ علمائے مرحومین پر رسائل و جرائد کے خصوصی شمارے شائع کرنے کی دیرینہ روایت ہمارے یہاں موجود ہے۔ بسا اوقات بعض علماء پر ان کے تلامذہ، اساتذہ اور قریبی احباب کے مقالات کا مجموعہ بھی منظر عام پر آجاتا ہے۔ اس قسم کے تذکروں اور سوانحی اشاعتوں کا مطالعہ کرنے کے بعد دل میں ایک ہوک سی اٹھتی ہے کہ جب صاحب تذکرہ کی شخصیت اتنی عظیم تھی اور علم کے بعض شعبوں میں انھیں درجۂ اختصاص حاصل تھا تو زندگی میں ان سے ملنے اور استفادہ کرنے کی سعادت کیوں نہ حاصل ہو سکی۔ اگر ان کی عظمت کا ادراک و احساس زندگی میں ہو جاتا تو سر کے بل چل کر ان کی خدمت میں حاضری دی جاتی، اپنے بعض علمی اشکالات کا ان سے تفصیلی جواب حاصل کیا جاتا اور ان کے وسیع اور طویل تجربات سے اپنی بعض کمزوریوں اور کوتاہیوں پر قابو پانے کی کوشش کی جاتی۔

آج ملت اپنی تاریخ کے انتہائی نازک دور سے گزر رہی ہے، ہر طرف اسے زوال ہی زوال نظر آرہا ہے۔ اس کی زندگی کے تمام شعبے، انتشار و اضمحلال کا شکار ہیں۔ زوال و ادبار کے اس پر آشوب دور میں جن شخصیات نے بزمہائے علمی آراستہ کر رکھی ہیں، جن کے دم قدم سے ملت کے مدارس میں تفسیر، حدیث، فقہ اور عربی زبان و ادب کی آب و تاب باقی ہے اور جو اہل اسلام کے لیے تصنیف و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تالیف اور تحقیق و ریسرچ کی دنیا آباد کیے ہوئے ہیں، اگر ان کو متعارف نہیں کرایا جائے گا، اگر ان کی روشن خدمات کو خراج عقیدت نہیں پیش کیا جائے گا تو یہ ملت کے حق میں مضر ہوگا۔ اس کا مطلب یہ سمجھا جائے گا کہ زوال پذیر اور شکست خوردہ یہ قوم آج بھی اپنے محسنوں کا کما حقہ اعتراف نہیں کرتی، ان کی حوصلہ افزائی کر کے آنے والی نسلوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی ترغیب نہیں دیتی۔ خالص دینی پہلو سے اگر دیکھا جائے تو قوم وملت کے مخلص قائدین اور اس کے محسنوں کا عدم اعتراف ایک بڑی ناشکری ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے اسی لیے فرمایا تھا کہ جو انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکریہ کیوں کر ادا کر سکتا ہے۔ اپنے منہ سے اپنی تعریف کرنا اور کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنا دونوں اسلام کی نظر میں ناپسندیدہ ہیں لیکن اس موضوع کی جملہ نصوص کو پیش نظر رکھ کر ہمیں اعتدال وتوازن کا وہ رویہ اپنانا چاہیے جو اسلام میں مطلوب ہے اور جو ہماری نسلوں کے اندر ہمت، حوصلہ اور شوق وجذبہ پیدا کرے گا۔

افراد کو جو صلاحیتیں ودیعت کی جاتی ہیں وہ قدرت کا خاص عطیہ ہوتی ہیں۔ عام لوگوں کے مقابلے میں اضافی خصوصیات کے حامل افراد اس کے محتاج نہیں ہیں کہ لوگ ان کے پاس آئیں، وہ اس کی خواہش اور تمنا بھی نہیں رکھتے، ضرورت تو دوسروں کی ہے کہ وہ ان سے استفادہ کریں، ان کی اضافی صلاحیتوں سے اپنے علم وعمل کو مزین کریں۔ شعبۂ درس وتدریس ہو یا تحقیق وتصنیف، دینی تنظیموں کی قیادت کا مسئلہ ہو یا مدارس کے انتظام وانصرام کا، ہر شعبہ میں ہمیں بہت ہی نمایاں اور ممتاز افراد درکار ہیں۔ بحمد اللہ ان شعبوں میں بہت سے مخلص افراد موجود بھی ہیں، ہمیں معاصرانہ چشمک، جہلی عصبیت اور بغض وحسد وغیرہ کی مذموم صفات سے علیحدہ ہو کر کھلے دل سے ان کا اعتراف کرنا چاہیے اور ان سے افادہ واستفادہ کے دائرے کو وسیع کرنا چاہیے۔

علمائے موجودین کی خدمات کا تعارف کرانے کے لیے کئی ایک طریقے اپنائے جا سکتے ہیں۔ ان کی شخصیت اور خدمات پر مشتمل مقالات ومضامین تحریر کیے جائیں۔ مختلف حضرات کی تحریروں کا مجموعہ مرتب کیا جائے۔ رسائل واخبارات کے مدیران بالمشافہہ گفتگو کر کے ان کے انٹرویو شائع کریں اور ان کے تجربات ومشاہدات قلم بند کر کے ملت کے سامنے پیش کریں۔ اس راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ نقطہائے نظر کے اختلاف اور طریقہائے کار کی عدم یکسانیت کو گوارہ اور انگیز نہ کرنا ہے۔ علمی دنیا میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف ایک محمود چیز ہے جب کہ مخالفت قابل نفریں ہے۔ اختلاف اور مخالفت کے درمیان موجود اس فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہم معاصر علماء کی خدمات کا نہ خود اعتراف کرتے ہیں اور نہ یہ برداشت کرتے ہیں کہ ان کا تعارف کرایا جائے۔ اسلام کے عہد اول میں ہمیں فقہی اختلافات کی ایک مکمل دنیا دکھائی دیتی ہے لیکن اس کے باوجود اسلام کو بالادستی حاصل تھی۔ اسلام اور مسلمانوں کو اگر ہم آج عزت و وقار عطا کرنے کی خواہش رکھتے ہیں تو ہمیں مثبت طرز فکر اپنا کر خود کو بدلنا ہوگا۔

.....☆☆☆.....

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتخابی سیاست میں مسلمانوں کی حصہ داری اور نمایندگی

ملک کے جمہوری نظام میں اس بات کی نہ صرف پوری گنجائش موجود ہے کہ ملک کی سیاست میں مسلمان حصہ لیں بلکہ یہ ان کی دستوری ذمہ داری بھی ہے کہ اس نظام کو بہتر اور مفید بنانے میں اپنا حقیقی کردار ادا کریں۔ انتخابی سیاست میں حصہ لینا اور اپنے پسندیدہ امیدوار کو ووٹ دینا ان کا آئینی حق ہے، ان کو ان کے اس حق سے کوئی شخص محروم نہیں کرسکتا۔ سیاست کی بعض آلائشوں اور اس کی چند ایک ناہمواریوں کی وجہ سے خود کو انتخابی عمل سے دور کرلینا نہ ملت کے حق میں مفید ہے اور نہ ملک کے دیگر شہریوں کے حق میں۔ سیاست کا دائرہ اب اتنا وسیع ہو چکا ہے کہ اس پر اثر انداز ہوئے بغیر آپ کسی مظلوم کی مدد بھی نہیں کرسکتے، کوئی بڑی تجارت اور بڑی صنعت بھی سیاسی پشت پناہی مانگتی ہے، حق بات کہنے کے لیے بھی سیاسی اثر ورسوخ کی ضرورت ہے ورنہ آپ کی کہی ہوئی حق بات آپ کے لیے اور آپ کے اہل خانہ کے لیے وبال جان بھی بن سکتی ہے۔

ہمارے قابل صد احترام علماء اور دینی جماعتوں کے قائدین اچھی طرح جانتے ہیں کہ خالص رفاہی، تعلیمی اور سماجی کاموں کے لیے بھی وہی ذریعہ اپنانا پڑتا ہے، جس کی شاہ کلید سیاست کے پاس ہے۔ بعض قائدین کے اپنے اپنے پرائیویٹ تعلیمی اور رفاہی ادارے اسی سیاست کے سہارے چل رہے ہیں پھر کیوں نہیں وہ کھل کر اس کی ضرورت اور اہمیت پر اپنی تقریروں اور تحریروں میں اظہار خیال کرتے ہیں۔ ذاتی مفادات کے تحفظ کے لیے ہم سیاست کی پناہ تلاش کرتے ہیں لیکن ملت کی بقا اور تحفظ کے مسئلے کو حالات کے سپرد کرکے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ یہ ملت کے ساتھ وفاداری نہیں بلکہ کچھ اور ہے۔ اس پر ہمیں سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہئے۔

انتخاب کا موسم آتے ہی بعض قائدین ملت بڑے بڑے جلسوں میں نظر آنے لگتے ہیں، جذباتی تقریریں کرتے ہیں، ملت کی مسیحائی کا دم بھرتے ہیں، اس پر ہونے والے ظلم وستم کا ذکر کرکے اپنے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی پارٹی کی فتوحات اور کارناموں کو شمار کراتے ہیں۔ پانچ سالوں تک آرام فرمانے والے قائدین اگلے پانچ سالوں کے لیے اپنا مستقبل محفوظ کرنے کے لیے دن رات ایک کر دیتے ہیں۔ اس طرح کی سیاست آپ کے وجود کو تو باقی رکھ سکتی ہے جس میں آپ کو جی حضوریوں کی طرح دوسروں کے آگے پیچھے گھومنا پڑے لیکن وہ استحکام اور توانائی حاصل نہیں ہوسکتی کہ آپ مکمل خودداری اور خود اعتمادی کے ساتھ سیاست کر سکیں اور اپنی مظلوم ملت کے آنسو پونچھ سکیں۔ اس کے لیے اخلاص اور للّٰہیت ضروری ہے اور ساتھ ہی ساتھ منصوبہ بندی اور حکمت عملی بھی مطلوب ہے۔

ہمارا دستور تو یہ کہتا ہے کہ ملک کے تمام شہریوں کو یکساں حقوق اور ہر ایک کو ترقی کے یکساں مواقع حاصل ہیں لیکن تعلیمی، تجارتی اور سماجی استحکام کے لیے جن بنیادی سہولیات کی فراہمی ضروری ہے، کیا وہ ملک کے تمام حصوں میں موجود ہیں۔ کیا صنعت وحرفت میں آگے بڑھنے کے لیے جو وسائل شہروں اور قصبات میں موجود ہیں، کیا وہ گاؤں دیہات میں بھی موجود ہیں۔ اگر نہیں تو اس فرق وامتیاز کی بنیاد کیا ہے؟ امن وانتظام کی جو صورت حال دیہات میں ہے، کیا وہی شہروں میں بھی ہے؟ فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور بھائی چارہ کے ماحول کو بگاڑنے والوں کے خلاف قوانین موجود ہیں لیکن جان ومال کا نقصان ہے کہ اس کا سلسلہ رک ہی نہیں رہا ہے۔ زخم لگتے ہیں، نسلیں متاثر ہوتی ہیں، کاروبار تباہ ہوتے ہیں اور کئی کئی خاندانوں کی لاٹھیاں ٹوٹ جاتی ہیں لیکن نچلی سطح پر اس سلسلے میں مناسب کارروائی نہ ہونے کی وجہ سے انصاف نہیں مل پاتا۔ ملک میں بدعنوانی بڑھتی جارہی ہے، ایسے ایسے مالی اسکینڈل سامنے آرہے ہیں کہ ملک کے ہزاروں لوگ اس کی زد میں آکر اپنا سب کچھ گنوا بیٹھتے ہیں۔ غربت وافلاس کا دائرہ وسیع ہوتا جارہا ہے، پیٹ کی خاطر ایک ماں اپنے بچے کو بیچنے کے لیے مجبور ہوجاتی ہے، کتنے لوگ ہیں جو بھوک سے تڑپ تڑپ کر جان دے دیتے ہیں۔ مہذب دنیا حقوق نسواں کے نعرے بڑے زور وشور سے بلند کررہی ہے، ہمارے ملک میں بھی عورتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے کئی ایک تنظیمیں سرگرم عمل ہیں لیکن عورتوں کی مظلومیت کم ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔ وہ آج بھی سڑکوں کے کنارے پتھر توڑتی اور تفریح گاہوں میں درندہ صفت انسانوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنی دکھائی دے رہی ہے۔ اس کی نازکی، معصومیت اور بھولے پن کو بری طرح کچل دیا گیا ہے۔

یہ اور اس طرح کے بیسیوں مسائل ہیں جن پر مسلم قیادت کی واضح پالیسی ہونی چاہئے۔ ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موضوعات پر ہمارے یہاں کانفرنسیں منعقد ہوں، سیمینار کیے جائیں، زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے ماہرین کو دعوت دی جائے، ان کو سنا جائے اور اسلام اور مسلمانوں کے موقف سے انھیں واقف کرایا جائے۔ ملک کے ان حساس مسائل سے کنارہ کشی اختیار کر کے ہم نہ اپنے ساتھ انصاف کر رہے ہیں اور نہ ملک کے دیگر شہریوں کے ساتھ۔ ملک میں معاشی بے اعتدالی کو روکنے، سماج کی ہمہ جہت اصلاح کرنے اور تعلیم کو عام کرنے میں ہمیں اپنا خصوصی کردار ادا کرنا ہوگا۔ اس کے بغیر شاید ہم اپنی ذمہ داریاں نہ ادا کر سکیں۔

لیکن ان فرائض کی انجام دہی کے لیے سیاست میں ہماری شراکت بھرپور انداز میں ہونی چاہئے۔ انتخابات کے موقع پر جو صورت حال دیکھنے کو ملتی ہے وہ ہمارے لیے حد درجہ باعث تشویش ہے۔ عوامی جلسوں میں جھوٹے وعدے، مخالف سیاسی جماعتوں پر غیر ضروری اور غیر معقول نکتہ چینی شاید ہم نہ کر سکیں، ہمارا مذہب اس کی اجازت ہمیں نہیں دیتا۔ دین دار اور تقویٰ شعار مسلمانوں کی اس انتخابی دنگل سے کنارہ کشی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی رہی ہے۔ لیکن اس کے بغیر چارہ بھی تو نہیں۔ اگر ہم ایسے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے تو صورت حال دن بہ دن خراب ہوتی جائے گی اور اس سے ہم لازمی طور پر متاثر ہوں گے۔

اب سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ الیکشن میں ہم شریک کیسے ہوں۔ کس سیاسی جماعت سے ہمارا رشتہ ہو اور کس کے ساتھ رہ کر ہم الیکشن میں حصہ لیں۔ ملک میں دو طرح کے انتخابات ہوتے ہیں، مرکزی اور ریاستی۔ مرکزی انتخابات میں ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہم قومی سطح کی سیاسی جماعتوں کا ساتھ دیں اور ریاستی سطح کے انتخاب میں ہماری ترجیح وہ سیاسی جماعتیں ہونی چاہئیں جو ریاست میں اپنی اچھی کارکردگی کے لیے جانی پہچانی جاتی ہیں اور جن کی ترجیحات میں مذہبی غیر جانب داری لازمی طور پر شامل ہو۔

مسلم قائدین کے ساتھ ایک بہت بڑا المیہ یہ رہا ہے کہ ان کی سیاسی جماعتیں بسا اوقات ان کے اور ان کی ملت کے ساتھ وفا نہیں کرتی ہیں بلکہ ان کو مسلسل نظر انداز کرتی رہتی ہیں۔ ابھی حال میں مولانا محمود مدنی اور اعظم خاں کے تعلق سے جو صورت حال سامنے آئی ہے وہ اس کی نمایاں مثال ہے۔ کیا یہ دونوں قائدین صرف اس لیے ان سیاسی جماعتوں میں شامل تھے کہ مسلمانوں کا ووٹ ان کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلاتے رہیں یا ان کی پارٹی میں اپنی کوئی شناخت اور پہچان تھی۔ ملت کو چاہئے کہ اس طرح کے حالات پر نظر رکھے اور ان سیاسی جماعتوں کو وقت آنے پر سبق سکھائے جو اس کے قائدین کے ساتھ اس طرح کا بھونڈا مذاق کرتی ہیں۔ ملت کے افراد کی یہاں سب سے بڑی کمزوری یہ سامنے آتی ہے کہ وہ اپنے ہی قائدین کے خلاف منافق قسم کے لوگوں کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں اور برسہا برس کی جدوجہد کے بعد جو قائد سیاسی افق پر جلوہ گر ہوا تھا وہ خود کو گوشہ گم نامی میں جانے سے بچانے کے لیے کسی نہ کسی سیاسی جماعت سے معاہدہ کرنے پر خود کو مجبور پاتا ہے۔ اس نازک صورت حال میں اس سے ملت کیا امیدیں وابستہ کر سکتی ہے۔ آزادی کے بعد آج تک ہمارا سب سے بڑا المیہ یہی رہا ہے کہ خود ہم اپنے قائدین کو گم نامی کے اندھیروں میں دھکیلتے رہے ہیں۔ بڑی جدوجہد کے بعد کوئی شخص قائد بنتا ہے اور اس سے کہیں زیادہ کوششوں کے بعد اسے کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنے مسلم قائدین کو ملت اخلاقی اور مادی اعتبار سے مضبوط بنائے ،ان سے اگر کبھی غلطی ہو جائے تو معاف کرنے کا اپنے اندر حوصلہ پیدا کرے اور ان پر اتنا اخلاقی دباؤ بنا کر رکھے کہ وہ ملت کے مسائل کو پوری ذمہ داری اور ہمت کے ساتھ ہر اسٹیج پر اٹھاتے رہیں۔ اکثریت کے درمیان رہ کر اپنے مسائل کو حل کراتے رہنا بہت زیادہ آسان نہیں ہے، اس کے لیے صبر بھی چاہئے اور حکمت عملی بھی۔ اسلام اور مسلمان دشمن عناصر مسلسل ایک تناؤ کا ماحول اس ملک میں بنائے رکھنا چاہتے ہیں، مسلم قیادت کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہوگی کہ اس تناؤ کو کم رکھے اور افراد ملت کو سکون کے ساتھ ترقی کرنے کے مواقع فراہم کرے۔ یاد رکھئے کسی بھی جگہ فرقہ وارانہ کشیدگی تعلیمی، معاشی اور سماجی پیش رفت کو منجمد کر دیتی ہے اور بعض افراد تو اپنی نسلوں کو بہت پیچھے جاتا ہوا دیکھنے کے لیے خود کو مجبور پاتے ہیں۔

مسلمانوں کی مذہبی قیادت کو بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہئے۔ جس معاشرے کی اصلاح وفلاح کے لیے آپ شب وروز مصروف ہیں، اس کے وجود کو خطرات لاحق ہیں، اس کی تہذیبی شناخت داؤ پر لگی ہوئی ہے، اس کے افراد کو دہشت گرد اور خوں خوار قرار دے کر برادران وطن کو ان سے متنفر کیا جا رہا ہے۔ آپ اگر مسلم عوام کی سیاسی رہنمائی نہیں کریں گے تو وہ کہاں جائیں گے اور کس پر اعتماد کریں گے۔ آپ کو ابھی تک اپنے تفردات اور امتیازات کو تحفظ فراہم کرنے سے فرصت نہیں، یہ محفوظ رہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے اگر ملت محفوظ رہی لیکن اگر خدانخواستہ یہ ملت بکھر گئی تو آپ اپنی سیادت کہاں لے جائیں گے۔

ملکی اور ریاستی سطح کی جو سیاسی جماعتیں ہمارا استحصال کرتی ہیں اور ہمارے قائدین کو حاشیہ پر رکھنے کی کوشش کرتی ہیں، ہم ان کی اداؤں سے اچھی طرح آشنا ہیں۔ ان کو اپنی اوقات یاد دلانے اور ان کو قابو میں رکھنے کا واحد راستہ مضبوط مسلم سیاسی قیادت ہے۔ اگر اس قیادت کو ملت سہارا نہیں دے گی اور ان کو اخلاقی اعتبار سے مضبوط ہونے کا موقع نہیں فراہم کرے گی تو یہ سیاسی جماعتیں ہمارے قائدین کو اسی طرح فٹ بال بنائے رکھیں گی اور بے غیرت ملت اس بے عزتی پر افسوس کرنے اور شرمندہ ہونے کے بجائے سڑکوں کے کنارے پھولوں کا مالا لیے تالیاں پیٹتی اور قہقہے لگاتی رہے گی۔

آہستہ آہستہ سب کچھ سیاست کے زیر اثر آتا جا رہا ہے اور ابھی تک ہم اسی ادھیڑ بن میں لگے ہوئے ہیں کہ میدان سیاست میں اترا بھی جائے یا نہیں۔ ہمارے زوال کی شاید آخری حد یہی ہے۔ اس زوال سے خود کو باہر نکالیے۔ آخر اس ملک کے باشندوں کو توحید، رسالت اور آخرت کا سبق سکھانے کی ذمہ داری تو آپ ہی کی ہے۔ اگر آپ ہی میدان چھوڑ گئے تو اس ملک کا کیا ہوگا، اس کے مظلوم عوام کہاں جائیں گے، اس ملک سے برائیوں کا خاتمہ کون کرے گا اور سب سے بڑی بات یہ کہ انصاف اور مساوات کے ان زریں اصولوں کا کیا ہوگا، جن کے امین، پاسبان اور مبلغ بنا کر آپ دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔

ملک کی عمومی فضا دعوت وتبلیغ کے لیے ماضی میں انتہائی سازگار رہی ہے اور ہم نے اپنے وسائل کے بہ قدر اس سلسلے میں کوششیں بھی کی ہیں جن کے خاطر خواہ نتائج بھی دیکھنے کو ملے ہیں۔ آج بھی سلیم الفطرت انسانوں کی جماعت اسلام قبول کر رہی ہے یا قبول کرنے پر آمادہ نظر آتی ہے۔ اسلام دشمن طاقتوں نے اس عمومی فضا کو متاثر کرنے کی کوشش کی اور وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہو گئیں۔ ادھر مسلمانوں کی کمزور معاشی، سماجی اور تعلیمی صورت حال نے برادران وطن میں یہ پیغام دیا کہ مسلمانوں کی موجودہ پستی کی وجہ ان کا مذہب ہے۔ ہماری مذہبی قیادت کو چاہیے کہ ملک میں دعوتی فضا بنی رہے اور وہ اپنی جانب سے انتخابی موسم میں کوئی ایسا اقدام نہ کرے جس سے دعوت وتبلیغ کے مواقع محدود ہو جائیں۔

.....☆☆☆.....

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کی علاحدہ سیاسی جماعت

امکانات اور اندیشے

آزادی کے معاً بعد لکھنؤ میں منعقدہ مسلمانوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے انھیں مشورہ دیا تھا کہ آزاد ہندوستان میں اب وہ اپنی کوئی سیاسی جماعت نہ بنائیں بلکہ ملک میں موجود سیاسی جماعتوں میں شمولیت اختیار کر کے ملک کی تعمیر و ترقی میں حصہ لیں۔ان کی مستقل سیاسی جماعت ملک کی فرقہ پرست طاقتوں کو تقویت پہنچائے گی اور وہ اپنا سیاسی کردار صحیح معنوں میں ادا نہیں کر سکیں گے۔مولانا آزاد کا یہ مشورہ ان کی طویل سیاسی زندگی اور گہرے سیاسی تجزیے کا حاصل تھا،ہمیں ہر حال میں پوری ذمہ داری کے ساتھ اسے اپنی توجہ کا مرکز بنانا چاہئے اور اس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہئے۔مولانا نے برصغیر کی سیاست کو عملی طور پر برتا تھا اور اس میں موجود مختلف اور متضاد سیاسی رجحانات سے نبرد آزما رہے تھے۔انگریزوں کی تمام کارستانیاں ان کے سامنے تھیں کہ کس طرح انھوں نے اپنے مقاصد کے حصول اور اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے برصغیر کی مختلف اقوام کو ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کیا اور اپنے زہر آلود قلم سے اس ملک کی انتہائی بھیانک اور خوف ناک تاریخ مرتب کی۔مولانا آزاد اپنی سیاسی زندگی میں اس تاریخ کے اثرات بھی دیکھ رہے تھے۔اسی وجہ سے وہ آخری وقت تک ملک کی تقسیم کے مخالف تھے،وہ جانتے تھے کہ اس سے دونوں قوموں میں خلیج اور وسیع ہو جائے گی۔ایمان داری کے ساتھ یہاں کے ہندو مسلمانوں کو ان کا مشورہ یہی تھا کہ ملک کا بٹوارہ اس کے وسائل کو کمزور بنا دے گا اور سرحدی تنازعات ایک مستقل مسئلہ بن کر دونوں قوموں کو ایک دوسرے کے خلاف صف آرا رکھیں گے۔

مولانا آزاد کی تمام تر کوششوں کے باوجود ملک تقسیم ہو گیا اور مسلم لیگ اور اس کی حمایت کرنے والے مسلمانوں کے لیے پاکستان وجود میں آ گیا۔مسلمانوں کی خاصی بڑی تعداد مولانا آزاد کے نظریہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حمایت کرتی تھی ،اس نے اپنے لیے ہندوستان میں رہنے کو پسند کیا۔سیاست میں سرگرم مسلم رہنماؤں اور کانگریس کی کوششوں سے ملک کا آئین سیکولر بنایا گیا تا کہ مذہبی منافرت کو ختم کیا جا سکے اور انگریزوں نے اپنے خاص مقاصد کے حصول کے لیے اس ملک میں جو فرقہ وارانہ تناؤ پیدا کیا تھا،اسے کسی بھی حال میں سرکاری سرپرستی نہ حاصل ہو سکے لیکن چوں کہ مسلمان اس ملک میں اقلیت میں آ گئے تھے اس لیے زیادہ ذمہ داری ان کی بنتی تھی کہ وہ ہر اس رخنے کو بند کرنے میں اپنا تعاون پیش کریں جہاں سے مذہبی منافرت پھیلانے کا موقع ہاتھ آ سکتا تھا۔مولانا آزاد کی فکر کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ اب اس ملک میں قومی اور مذہبی بنیاد پر اگر مسلمان اپنی الگ سیاسی جماعت تشکیل دیں گے تو وہ اپنے مخالفین اور بدخواہوں کو اس بات کا موقع فراہم کریں گے کہ وہ برادران وطن میں ان کی شبیہ خراب کریں اور اس کے نتیجے میں فرقہ وارانہ ذہنیت کے حامل افراد کو متحد ہونے کا موقع مل جائے۔ اپنے اس سیاسی تجزیے کی روشنی میں مسلمانوں کے لیے ان کا مخلصانہ مشورہ یہ تھا کہ وہ اس ملک میں اپنی علاحدہ سیاسی پارٹی نہ بنائیں۔

آزادی کے تقریباً ساٹھ سالوں کے بعد اب ملک کی جو تصویر ہمارے سامنے ہے،اس میں مولانا آزاد کے مشورے کی معنویت کیا ہے؟ کیا آج بھی وہی صورت حال ہے جو مولانا کے پیش نظر تھی یا اس میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔کیا ملک کی تمام سیاسی پارٹیاں مختلف تعصّبات سے اوپر اٹھ کر ملک کی تعمیر وترقی میں اپنا واجبی کردار ادا کر رہی ہیں؟ کیا اس ملک میں مذہبی منافرت پھیلانے والوں پر کسی طرح کی کوئی پابندی لگائی جاتی ہے؟ کیا اس ملک میں مسلمانوں کو ان کا جائز حق دیا جا رہا ہے؟ کیا پارلی منٹ میں ان کو مناسب نمائندگی دی جا رہی ہے؟ فرقہ وارانہ فسادات میں انتظامیہ کی جانب داری ثابت ہونے کے باوجود اب تک اس کے خلاف کہیں کوئی کارروائی کیوں نہیں کی گئی؟ ایک جمہوری اور سیکولر حکومت میں جہاں عدلیہ کو بالادستی حاصل ہے،کیا اکثریت کی رعایت نظام حکومت کی روح کو نقصان نہیں پہنچاتی ہے؟ سرکاری ملازمتوں اور پرائیویٹ سیکٹر میں تعلیم یافتہ مسلمانوں کی کتنی تعداد موجود ہے؟ سچر کمیٹی کی رپورٹ کیا کہتی ہے؟ کیا اپنی موجودہ پس ماندگی کے ذمہ دار خود مسلمان ہیں؟ عالمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی کے نام پر جو سازش تیار کی گئی ہے اس سے اس ملک کا عام معصوم مسلمان کس درجہ متاثر ہوا ہے،محض شبہات کی بنا پر گرفتار کیے گئے اور ذہنی اور جسمانی طور پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اذیت پہنچائے گئے مسلم نوجوانوں کو کتنا انصاف ملا ہے؟

ان سوالات پر سنجیدگی سے غور کرنے والا یہی کہے گا کہ آزادی کے بعد ملک کے آئین اور دستور کے تقاضوں کے مطابق مسلمانوں کے ساتھ طرز عمل نہیں اپنایا گیا۔ فرقہ وارانہ منافرت پھیلا کر ان سے ملک کے عام شہریوں کو بدظن کیا گیا اور ان کی تصویر خراب کی گئی۔ غربت، جہالت اور اپنی غیر ذمہ داری کی وجہ سے انھوں نے اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ جس جذباتی سیاست کا انھیں شکار بنایا گیا، وہ بڑی آسانی سے ہر جال میں پھنستے چلے گئے۔ جدید تعلیم میں پیش قدمی، ہنرمندی اور صبر و ثبات جو کسی دبی کچلی اور کمزور اقلیت کے لیے ترقی کا اولین زینہ تھی، مسلمانوں نے اس پر قدم رکھنے کی کوشش نہیں کی۔ اب جس طرح وہ زندگی کے تمام شعبوں میں پیچھے ہو گئے ہیں، ان کو آگے کیسے لایا جائے؟ یہ سوال انتہائی اہم ہے۔ اس کا جو جواب ہوگا وہی ہمارے مسائل کا حل ہے۔

بعض مخلصین کی رائے ہے کہ مسلمانوں کو سیاسی اعتبار سے مضبوط بنائے بغیر نہ ان کا جائز حق دلایا جا سکتا ہے اور نہ وہ غلط فہمیاں دور کی جا سکتی ہیں جو شر پسند عناصر ایک منصوبہ بند طریقہ سے پھیلا رہے ہیں۔ وہ کیرالا کی مثال دیتے ہیں کہ وہاں مسلمانوں کے اشتراک اور تعاون کے بعد ہی کوئی حکومت تشکیل پاتی ہے، اس لیے وہ اپنے آپ کو وہاں محفوظ سمجھتے ہیں اور دوسروں کی طرح وہ بھی زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کر رہے ہیں۔ حالات کو سدھارنے اور ملک کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرنے کے لیے شمالی ہند اور ملک کے دوسرے حصوں میں بھی مختلف ناموں سے مسلمانوں کی سیاسی جماعتیں وجود میں آچکی ہیں۔ پچھلے کئی انتخابات سے وہ جماعتیں اپنے امیدوار کھڑے کرتی ہیں۔ کہیں ایک آدھ امیدوار ان کے جیت بھی جاتے ہیں لیکن ان جیتے ہوئے امیدواروں نے اب تک کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کا بھلا کرنے کے لیے میدان میں آئے ہیں۔

بعض انتخابی حلقوں کے اعداد و شمار جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم سیاسی جماعتوں کے امیدواروں نے مسلمانوں کے ووٹ بے کار کیے ہیں اور وہ امیدوار کامیاب ہوئے ہیں جن کے جیتنے کی بظاہر کوئی امید نہیں تھی۔ شر پسند عناصر نے اس موقع کا فائدہ اٹھا کر سماج کو مذہبی طور پر بانٹنے کی بھی کوشش کی۔ کہاں ہم چلے تھے مسلم مسائل کا حل ڈھونڈنے اور کہاں ہم نے خود اس کے مسائل کو زیادہ پیچیدہ بنا دیا۔ اس کے لیے جس اتحاد کی ضرورت ہے جب تک اس کا مخلصانہ اظہار نہ ہو، اس ملک میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کی کوئی سیاسی جماعت کامیابی سے ہم کنار نہیں ہوسکتی۔انتخاب کے موقع پر بعض دینی جماعتیں اور ان کے قائدین کافی سرگرمی دکھاتے ہیں اور بڑی بڑی ریلیاں نکالتے ہیں۔اس کا کیا مقصد ہے،اس کا جواب تو ان جماعتوں کے ذمہ داران ہی دے سکیں گے البتہ جو دیکھنے میں آرہا ہے وہ صرف یہ ہے کہ سیاسی جماعتیں اگر مسلمانوں کا ووٹ چاہتی ہیں تو انھیں ہمارے دربار میں حاضری دینی چاہئے اور ہم سے سودا بازی کرنی چاہئے۔کسی سیاسی جماعت کا کوئی قائد کسی آستانہ پر حاضری دے آیا ہے تو دوسرے آستانے والے اسے وارننگ دیتے ہیں کہ اگر سر کے بل چل کر ہمارے حضرت جی کے آستانے پر نہیں آیا تو ہمارے مکتب فکر کا ووٹ نہیں ملے گا۔کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس ذہن کے لوگ ملت کی کشتی کو پار لگائیں گے بلکہ یہ تو وہ لوگ ہیں جو منجدھار میں کشتی چھوڑ کر ساحل پر کھڑے قہقہے لگائیں گے۔ملت کے سوداگر اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس خرید وفروخت کی بڑی عبرت ناک سزائیں مقرر ہیں۔ملت کے جنازے پر اپنا سیاسی تاج محل کھڑا کرنے کی روایت بہت پرانی ہے۔اگر یہی کچھ کرنا ہے تو ملت کو اس کے حال پر چھوڑ دینا بہتر ہوگا۔شاید ابھی مسلمانوں کا سیاسی شعور ناپختہ اور نابالغ ہے، اس لیے وہ اس میدان میں قسمت آزمائی اپنی علاحدہ سیاسی جماعت تشکیل دے کر نہ کریں بلکہ برادران وطن سے عزت ووقار کے ساتھ سیاسی تال میل پیدا کر کے انتخاب میں حصہ لیں،یہی زیادہ مناسب اور بہتر ہوگا۔مولانا آزاد کا مشورہ آج بھی اتنا ہی مفید ہے جتنا آزادی کے معاً بعد تھا۔

.....☆☆☆.....

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انصاف اور مساوات کے لیے

دنیا آج بھی پریشان ہے

کہا جاتا ہے کہ دنیا مہذب ہوگئی ہے، اس کے شعور میں بالیدگی آ گئی ہے، دوسروں کے لیے جینے اور مرنے کا جذبہ اس کے اندر پہلے سے کہیں زیادہ پیدا ہوگیا ہے، رنگ، نسل اور مذہب کی بنیاد پر بھید بھاؤ سے اسے سخت نفرت ہے اور ظلم و ناانصافی کو وہ ایک لمحے کے لیے برداشت نہیں کرسکتی۔ انسانی حقوق کی نگہہ داشت کے لیے اقوام متحدہ جیسا عظیم عالمی ادارہ قائم ہے، اس کی ذیلی شاخیں دنیا کے بیشتر ملکوں میں موجود ہیں۔ روٹی، کپڑا اور مکان کی بنیادی ضروریات سے آگے اب انسانوں کی صحت کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ دنیا کے بڑے آبی ذخائر اور لامحدود فضاؤں کو کثافت اور آلودگی سے محفوظ کرنے کے ہزاروں جتن کیے جاتے ہیں۔ سنگین جرائم کے مرتکب قیدیوں تک کے حقوق مدون ہو چکے ہیں۔ گھریلو اور جنگلی جانوروں سے لے کر پرندوں اور کیڑوں مکوڑوں تک کی حفاظت کی جاتی ہے اور ان کے خورد و نوش، دوا علاج اور صحت کا خصوصی خیال رکھا جاتا ہے بلکہ اگر کوئی ملک اس کی خلاف ورزی کرے تو اس سے جواب طلب کیا جاتا ہے۔ ان بڑے بڑے نعروں، شور شرابے اور ہنگاموں کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ اب دنیا میں سب خیریت ہے، امن و امان ہے، الفت و محبت ہے اور انسانوں کے اندر ایک دوسرے کے تئیں ہمدردی ہے۔ اب کوئی انسان بھوک سے نہیں مرسکتا، دوا علاج کی اسے ہر جگہ سہولت حاصل ہوگی، کوئی مظلوم انصاف کے لیے در در نہیں بھٹکے گا، کسی مذہب کے ماننے والے کو دنیا کے کسی خطے میں رسوائی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، ہر شخص کو کام کے یکساں مواقع حاصل ہوں گے، کوئی کسی کی ترقی کی راہ میں روڑا نہیں بنے گا، ظالم کو بھی اس کے ظلم کے بہ قدر سزا دی جائے گی، قانون کی نظر میں چھوٹا بڑا، امیر غریب، کالے گورے اور عالم جاہل سب برابر ہوں گے، جرائم کی تحقیق میں اصول و ضابطے ہمیشہ پیش نظر رکھے جائیں گے اور مساوات و انصاف کی روح کو بڑی سی بڑی قربانی دے کر بھی باقی رکھا جائے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مہذب دنیا کی مذکورہ بالا تصویر اور اس کے بارے میں اپنے خوبصورت تصورات سامنے رکھیے اور ذرا حقیقت واقعہ پر غور کیجیے، آپ محسوس کریں گے کہ آپ کے خوابوں کا شیش محل چکنا چور ہو گیا۔ کلابی ثقافت (DOG CULTURE) کا ساختہ پرداختہ ایک انسان کتے بلی کے علاج پر لاکھوں روپیہ صرف کرسکتا ہے لیکن مظلوم انسانوں کی بستی میں جہاں سیکڑوں عورتیں اور بچے ایک ایک انجکشن کے لیے ترس رہے ہیں، ہسپتال کی گاڑی جائے اسے برداشت نہیں۔ بھوکوں کو کھانا کھلانے اور ننگوں کو کپڑا پہنانے کا دعویٰ بڑے زور وشور سے کیا جا رہا ہے اور اسے اپنے مذہب کا سب سے بڑا امتیاز ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن ہفتوں سے دانے دانے کے لیے ترستے فلسطینی انھیں نظر نہیں آتے۔

جرم ثابت کیے بغیر کسی کو مجرم گردانا اور بغیر مقدمہ چلائے کسی کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دینا ظلم وسفاکیت کی بدترین مثال ہے، حقوق انسانی کے تحفظ کے لیے قائم تمام ادارے چیخ چیخ کر اس کے خلاف آواز اٹھاتے رہتے ہیں لیکن سپر طاقتوں اور ان کے حاشیہ برداروں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ آج کتنے معصوم اور بے گناہ انسان زنداں کے تاریک کمروں میں اپنے عزیزوں اور بچوں کے لیے سسکیاں لے رہے ہیں لیکن ان کی آہ وفریاد سننے والا کوئی نہیں۔ رواں صدی کا ہولناک خونی جزیرہ ایسے بہت سے معصوموں کے جسم وجان اور عزت وآبرو کی بدترین اذیت گاہ ہنوز بنا ہوا ہے لیکن بغیر کسی شہادت وثبوت کے ایک طویل عرصے سے ان کو تڑپایا جا رہا ہے۔ کہاں ہیں عدل وانصاف کے ادارے، کہاں ہے اقوام متحدہ، کیا اس ظلم وناانصافی کے بعد اس کے وجود اور ممبر شپ کے لیے کوئی اخلاقی اور شرعی جواز باقی رہ جاتا ہے؟

دنیا میں پروپیگنڈہ کیا گیا کہ عراق کے پاس خطرناک جراثیمی ہتھیار ہیں جو انسانیت کے لیے حد درجہ تباہ کن ہیں۔ انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہوگی کہ ان ہتھیاروں کو تلاش کرکے ان کو ناکارہ بنا دیا جائے۔ یہ جھوٹ اتنی بار بولا گیا کہ آخری الٰہی ہدایت نامہ کے امین بھی اس پروپیگنڈہ کا شکار ہو گئے اور اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ برسوں سے انھوں نے مومنانہ فراست سے کام لینا چھوڑ دیا ہے۔ عجلت میں اس ''کار خیر'' کے لیے کسی نے اپنے ہوائی اڈے چرنوں میں پیش کردیے، کسی نے بے گناہ شہریوں پر آتشیں اسلحے برسانے والے طیاروں کو ایندھن فراہم کرنے کی پیش کش کی، کسی نے آگے بڑھ کر یہ کہا کہ حضور ہم ''رواں صدی کی انسانیت کے محسنوں'' کی تھکان دور کرنے کے لیے ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے کھان پان اور عیش و آرام کا انتظام کیے دیتے ہیں، غرض یہ کہ تاریخ کے بدترین ظلم میں وہ بھی شریک ہو گئے جن کو اس دنیا میں عدل وانصاف کے لیے پیدا کیا گیا تھا۔

ایک ملک کے دو بڑے تجارتی مراکز سے کچھ لوگوں نے نامعلوم مقاصد کی خاطر ہوائی جہاز ٹکرا دیے۔ یہ خطرناک کھیل کس نے کھیلا، وہ اس ملک میں کیسے رہ رہا تھا، کون لوگ اس کے معاون تھے۔ ان تمام پہلوؤں پر تحقیق وتفتیش کیے بغیر ایک غریب ملک پر یہ الزام عائد کر دیا گیا کہ عہد جدید کے جدید ترین ہتھیاروں سے تہی دامن اور گھسے پٹے، زنگ آلود، روسیوں سے چھینے ہوئے ہتھیار اپنے کندھوں پر لٹکا کر گھومنے والے لوگوں نے سپر طاقت کی بنیادیں ہلا دی ہیں۔ افغان حکومت ثبوت مانگتی رہی، لیکن ٹونی بلیر کو ثبوت دکھایا جاتا رہا اور پھر تمام بین الاقوامی اصول وضوابط کو بالائے طاق رکھ کر یہ اعلان کر دیا گیا کہ اس جنگ میں جو ہمارا ساتھ دے وہ ہمارا ساتھی ہے اور جو غیر جانب دار رہنے کی کوشش کرے وہ ہمارا دشمن ہے۔ علم سیاست کے طلبہ بتا سکتے ہیں کہ انسان کی معلوم تاریخ میں کبھی اتنی خراب ڈکٹیٹرشپ سامنے آئی ہے۔ اس کے باوجود ہم اسے جمہوریت کا سب سے بڑا علم بردار سمجھتے ہیں۔ اگر یہی جمہوریت ہے تو پھر جمہوریت کی تعریف (DEFINITION) بدل دینی چاہئے۔ دنیا کے کمزور ترین ملک پر مہینوں بمباری کی گئی، اس کے ریگستان، میدانی علاقے اور پہاڑیوں کو جلا دیا گیا، فضا کو اس قدر زہر آلود کر دیا گیا کہ برسوں تک کئی نسلوں کی صحت متاثر ہوتی رہے گی۔ پرندوں اور کیڑوں کی صحت کی فکر کرنے والوں کو کون بتائے کہ انسانی صحت کی قدر و قیمت کیا ہے۔

وطن کی خدمت اور وطن سے محبت ایک فطری عمل ہے۔ ہر ملک کا باشندہ اپنے وطن سے محبت رکھتا ہے لیکن اس محبت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسرے ملک کا انسان حق وانصاف سے محروم کر دیا جائے اور اپنے ملک کا مفاد ہمیں اس قدر عزیز ہو جائے کہ ہم دوسرے ملک کے باشندوں کی زندگیوں سے کھیلنے لگیں، اپنے ملک کی تجارت کو فروغ دینے کے لیے دوسرے ملک کی معیشت کو تباہ کر دینا انسانیت اور وطن پرستی نہیں بدترین حیوانیت اور سفاکیت ہے۔ لیکن مادیت اور غیر فطری وطن پرستی کے احساسات اور جذبات نے ہمارے ضمیر کو مردہ کر دیا ہے۔ ہم حق وناحق کی تمیز کھوتے جا رہے ہیں، ہم صرف اپنے مفادات کی بات کرتے ہیں۔ ذرا سوچئے اگر دنیا کے تمام ممالک یہی انداز فکر اپنا لیں تو دنیا میں جنگل راج ہوگا اور اس زمین پر انسانوں کے بجائے جانوروں کی بڑی بڑی آبادیاں قائم ہو جائیں گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان دوسروں سے پہلے اپنے مفادات کا تحفظ چاہتا ہے، وہ سخت سے سخت قانون دوسروں کے لیے بنانا چاہتا ہے، اپنی گردن کبھی پھنستی نظر آتی ہے تو دسیوں چور دروازے تلاش کر لیتا ہے۔ اسی لیے انسانوں کے خالق نے اسے قانون بنانے کے لیے آزاد نہیں چھوڑا ہے، بلکہ اسے بتایا گیا ہے کہ جس خالق نے یہ دنیا بنائی ہے، اسی نے دستور حیات بھی بخشا ہے۔ اسی دستور کی یہ خصوصیت ہے کہ فرماں روا کی لخت جگر اگر چوری کے جرم میں گرفتار کی جائے تو اس کا ہاتھ بھی اسی طرح کاٹ دیا جائے گا جس طرح ایک عام شہری کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ یہی دستور یہ سکھاتا ہے کہ دنیا کا ہر انسان بحیثیت انسان کے تمھارے مساوی درجہ رکھتا ہے۔ ایک فقیر بے نوا سلطان وقت کے پہلو میں کھڑے ہو کر اپنے خالق کے حضور سجدہ ریز ہو سکتا ہے۔

یاد رکھیے! دنیا کی خدا بے زار حکومتیں اور عدم مساوات کی بنیاد پر قائم ادارے انسانیت کے کبھی خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ ایک اسرائیلی بچہ ممبئی میں مارا جاتا ہے اور اس کا سوگ پوری یہودی مملکت مناتی ہے لیکن یہی اسرائیلی حکومت سیکڑوں فلسطینی بچوں کو شہید کر دیتی ہے لیکن ظالموں کی پیشانی پر شکن تک نہیں آتی۔ کیا ایسے لوگ اور ایسے لوگوں کو بڑھاوا دینے والے انسانیت کے بہی خواہ ہو سکتے ہیں اور ان سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ دنیا میں عدل و انصاف قائم ہوگا اور سارے انسانوں کے ساتھ برابری کا اور یکساں سلوک کیا جائے گا۔ یہ کام صرف اسلام کر سکتا ہے اور اسی کے اندر یہ طاقت ہے کہ وہ دنیا کے تمام انسانوں کو ایک کنبہ کی طرح رکھ سکے اور ان کو پروان چڑھا سکے۔

یہ کارنامہ اسلام نے تاریخ میں انجام دیا ہے اور دنیا کے تمام انصاف پسندوں نے اس کے اس کارنامے کو اب تک محفوظ رکھا ہے۔ آج دنیا میں مختلف اسلامی ممالک ہیں لیکن ان کی اکثریت اسلام کے سیاسی نظام اور اس کے سیاسی تصورات کو عملاً تسلیم نہیں کرتی بلکہ کہیں مغربی جمہوریت اور کہیں شخصی حکومت نے ان کے اندرونی نظام کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔ چند ایک ممالک کلی نہ سہی جزئی طور پر اسلام کے بعض قوانین و احکام کو اپنے یہاں کسی نہ کسی طرح سے نافذ کیے ہوئے ہیں، بحمد اللہ ان کے اثرات بھی نمایاں ہیں اور دنیا ان سے کسی نہ کسی طور پر عبرت بھی حاصل کر رہی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اگر کلی طور پر کہیں اسلام حکمراں ہو تو دنیا کے تمام مظلوم انسان اس کے سایے میں زندگی گزارنے کے لیے بے تاب نظر آئیں گے اور خلق خدا فوج در فوج حلقہ بہ گوش اسلام ہو جائے گی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ ہم دنیا کی چند روزہ زندگی کے لیے اسلام کا سودا کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اپنے آپ کو بدلنے اور اس کے لیے جدوجہد کرنے کے بجائے اسلام کو بدلنے اور اسلام دشمن طاقتوں کی خواہشات کے مطابق اس کی تاویل کرنے کے لیے ہمہ وقت آمادہ ہوتے ہیں۔

.....☆☆☆.....

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انصاف کا ترازو جھکنے نہ پائے

کس نے مندر ڈھائے اور کس نے مساجد ویران کیں؟ کون انگریزوں کا طرف دار تھا اور کس نے ان کی غلامی ماضی میں کیا؟ کس نے ظلم کیے اور کون مظلوم رہا؟ کس نے ملک کو آزاد کرایا؟ تقسیم ملک کا ذمہ دار کون تھا اور اس عظیم سانحہ میں کس کا کتنا حصہ تھا؟ یہ سارے سوالات اسی وقت ختم ہو گئے تھے جب آزاد ہندوستان کا نیا آئین نافذ ہوا تھا۔ اس آئین کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں ہندوستان کی حکومت کو سیکولر قرار دے کر ملک میں پائے جانے والے تمام مذاہب کو یکساں بتایا گیا ہے، تمام شہریوں کے حقوق کی نگہداشت کی ضمانت دی گئی ہے، ہندوستان کے تمام شہریوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی حاصل ہے، ان کو یہ حق بھی دیا گیا ہے کہ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کر سکتے ہیں اور انھیں اپنی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کا بھی حق حاصل ہے۔

تمام تر دستوری ضمانتوں اور تحفظات کے باوجود ملک کے انتظامی اور آئینی ادارے ان سرگرمیوں پر قدغن لگانے میں ابھی تک کیوں ناکام ہیں جو اس ملک کے شہریوں میں نسل اور مذہب کی بنیاد پر تفریق پیدا کر رہی ہیں۔ فرقہ وارانہ فسادات کا سلسلہ کیوں نہیں رک رہا ہے جن میں دانستہ مسلمانوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے اور جان و جائیداد کی حفاظت کرنے والے اپنی نگرانی میں شر پسند عناصر کے ذریعہ معصوموں کا خون بہاتے اور جائیدادوں کو آگ لگاتے ہیں۔ تحقیقاتی کمیشنوں کا قیام عمل میں آتا ہے لیکن ایک طویل عرصے کے بعد جب ان کی رپورٹ آتی ہے تو ان پر عمل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔ اشتعال انگیز تقریروں اور تحریروں پر پابندی کیوں نہیں عائد کی جاتی؟ کیا آزادئ تقریر و تحریر کا مطلب یہی ہے کہ کسی ایک طبقے کو سر عام گالیاں دی جائیں، ان پر جھوٹے الزامات لگائے جائیں اور ان کے تعلق سے رائے عامہ خراب کرنے کی کوشش کی جائے۔ ان غیر آئینی سرگرمیوں کے خلاف کارروائی نہ کرنے کے لیے بالعموم یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ حکومت کے متعلقہ شعبوں کو کسی نے خبر نہیں دی، کسی نے عدالت میں ان کے خلاف عرضی داخل نہیں کی۔ اگر یہ ذمہ داری عوام کی ہے یا اس طبقے کی ہے جو ان سرگرمیوں سے متاثر ہو رہا ہے تو پھر مقامی انتظامیہ، پولیس اور محکمۂ تفتیش کے افراد کی ذمہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داریاں کیا ہیں؟ کیا انھیں معلوم نہیں کہ آزادئ تقریر وتحریر کی حدود کیا ہیں؟ کہاں اس حد سے تجاوز کیا جارہا ہے اور کون ملک کے باشندوں میں نسل و مذہب کی بنیاد پر خلیج پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

امن و انتظام کی بگڑتی صورت حال اور عدل و انصاف کے بدلتے ہوئے معیار پر ملک کے حساس اور دردمند لوگ تشویش میں مبتلا ہیں۔ انھیں خدشہ اس بات کا ہے کہ کہیں ملک کے انتظامی اور آئینی اداروں سے عوام کا اعتماد نہ اٹھ جائے اور وہ سڑکوں پر نکل کر قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لے لیں۔ ملک کی بعض سیاسی پارٹیوں سے امید تھی کہ وہ آگے بڑھ کر اس خراب صورت حال کو بدلنے کی کوشش کریں گی لیکن غیر مستقل حکومتوں نے سیاسی لحاظ سے اتنے مسائل پیدا کر دیے ہیں کہ ان کو عوام کے مسائل سے بہت زیادہ دلچسپی نہیں رہ گئی ہے۔ انتخابات کے موقع پر وہ عوام کے درمیان ضرور آتی ہیں لیکن اس کے بعد ان کی دلچسپی کے موضوعات بدل جاتے ہیں۔ خرید وفروخت اور سودے بازی کا ایک طویل سلسلہ چلتا ہے جو آئندہ انتخاب پر جا کر ہی ختم ہوتا ہے۔

دستور میں دیے گئے حقوق کو حاصل کرنے اور موجودہ بحران سے نکلنے کے لیے مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟ اپنے اوپر لگائے جانے والے الزامات کے دفاع میں انھوں نے اب تک جو کچھ کیا ہے، کیا وہ کافی ہے؟ اگر نہیں تو مزید وہ کیا کر سکتے ہیں؟ ملک کی مختلف سیاسی پارٹیوں کے تعلق سے ان کا رویہ کیا ہونا چاہیے؟ مسلمانوں کی اپنی سیاسی پارٹی ہونی چاہیے یا نہیں؟ جانچ کمیشنوں کی سفارشات پر اگر حکومتیں عمل نہیں کرتیں تو انھیں کیا اقدام کرنا چاہیے؟ پولیس کی زیادتیوں کے خلاف وہ کیا کر سکتے ہیں اور انھیں کیا کرنا چاہیے؟

اس طرح کے بیسیوں سوالات ہیں جن کا جواب مسلم قیادت کو دینا ہے۔ لیکن مسلم قیادت ہے کہاں؟ کیا مساجد و مدارس کے ذمہ داران قائد ہیں؟ کیا دینی تنظیموں کے ذمہ داران قائد ہیں؟ یا قیادت وہ مسلمان کر رہے ہیں جو ملک کی مختلف سیاسی پارٹیوں میں شامل ہیں؟ کیوں کہ انگلی کٹا کر جب شہیدوں میں نام لکھانے کا موقع آتا ہے تو ہر کوئی اپنی اپنی آواز نکالتا ہے اور سارے کریڈٹ خود لینے کی کوشش کرتا ہے لیکن جہاں سر کٹانے کی ضرورت ہوتی ہے وہاں کوئی نظر نہیں آتا، وہاں عوام کو مرنے کے لیے تنہا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف دینی وملی تنظیموں کے اپنے تحفظات اور ان کی اپنی ترجیحات ہیں، وہ ان سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔ انھیں مسلم امت کے وجود سے کہیں زیادہ اپنی انفرادیت کی بقا عزیز ہے۔ حالانکہ ان سادہ لوح حضرات کو نہیں معلوم کہ جب طوفان آئے گا تو وہ ہر کسی کو بہالے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گا، اس میں نہ آپ کے تحفظات باقی رہیں گے اور نہ انفرادیت محفوظ رہے گی۔ جن امتیازات کو باقی رکھنے کے لیے امت کا سرمایہ صرف کیا جارہا ہے اور اس کے سارے وسائل استعمال کیے جارہے ہیں، وہ آن واحد میں ختم ہو جائیں گے۔ درخت کی جڑ پر تیشہ چلایا جارہا ہے اور ہم اس کی مختلف شاخوں سے چمٹے ان کو باقی رکھنے کی کوشش کررہے ہیں۔ کوئی احمق ہی ہوگا جو اس کوشش کو نتیجہ خیز قرار دے گا۔

مسلمانوں کی کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ اس کے دینی قائدین ایک پلیٹ فارم پر آنے کو تیار نہیں۔ اسلام دشمن عناصر مشترکہ مقاصد کے لیے اپنے درمیان اتحاد پیدا کرسکتے ہیں لیکن اللہ کے یہ مخلص بندے آخرت کے لیے اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے سے قاصر ہیں۔ گزشتہ کئی سالوں سے یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ حساس ملی مسائل پر وہ دوسطری بیان اخبارات میں شائع کرادینا کافی سمجھتے ہیں اس کے لیے عملی اقدام نہیں کرتے اور نہ مسلم عوام کو کسی اقدام کے لیے مہمیز کرتے ہیں۔

اللہ کا شکر اور اس کا احسان ہے کہ تمام تر ظلم وناانصافی کے باوجود ملک کا آئین سلامت ہے۔ فرقہ پرست عناصر اس میں بھی بعض اہم تبدیلیوں کا مطالبہ کررہے ہیں لیکن ظاہر ہے کہ یہ کام ان کے لیے اتنا آسان نہیں ہے۔ مسلم قیادت کو چاہیے کہ آئین کی موجودہ صورت کو ہر حال میں باقی رکھنے کی کوشش کرے۔ حقوق کی بازیافت کے لیے ہر جائز اور آئینی طریقے اپنائے جائیں۔ ظلم وناانصافی کے خلاف آواز اٹھانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ملی سطح پر ماہرین قانون کی دو تنظیمیں وجود میں لائی جائیں۔ ایک کا کام یہ ہو کہ وہ انفرادی طور پر مسلمان مظلومین کو مشورے دے اور انصاف حاصل کرنے کے طریقے بتائے جب کہ دوسری تنظیم کا کام یہ ہو کہ وہ ملی اور اجتماعی نوعیت کے مسائل ومعاملات کو اپنے ہاتھ میں لے کر عدالتی کارروائی کرے۔ مسلم عوام کی تائید اور حمایت اس کے ساتھ ہو۔ وہ اسے سرمایہ فراہم کرے۔ عدالتی کارروائی کے بغیر نہ شرپسند عناصر کو لگام دیا جاسکتا ہے اور نہ مسلمانوں کے خلاف ان کی سرگرمیوں کو بند کیا جاسکتا ہے۔ مقامی اور ریاستی سطح کی عدالتوں سے مسائل حل نہ ہوں، تو ہمیں مرکزی عدالت میں اپیل کرنے کا حق ملا ہوا ہے لیکن اس کی فیس اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ انفرادی طور پر اس کا خرچ برداشت کرنا عام لوگوں کی استطاعت سے باہر ہے۔ ایسی صورت میں اجتماعی طور پر تعاون کرکے ہم انصاف حاصل کرسکتے ہیں۔ ملت کی کوشش یہی ہونی چاہیے کہ انصاف کا ترازو جھکنے نہ پائے۔ اسی میں ہماری بقا کا راز مضمر ہے۔

.....☆☆☆.....

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں پر تشدد پسندی کا بے بنیاد الزام

اسلام کی توسیع و تفہیم اور مسلمانوں کے استحکام کے لیے جہد و مساعی کا جو سلسلہ اس وقت دنیا میں جاری ہے، وہ اس لحاظ سے قابل ستائش ہے کہ امت کو اس متاع عزیز کی زیاں کا احساس ہو چکا ہے، جس کے چھن جانے سے اللہ کی مخلوق ہر جگہ دکھی ہے، تمدن و ثقافت کی چمک دمک کو افزوں کرنے کے لیے لاکھوں انسانوں کو دانہ دانہ کا محتاج بنایا جا رہا ہے، نمائشی معیار زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے ملکوں کی معیشت اور اس کے ذرائع و وسائل پر اپنی گرفت مضبوط کی جا رہی ہے۔ جن خوبصورت نعروں کے ذریعہ خود غرضی اور مفاد پرستی کا یہ خونی کھیل کھیلا جا رہا ہے، بڑی حد تک ان کا کھوکھلا پن ظاہر ہو چکا ہے اور دنیا کی ایک بڑی آبادی ان سازشوں کو سمجھ چکی ہے۔

دنیا کی دیگر اقوام اور مذاہب کے لیے تو اس میں حیرانی اور پریشانی کی کوئی بات نہیں، ان کی روش ہمیشہ یہی رہی ہے کہ طاقت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنی شناخت ختم کر کے جینے کے آداب سیکھ لیں اور ہوا کا رخ جدھر ہو، اسی طرف چل پڑیں چنانچہ موجودہ حالات میں انہوں نے اپنی وفاداریاں تبدیل کر لیں، ملکوں نے قدیم دوستی کا رشتہ منقطع کر لیا اور میڈیا میں بڑی بے شرمی سے یہ بیان دینے لگے کہ ہماری دوستی اور دشمنی مفادات کے تابع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اصول اور ضابطہ کوئی چیز نہیں۔ دوستی اور وفاداری کی پاسداری محض طلسماتی قصوں اور کہانیوں کی باتیں ہیں، حقیقی اور عملی زندگی سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ انہیں اپنی اخلاقیات سے کوئی دلچسپی نہیں رہی، اپنا لباس، اپنی زبان، اپنا تمدن اور اپنی ثقافت سب کچھ ہیچ ہے، جو زندگی کے میدان میں آگے ہے، جسے سیاسی بالادستی حاصل ہے اور جو معیشت کے میدان میں عروج پر ہے، اس کی اقتدا اور پیروی کرو ہمیشہ شاد رہو گے۔ ظاہر ہے جن اقوام اور مذاہب کا نقطۂ نظر اس طرح کا ہو، وہ اساسیات سے محروم ہوتی ہیں اور کھانے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پینے اور عیش وراحت سے زندگی گزارنے کے علاوہ ان کا کوئی مقصد نہیں ہوتا ہے۔

لیکن امت مسلمہ کے لیے یہ صورت حال حد درجہ پریشان کن ہے۔ وہ اپنے منصب کے لحاظ سے اللہ کے آخری ہدایت نامہ کی امین ہے، اسے شہادت حق کا فریضہ ادا کرنا ہے، اللہ کے پسندیدہ دین کامل کی حقانیت دنیا کے سامنے واضح کرنی ہے، دنیا کو ظلم وفساد سے محفوظ کرنا ہے اور عدل وانصاف کی بالادستی قائم کرنے کے لیے جدوجہد کرنی ہے۔ دنیا کے لوگوں کو آخرت کی ہولناکی سے آگاہ کرنا ہے۔ وہ اپنی ساخت اور مزاج کے اعتبار سے باطل کے ساتھ مفاہمت نہیں کرسکتی، غلط افکار ونظریات سے سمجھوتہ نہیں کرسکتی اور نہ دنیا کی کسی غیر الٰہی طاقت کے سامنے سجدہ ریز ہوسکتی ہے۔ ہر ظلم اور ناانصافی کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کے لیے بار بار اس کا ضمیر اسے آواز دیتا ہے، وہ اپنے ضمیر کی آواز کو دبا نہیں سکتی کیوں کہ یہی تو وہ ایمان ہے جو اس کے سینے میں موجود ہے، اگر اس کی روشنی ماند پڑ گئی تو دنیا تاریکیوں میں ڈوب جائے گی، اپنے وجود کو باقی رکھنے کے لیے اس روشنی کی لو کو اسے تیز رکھنا ہے۔ اگر یہ روشنی باقی رہی تو اس کی آخرت بہر حال کامیاب رہے گی اور اسے مرنے کے بعد ابدی آرام گاہ میں جگہ ملے گی۔

آج اسلام دشمن عناصر کے خلاف امت مسلمہ جو روش اپنائے ہوئے ہے، وہ کوئی وقتی اور ہنگامی ردعمل نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ایمان کا تقاضا یہی ہے۔ شیطانی قوتیں اس کو زیر کرنا چاہتی ہیں، اس کے ایمان کی روشنی بجھانا چاہتی ہیں، اسے اپنی خواہشات کا غلام بنانے کی سازشیں کررہی ہیں، اپنی شیطانی اور حیوانی تہذیب اس پر مسلط کرنا چاہتی ہیں اور اسے اس کے بلند نصب العین سے غافل کر کے گمراہی کے راستے پر ڈالنا چاہتی ہیں، لیکن یہ سخت جان امت خوف وطمع سے بے نیاز ہوکر اپنے دین سے چمٹی ہوئی ہے۔ اسی کو دنیا شدت پسندی اور بنیاد پرستی سے تعبیر کررہی ہے، بے ایمانی اور ناانصافی کے خلاف اس کی جدوجہد کو دہشت گردی کا نام دے رہی ہے۔ اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ہم تو اسے خلاؤں کی سیر کرانا چاہتے ہیں، کلبوں میں لے جا کر اس کی راتوں کو حسین بنانا چاہتے ہیں، اسے ایسی ثقافت سے جوڑنا چاہتے ہیں جہاں ہر رنگ کی تتلیاں مختلف پھولوں کا رس چوسنے کو بے تاب ہیں، یہ کس قدر خشک اور بدذوق ہیں کہ ان کو کوئی چیز راس نہیں آتی، عفت و پاکبازی کا نام لے کر یہ اس شراب وشباب کے قریب جانے کو تیار نہیں جہاں آج پوری دنیا اکٹھا ہوچکی ہے۔ اب دنیا کو کون بتائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جس امت کی ساخت اور مزاج سے تمھیں واقفیت نہیں ہے، اس کے بارے میں تمہارے یہ تمام خیالات حد درجہ سطحی ہیں۔ اس کے بعض افراد مکر و فریب کے دام میں گرفتار تو ہو سکتے ہیں لیکن مجموعی حیثیت سے یہ خود کو تمہارے ہاتھوں میں نہیں دے سکتی۔ بلکہ اگر دینا بھی چاہے تو ایسا نہیں کر سکتی کیوں کہ اللہ نے اس کے ہدایت نامہ کو محفوظ رکھنے کی ذمہ داری لی ہے اور اس کے رسول نے یہ پیش گوئی فرمائی ہے کہ ہماری امت مجموعی اعتبار سے کبھی گمراہ نہیں ہو سکتی۔ تمام تر سختیوں اور آلام و مصائب کے باوجود اسے زندہ اور باقی رہنا ہے، اپنے دین کو باقی رکھنا ہے اور اپنی تہذیب و ثقافت کو باقی رکھنا ہے۔

یہ امت اپنے عقیدہ و فکر کے اعتبار سے ممتاز ہے، اسے توحید کا پیغام گھر گھر تک پہنچانا ہے، اسے دنیا کو یہ بتانا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر جتنے لوگوں کو تم نے معبود بنا لیا ہے، وہ قابل پرستش نہیں، وہ تمہاری طرح کمزور اور لاچار مخلوق ہیں، نبیوں اور رسولوں کو تم نے رہنما اور ہادی سمجھنے کے بجائے، ان کو بھی مشکل کشا اور فریاد سننے والا سمجھ لیا حالانکہ وہ دنیا میں لوگوں کو یہی بتانے کے لیے آئے تھے کہ فریاد سننے والا اور مشکل کشائی کرنے والا صرف اللہ ہے۔ اس امت کا عقیدہ ہے کہ یہ دنیا آخری منزل نہیں ہے بلکہ موت کے بعد ایک نئی دنیا ہوگی جہاں انسان کو اپنے اچھے اور برے کاموں کا پھل ملے گا۔ نتائج کے اعتبار سے یہ دنیا کافی نہیں ہے یہاں نہ اچھے کاموں کا پورا بدلہ دیا جا سکتا ہے اور نہ برے کاموں کی پوری سزا دی جا سکتی ہے۔ جب تک توحید، رسالت اور آخرت کے ان بنیادی تصورات کے بارے میں انسان کا نظریہ درست نہیں ہوتا وہ دنیا میں امن و سکون کی زندگی نہیں گزار سکتا ظلم و استحصال کا خاتمہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اسلام کے ان اساسی نظریات پر پختہ ایمان ہو۔ اسلام کا عقیدہ توحید دنیا کے تمام انسانوں میں مساوات کی روح پیدا کرتا ہے اور تمام انسانوں کو خدائے واحد کا پرستار بنا کر سب کو ایک ہی مرکز سے وابستہ کر دیتا ہے۔ آج دنیا میں رنگ و نسل کا جو امتیاز دکھائی دیتا ہے اس کی بنیادی وجہ عقیدہ توحید کی کمزوری یا اس کا عدم تصور ہے۔ اسی طرح عقیدہ رسالت دنیا کے تمام انسانوں کو ایک نبی سے وابستہ کر دیتا ہے جہاں سے انہیں اپنی دنیاوی زندگی کے لیے بنیادی اصول فراہم ہوتے ہیں۔ عقیدہ آخرت انسان کو غفلت اور بے حسی کی زندگی سے باہر نکالتا ہے اور اسے ایک معبود کے سامنے جواب دہ قرار دیتا ہے۔

.....☆☆☆.....

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلسطین کے مظلوم مسلمان

نصف صدی سے زیادہ عرصہ گذر گیا لیکن ابھی تک فلسطین کا مسئلہ حل نہیں ہوا۔ حق و انصاف کی باتیں اتنی بار دہرائی جاتی رہیں کہ اب ان میں بھی کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا۔ اقوام متحدہ نے کبھی کبھی اسرائیل کے خلاف مذمت کی قراردادیں بھی منظور کیں لیکن ان کا بھی حشر ہمارے سامنے ہے۔ یہ کس قدر ستم ظریفی کی بات ہے کہ مظلوموں کو ظالم بنا کر پیش کیا جارہا ہے، جو اپنی دفاع کے لیے غلیل اور پتھر استعمال کرتے ہیں ان کو یورپی اقوام دہشت گرد کہہ رہی ہیں اور اسرائیلی حکومت اپنے تمام فوجی ساز و سامان کے ساتھ ان پر حملہ کرتی ہے، ان کے مکانات زمیں بوس کردیے جاتے ہیں، ان کے معصوم چھوٹے چھوٹے بچوں کو ٹینکوں سے کچل دیا جاتا ہے، عورتوں اور بوڑھوں میں امتیاز نہیں برتا جاتا، اس ظلم و ستم کے باوجود اس انسانیت سوز جرم کو دفاعی کارروائی بتا کر معاملے کو رفع دفع کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

عالم اسلام کی مجبوری یہ ہے کہ اس کی داخلہ اور خارجہ پالیسی اس کے اپنے ہاتھوں میں نہیں ہے۔ اس کی بین الاقوامی تنظیمیں اور ادارے کسی اقدام کی حمایت کرنے سے قاصر ہیں۔ دینی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو عالم اسلام کو آگے بڑھ کر یہ دیکھنا چاہیے کہ بنیادی اسباب کیا ہیں۔ کیا واقعی فلسطین کے مسلمان ظالم ہیں۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہے تو عالم اسلام کو بتانا چاہیے کہ فلسطین کے مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے اور کس طرح رہنا چاہیے۔ جہاں جہاں سے ان کو بے دخل کیا جائے، ان کو پوری شرافت کے ساتھ نقل مکانی کر کے کہیں دوسری جگہ آباد ہو جانا چاہیے۔ اسرائیل جو کچھ کہتا جائے یا جو پالیسی بناتا جائے، اس پر ان کو سر تسلیم خم کرتے رہنا چاہیے۔ اگر عالم اسلام دیانت داری سے مسئلہ کا یہی حل تجویز کرتا ہے تو پوری جرأت کے ساتھ اسے دنیا کے سامنے رکھنا چاہیے اور فلسطینیوں کو یقین دلانا چاہیے کہ اسی تجویز کو قبول کر لینے سے تمہاری جان و مال اور عزت و آبرو کو تحفظ مل سکے گا۔ لیکن اگر مسئلہ کا حل یہ نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر اسرائیل سے نہ صرف کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیے بلکہ ان تمام ممالک سے اپنے تعلقات پر نظر ثانی کرنی چاہیے جو اسرائیل کی ان ظالمانہ کارروائیوں کو درست قرار دیتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ایمان کا کمزور ترین درجہ یہ بتایا ہے کہ منکر کو دل میں برا سمجھا جائے اور دل میں برا سمجھنے کا معاملہ یہ ہے کہ اس کی طرف دل کا میلان ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔

مسئلۂ فلسطین کا تعلق صرف عرب مسلمانوں سے نہیں ہے بلکہ دنیا کے تمام مسلمانوں کا اس مسئلہ سے تعلق ہے۔ حتی کہ ہندوستان جیسے ممالک جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، ان کو بھی اپنی اپنی حکومتوں کو اس کی طرف متوجہ کرنا چاہیے۔ نصف صدی کی عرب سیاست پر جن حضرات کی نظر ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ عرب حکومتیں مختلف بلاکوں میں منقسم ہیں۔ آج تک ان کی ترجیحات میں مسئلۂ فلسطین آیا ہی نہیں۔ جن ملکوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں اور حکومت میں شریک ہیں، ان کی بھی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی حکومتوں کو اسرائیل کے تعلق سے نرم موقف نہ اپنانے دیں اگر وہ ایسا کرتی ہیں تو وہ اپنا سیاسی وزن ان جماعتوں کے پلڑے میں ڈالیں جو ان کے موقف کی حمایت کریں۔

آج کی سیاست، بین الاقوامی تعلقات کی نزاکت اور دنیا میں امن وسکون قائم کرنے کی کوششوں کی وکالت اچھی چیز ہے، لیکن بین الاقوامی مشاہدین کی نگرانی میں جب حماس کی حکومت انتخابات میں کامیابی حاصل کرتی ہے تو اسے حکومت تشکیل دینے سے کیوں باز رکھا جاتا ہے۔ الیکشن میں فتح حاصل کرنے والے گروپ کو کیوں دھمکیاں دی جاتی ہیں کہ امداد روک دی جائے گی۔ تعلقات منقطع کر لیے جائیں گے۔ اگر بات یہی تھی تو پھر الیکشن کا ڈرامہ کیوں اسٹیج کیا گیا۔ الیکشن میں تو امکان اس بات کا موجود تھا کہ الفتح کے بجائے حماس کو جیت حاصل ہو سکتی ہے۔ کیا نام نہاد انصاف پسندوں اور جمہوریت کے علم برداروں کے اس رویے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ الفتح کو جیت ملنے کی صورت میں دنیا کو یہ دکھانا چاہتے تھے کہ فلسطین کے نمائندے حماس سے وابستہ لوگ نہیں بلکہ الفتح کے لوگ ہیں، لیکن ان کی شیطانی چالیں جب کامیاب نہیں ہوئیں تو انھوں نے ایک منتخب حکومت کو پوری بے شرمی کے ساتھ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور ہائے رے عالم اسلام کی بے چارگی کہ وہ اس سیاسی دہشت گردی پر خاموش تماشائی بنا رہا۔

فلسطینیوں پر دہشت گردی کا الزام بہت پرانا ہے۔ دنیا کو یہ بتانا ہوگا کہ جب اسرائیل بموں کی بارش کرتا ہے تو ان کو کیا کرنا چاہیے۔ جب اسرائیلی ٹینک ان کی بستیوں کو اجاڑنے کے لیے آگے بڑھتے ہیں تو انھیں کیا کرنا چاہیے۔ کیا دنیا کا کوئی قانون ایسا ہے جو اس بات کی اجازت دیتا ہو کہ آبادیوں کو اجاڑ دیا جائے، کیا معصوم اور بے گناہ شہریوں کو ہلاک کرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر مظلوموں کو کیا کرنا چاہیے۔ اگر انصاف کے ادارے خاموش ہو جائیں، اقوام متحدہ کوئی اقدام نہ کرے، یا پڑوس کی حکومتیں سرکاری امداد کے لیے آگے نہ آئیں تو ستائے ہوئے لوگوں کو کیا کرنا چاہیے۔ ظالم سرکاری طور پر اگر ہوش میں نہیں ہے تو مظلوم سے کیوں امید کی جائے کہ وہ اپنا ہر اقدام ہوش وحواس کے ساتھ کرے گا۔ بین الاقوامی قوانین کی رعایت اگر ایک حکومت نہیں کرتی تو منتشر افراد سے کیوں امید کی جاتی ہے کہ وہ ان قوانین کا پاس ولحاظ رکھیں گے۔ مظلوم تو اتنا جل چکا ہوتا ہے کہ وہ موقع ملتے ہی ظالم کو نوچ کھانے کے لیے بے تاب ہوتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اپنے وجود میں جل کر خود راکھ ہو جائے گا۔ جس کا گھر تباہ ہو گیا، کاروبار ختم ہو گیا، عزیز واقارب خاک وخون میں آنکھوں کے سامنے تڑپ تڑپ کر دم توڑ گئے، بھلا بتاؤ ایسے مظلوم کا مستقبل کیا ہوگا۔ کیا وہ اپنے ضمیر کی آواز کو دبا سکے گا۔ اسرائیلی حکومت نے آج فلسطین کے مسلمانوں کو اسی موڑ پر لا کر کھڑا کر دیا ہے۔

میز پر بیٹھ کر گفتگو کرنے اور مسئلہ کا حل دریافت کرنے کی بات کی جارہی ہے۔ حالانکہ ہم سب جانتے ہیں کہ میز پر گفتگو کر کے ان دو فریقوں کے درمیان مصالحت ہو سکتی ہے جو طاقت میں مساوی ہوں، اگر ایک طاقت ور ہو اور دوسرا کمزور ہی نہیں بلکہ انتہائی لاغر ہو تو ایسے دو فریقوں کے درمیان کبھی حق وانصاف کی بنیاد پر مصالحت نہیں ہو سکتی بلکہ شرائط صرف وہ تسلیم کی جائیں گی جو طاقت ور فریق پیش کرے گا۔ مسئلہ فلسطین کے تعلق سے اب تک یہی ہوتا رہا ہے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ اب کوئی فریق کسی پر حملہ نہیں کرے گا لیکن چند دنوں بعد اسرائیلی حکومت نے کسی مکان پر اس دلیل کے ساتھ بمباری کر دی کہ وہاں چند جنگ جو اسرائیل پر حملہ کرنے کی سازش کر رہے تھے۔ کسی راہ چلتے فلسطینی کو گولیوں سے بھون دیا گیا اور دلیل یہ پیش کی گئی کہ وہ خودکش حملہ کرنے جارہا تھا۔ اب ان دلائل کی صداقت کو کون پرکھے گا۔ کس کے اندر مجال ہے جو یہ کہہ سکے کہ اسرائیل کا یہ اقدام معاہدۂ امن کی خلاف ورزی ہے۔

جب کوئی مسئلہ ایک طویل عرصے تک معلق رہتا ہے تو اس سے وابستہ فریقوں میں کئی طرح کے افراد شامل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کے حالات میں منافقت پروان چڑھتی ہے، افراد خریدے جاتے ہیں۔ ترغیب وترہیب کے ہتھیار استعمال کر کے اتحاد کو انتشار میں تبدیل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، فلسطینیوں کے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہے۔ ان کا درد ایک ہے، اس کا مداوا بھی ایک ہے، دشمن بھی یکساں ہے اور اپنے بھی اسی ایک کشتی میں سوار ہیں لیکن مسئلہ کو حل کرنے کے لیے دو فریق وجود میں آگئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک نرم تو دوسرا گرم۔ اب اس نرم اور گرم کی پالیسی میں مزید کتنا خون بہے گا، کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ سعودی عرب کے بابصیرت حکمراں نے دونوں گروپوں کے قائدین کو کعبہ کی دیوار کے سایے میں کھڑا کر کے اتحاد و اتفاق کے ساتھ اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے کی تلقین کی تھی اور دونوں سے یہ معاہدہ کرالیا تھا کہ وہ خانہ جنگی کی لعنت میں گرفتار نہیں ہوں گے۔ خدا کرے کہ دیوار کعبہ کے سایے میں کیے گئے اس عہد و پیمان کا دونوں قائدین پاس ولحاظ رکھیں اور جس عظیم مقصد کے لیے وہ سرگرم سفر ہیں، اس کے حصول کے لیے باہم متحد ہو کر اپنی جد و جہد جاری رکھیں۔ کسی نہ کسی دن مظلوموں کی فریاد ضرور رنگ لائے گی۔ انشاء اللہ۔ یہی ہمارا ایمان ہے اور اسی یقین کے سہارے ہر مسلمان کو زندہ رہنا چاہیے۔

اقوام متحدہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ دنیا میں امن و امان قائم کرنے اور مختلف ملکوں کے درمیان ثالثی کا کردار نبھانے کے لیے قائم ہے۔ اس کے دیگر مقاصد میں یہ ایک اہم مقصد ہے۔ مسئلۂ فلسطین کے تعلق سے اس نے اب تک کیا کیا ہے اور اس کی ذمہ داریاں کیا تھیں؟ اس سوال کا جواب ان تمام مسلم ملکوں کو دینا چاہیے جو اقوام متحدہ کے ممبر ہیں۔ پہلے منصوبہ بند طریقے سے انسانوں کو بے گھر کرو، ان کو معذور اور اپاہج بناؤ، لاکھوں بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ بناؤ اور پھر ان کے کھانے پینے، دوا علاج اور کیمپوں اور خیموں کا انتظام کرو یہ سفاکیت ہے یا انسان دوستی۔ انسانیت کے راگ الاپنے والے بتا سکتے ہیں کہ ان لاکھوں عراقیوں کا قصور کیا تھا جن کو آتشیں بموں سے بھون دیا گیا، لاکھوں بچوں اور عورتوں کا قصور کیا ہے جو آج سرحدی ممالک میں کھلے آسمان کے نیچے اپنی راتیں گزار رہے ہیں۔ اطلاعات یہ بھی ہیں کہ جنسی درندوں کی چاندی ہوگئی ہے اور وہ اسلامی غیرت وحمیت اور عزت و ناموس کو ایک منظم سازش کے تحت پیروں تلے کچل رہے ہیں اور قحبہ گری کا ایک ایسا کاروبار شروع ہو چکا ہے جو پوری قوم کو تباہ کر دے گا۔ اقوام متحدہ کے قیام و بقا کی شرعی حیثیت پر گفتگو وقت کی اہم ضرورت ہے۔ فقہائے اسلام کو چاہیے کہ اس کے تاریخی کردار کی روشنی میں مسلم ملکوں کو بتائیں کہ ان کے لیے اس کی ممبر شپ جائز ہے یا ناجائز۔ مسئلہ پر غور کرتے وقت اگر اس کی پیش رو تنظیم لیگ آف نیشنز کے بارے میں شاعر مشرق علامہ اقبال کا یہ شعر بھی سامنے رہے تو شاید کسی نتیجے تک پہنچنے میں آسانی ہو۔

من ازیں بیش ندانم کہ کفن دزدے چند بہر تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند

.....☆☆☆.....

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے نظام طلاق سے پریشانی کیوں؟

ملکی سطح پر جو مسئلہ آئے دن مسلم سماج کے لیے ایک چیلنج بن کر سامنے آتا ہے اور جس پر پرنٹ اور الکٹرانک میڈیا اپنے مخصوص انداز میں تمسخر آمیز تنقید کرتی ہے، وہ ہے اسلام کا نظام طلاق۔ حالانکہ ازدواجی بندھن سے گلوخلاصی کی روایت عہد قدیم سے موجود ہے اور دنیا کے تمام مذاہب اور تہذیبوں میں اس کا رواج آج بھی عام ہے۔ مرد اور عورت جن مقاصد کی تکمیل کے لیے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوتے ہیں، اگر تجربات کے بعد فریقین میں سے کسی ایک کو احساس ہوتا ہے کہ ہم اس کو پورا نہیں کر پائیں گے یا دوسرے فریق کو ہمارے ساتھ جتنا تعاون کرنا چاہیے، وہ اس میں دانستہ کوتاہی کر رہا ہے، جس وفاداری اور مروت ومحبت کی اس سے امید تھی، اس کا اظہار اس کے قول وفعل سے نہیں ہوتا تو دونوں برضا ورغبت اپنے اپنے ملکوں کے قوانین کے تحت علیحدگی اختیار کر لیتے ہیں اور اپنی نئی دنیا بسانے کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔ دنیا کا کوئی مذہب اسے برا نہیں کہتا اور نہ کوئی تہذیب اسے معیوب سمجھتی ہے بلکہ دونوں کو اس کا حق دیا جاتا ہے کہ جس طرح وہ باہمی رضامندی سے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے تھے، اسی طرح باہمی گفت وشنید کے بعد دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو سکتے ہیں۔

صورت حال کی اس واقعیت کے درمیان پھر اسلام کا قانون طلاق کیوں موضوع بحث بن رہا ہے؟ اس سلسلے میں مسلمانوں کو کیوں مورد الزام ٹھہرایا جا رہا ہے؟ اور کس طرح مسلمان خاتون کی مظلومیت بڑھا چڑھا کر بیان کی جاتی ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ صرف اسلام اور مسلم دشمنی میں کیا جا رہا ہے۔ اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم اس کی حقیقت تک رسائی حاصل کر لیں تو ہم نہ جذبات میں آئیں گے اور نہ کسی تمسخر وتنقید پر چراغ پا ہوں گے۔ آج کی دنیا میں جہاں مکمل اسلام موضوع بحث بنا ہوا ہے، اس کے تمام قوانین واحکام کو از کار رفتہ بتانے کی ناروا کوششیں کی جا رہی ہیں، اگر اس کے قانون طلاق کو اعتراض وتنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے تو اس میں حیرت وتعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ اسلام دین فطرت اور دین برحق ہے۔ اس کے لیے ہمیں کسی سند کی ضرورت نہیں ہے بحمد اللہ تمام تر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوتاہیوں، کمزوریوں اور بدعملیوں کے باوجود مسلم سماج اور معاشرے میں طلاق کی شرح سب سے کم ہے اور مجرد زندگی گزارنے والے جوڑوں کی تعداد خود کو مہذب کہنے والی تہذیبوں کے مقابلے میں ناقابل ذکر ہے۔ آزادئ نسواں کے حوالے سے دنیا کے کئی ایک سماج جس طرح کی لعنتوں میں گرفتار ہیں، مسلم سماج ان سے بڑی حد تک محفوظ ہے۔ ڈانس بار اور کلبوں میں حوا کی جن بیٹیوں کو حسن کے جلوے بکھیرنے کے لیے مامور کر دیا گیا ہے اور جن کو یہ باور کرا دیا گیا ہے کہ یہی تمہاری آزادی ہے، شباب و حسن بھرپور زندگی گزارنے کے لیے ہے لہٰذا اسے بھرپور استعمال کرو اور مزے کی زندگی گزارو۔ کوئی ان کے دل سے پوچھے کہ ان پر کیا گزرتی ہے اور کن جذبات و احساسات کے ساتھ وہ جنسی آوارگی میں گرفتار مردوں کے ساتھ اپنی راتیں گزارتی ہیں۔ دس پندرہ سال کے بعد جب شباب کا نشہ اتر جاتا ہے اور حسن کی کشش کم ہو جاتی ہے تو کہاں زندگی گزارتی ہیں اور ان کے جذبات و احساسات کس طرح کے ہوتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہماری آنکھیں نہیں کھلتیں اور اگر کھلتی بھی ہیں تو ہم اپنے اندر اتنی اخلاقی جرأت نہیں پاتے کہ اس کے اسباب و محرکات کو بیان کر سکیں۔

ایک حسن کی دیوی جس کی ایام شباب میں پوجا ہوتی ہے، اس کے ناز و ادا پر ہزاروں لوگ فدا ہوتے ہیں، اس کے انگ انگ کی تعریف کی جاتی ہے، اس کا آخری انجام یہ ہوتا ہے کہ اپنے فلیٹ میں تنہا رہتی ہے، کوئی اس سے بات کرنے والا نہیں ہوتا، کوئی کندھا نہیں ملتا جس پر سر رکھ کر وہ دکھیاری اپنا غم ہلکا کر سکے اور اسی بے چارگی کے عالم میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتی ہے، آخری وقت میں کوئی پانی دینے والا نہیں ہوتا اور اس کے مرنے کی اطلاع پڑوسیوں کو اس وقت ملتی ہے جب اس کی لاش سے بدبو پھیلنے لگتی ہے، پھر میونسپلٹی کے لوگ آتے ہیں اور اس حسن کے ملکہ کی سڑی ہوئی لاش ناک پر کپڑے باندھ کر گھسیٹتے ہیں اور بڑی بے رحمی سے آخری کریا کرم کر دیتے ہیں۔

اس قسم کے واقعات بار بار پیش آتے ہیں، خود ہمارے ملک میں ایسا کئی بار ہو چکا ہے۔ ہم اسباب اور نتائج دونوں سے آگاہ ہیں لیکن زبان سے کہنا اور قلم سے لکھنا نہیں چاہتے، اسے اخلاقی دیوالیہ پن اور بزدلی سے ہی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اسلام پر ایمان و یقین رکھنے والی مسلم خواتین خواب و سراب کی اس زندگی سے کوسوں دور ہیں، ان کے مذہب نے انھیں بتایا ہے کہ شوہر کی قوامیت تسلیم کر کے وہ کنیز یا باندی نہیں بلکہ بہت سی ذمہ داریوں سے نجات پا کر اپنے مخصوص فرائض کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادائیگی کے لیے یکسو ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنے بچوں کے لیے پورا وقت اپنے پاس رکھتی ہیں اور شام کو تھک ہار کر آنے والے شوہر کی خدمت کے لیے خود کو چست اور تیار پاتی ہیں۔

آزادیٔ نسواں کا مغربی تصور اسلام اور مسلمانوں کو منظور نہیں، ہم اپنی اقدار و روایات قربان کر کے اس ترقی کو نہیں حاصل کرنا چاہتے جس کی قیمت ادا کرنے کی طاقت مسلم خواتین اپنے اندر نہیں پاتیں۔ لہٰذا اس تعلق سے قدامت پرستی کا طعنہ اور دقیانوسیت کا الزام ہمیں منظور ہے۔ ہم اپنا ایک امتیاز رکھتے ہیں اور اسی امتیاز کے سہارے ہمیں زندہ رہنا ہے۔ اگر یہ امتیاز ہم سے چھن گیا تو ہماری زندگی بے معنی اور بے مقصد بن کر رہ جائے گی۔ مغربی طرز فکر کے حامل مسلم دانشوروں میں خاصی تعداد ایسے لوگوں کی موجود ہے جو آج بھی پردہ اور برقع کے قائل اور اس پر عامل ہیں۔ وہ عزت و عصمت کو اپنی اور اپنی نسلوں کی حیات کا سب سے قیمتی اثاثہ تصور کرتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں ان لوگوں کی تعداد بہت کم ہے جو اسلام کے معاشرتی نظام سے مطمئن نہیں ہیں اور خاصی بڑی تبدیلی کے خواہش مند ہیں۔ دنیا میں مسلمانوں کے عددی تناسب میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور نہ مسلم عوام ان کے دھوکے میں آنے والے ہیں۔ ان بے چاروں کی سب سے بڑی پریشانی یہی ہے اور ان کی طرف سے بار بار علمائے اسلام کو مطعون کرنے کی اہم وجہ بھی یہی ہے کہ اسلام کے حوالے سے وہی بات مسلم عوام سنتے ہیں، جس کا ماخذ قرآن و سنت ہو۔ نصوص کتاب و سنت کے تعلق سے بھی وہ اس یقین سے سرفراز ہیں کہ ان کی تعبیر و تشریح اور تفہیم کا طریقہ کار ٹھیک وہی ہونا چاہیے جو عہد سلف میں رہا ہے۔ مسلمانوں میں کتنے تجدد پسند حضرات خم ٹھونک کر میدان میں آئے اور آج بھی کتنے لوگ انھیں کے نقوں کی جگالی کر رہے ہیں، لیکن مسلم عوام نے انھیں کوئی اہمیت نہیں دی۔ ہر تجدد پسند کا انجام یہی ہوا کہ وہ مسلم سماج اور معاشرہ میں لامساس بن کر رہ گیا اور آخر میں اپنے ہی تضادات کا شکار ہو کر نسیاً منسیاً ہو گیا۔ ایسے لوگ وقتی طور پر ضرور اتھل پتھل پیدا کر دیتے ہیں اور کچھ کچے اور ناپختہ ذہن ان کے نعروں میں کھو جاتے ہیں لیکن شعور پختہ ہوتا اور عقل بالغ ہوتی ہے تو وہ بھی خواب اور حقیقت کے درمیان فرق سمجھ کر اپنا قبلہ درست کر لیتے ہیں۔ یہ ابتلا و آزمائش کا ایک سلسلہ ہے جو تا قیامت چلتا رہے گا، کامیاب وہی ہے جو ان آزمائشوں میں ثابت قدم رہے اور اللہ کی رسی ہاتھ سے جانے نہ دے۔

.....☆☆☆.....

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکاح کا رجسٹریشن

اور اس کے مضمرات

ملک کی عدالت عالیہ نے اپنے ایک حالیہ فیصلے میں ملک کے تمام شہریوں کے لیے خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، نکاح کا رجسٹریشن ضروری قرار دیا ہے۔ اس فیصلہ کے تعلق سے علمائے کرام کے بیانات اخبارات میں شائع ہو رہے ہیں اور ان مشکلات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو اس راہ میں موجود ہیں۔ بعض محترم حضرات کا خیال ہے کہ عدالت کا یہ حکم نامہ مسلم پرسنل لا میں مداخلت ہے جسے مسلمان قبول نہیں کر پائیں گے۔ جس مقدمہ میں عدالت نے یہ فیصلہ دیا ہے اس کی نوعیت سامنے لائے بغیر فوری طور پر اس پر کسی قسم کے ردعمل کا اظہار نامناسب ہے۔ ہمیں چاہیے کہ مقدمہ کی تفصیلات سامنے رکھیں، مسلم پرسنل لا بورڈ کے عالی قدر اراکین کوئی اجلاس طلب کریں، قانون کے ماہرین سے مشورہ کر کے فیصلہ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیں، اس کے بعد کسی مثبت یا منفی ردعمل کا مظاہرہ کریں۔ عالی وقار علمائے کرام کے اس طرح کے بیانات سے فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ اسلام کے عائلی اور معاشرتی مسائل کے لیے ملت کے ارباب حل وعقد نے ایک بورڈ قائم کر رکھا ہے، اسی کو یہ اختیار ہے کہ اپنا کوئی بیان جاری کرے۔ ہر شخص کو اس طرح کے مسائل ومعاملات میں زبان کھولنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

ہم ملت کے بہت سے مسائل میں ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ عدالت مداخلت کرے اور وہ فیصلہ دے، ہم اس کا احترام کریں گے، لیکن اس کے کسی فیصلہ کے تعلق سے ہنگامی طور پر کسی ردعمل کا اظہار ہمیں کمزور بنا دیتا ہے، ہم اپنے طرز عمل سے خود یہ پیغام دیتے ہیں کہ عدالت کے فیصلے کوئی معنی نہیں رکھتے۔ شاہ بانو کیس کے مسئلہ میں ظاہراً تو ہم نے میدان مار لیا تھا لیکن اس کے نتائج ملت کے حق میں مفید ہونے کے بجائے مضر ثابت ہوئے اور اس اصلاح شدہ قانون میں بھی ایسی کمزوری آج تک موجود ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

،جس کا فائدہ اٹھا کر عدالتیں مطلقہ مسلم خواتین کے لیے نان نفقہ دینے کا فیصلہ صادر کر رہی ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قوانین انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ایک انسان دوسرے پر ظلم نہ کر سکے،اس کی روک تھام قانون ہی کرتا ہے۔لیکن اس کے باوجود بسا اوقات ظلم ہو ہی جاتے ہیں اور قانون کا بے جا استعمال کر کے انسان خود کو اس کی زد میں آنے سے بچا بھی لیتا ہے۔ان حالات میں انسان اپنے بنائے ہوئے قوانین میں تبدیلیاں کرتا ہے اور طرح طرح کی شرائط عائد کر کے ان کے نفاذ اور ان کے اثرات کو یقینی بنانے کی کوشش کرتا ہے۔یہ تبدیلیاں اور اضافے بالعموم مبنی بر اخلاص ہوتے ہیں۔خواہ بعد میں اس کے بعض مضر پہلو ایسے سامنے آجائیں جو پہلے سے کہیں زیادہ انسانی زندگی کے لیے ضرر رساں ثابت ہوں۔تجربات اور مشاہدات سامنے آتے ہیں،پھر انسان اپنے بنائے ہوئے قوانین بدلتا ہے اور ان کو درست کرنے کی کوشش کرتا ہے۔یہ سلسلہ ہمیشہ چلتا رہتا ہے اور جب تک انسانی سماج موجود ہے،برابر چلتا رہے گا۔مسلمان چونکہ ایک الٰہی قانون پر یقین رکھتے ہیں اور حسب استطاعت اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ایک غیر اسلامی نظام جو جمہوری طرز حکومت پر یقین رکھتا ہے،اس نے نکاح،طلاق،وراثت اور وقف وغیرہ کے معاملات میں ان کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی دے رکھی ہے،اگر کبھی اس کے فیصلوں کی زد عائلی قوانین پر پڑتی ہو تو انھیں سنجیدگی اور دلائل سے اپنے موقف کی وضاحت کرنی چاہیے۔ان دشواریوں اور مشکلات کو از خود سلجھانا چاہیے جن کے زیر اثر الٰہی قانون سے متعارض فیصلے سامنے آتے ہیں۔افہام وتفہیم کا راستہ کھلا ہوا ہے اور جمہوریت میں اس کی آزادی ہوا کرتی ہے۔

نکاح کے رجسٹریشن کے حالیہ فیصلہ سے پریشان ہونے کی بجائے مسلم پرسنل لا بورڈ کے عالی وقار ممبران کو اس کے مضمرات پر غور کرنے کے لیے اپنا خصوصی اجلاس طلب کرنا چاہیے اور عدالت سے رجوع کر کے اس فیصلہ کے نفاذ کی روپ ریکھا کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے کیوں کہ اندیشہ یہ ہے کہ عدالت عظمیٰ نے جس برائی کو ختم کرنے کے لیے یہ اقدام کیا ہے،کہیں اس سے بڑی برائیاں ظہور میں نہ آنے لگیں۔

اسلام میں نکاح کے لیے بنیادی شرط ایجاب وقبول،ولی کی رضامندی اور گواہوں کی موجودگی ہے۔خفیہ طور پر نکاح کرنے کی ممانعت آئی ہے۔حدیث میں نکاح کے لیے اعلان کرنے کا حکم دیا گیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، شہروں اور بڑے قصبات میں نکاح کے قاضی موجود ہیں جو نکاح سے پہلے تاریخ نکاح، مقام نکاح، دولہا اور دلہن کا نام، ان کی ولدیت، ان کے مکمل پتے، ان کی عمر، نکاح کے وکیل اور دو گواہوں کے ناموں کا اندراج کرتے ہیں اور اور پھر قاضی سمیت دولہا دلہن وکیل اور گواہوں کے دستخط لیے جاتے ہیں۔ نکاح نامے کی تین کاپیاں تیار ہوتی ہیں۔ ایک کاپی دولہا کو، دوسری دلہن کو اور تیسری قاضی کے لیے ہوتی ہے جو ریکارڈ کے طور پر وہ اپنے یہاں محفوظ رکھتا ہے۔ ملک کے دیہی علاقوں میں قاضی اور نکاح کے رجسٹر کا چلن نہیں ہے لیکن وہاں بھی نکاح خوانی کا فریضہ مسجد یا دینی مدرسہ کا عالم انجام دیتا ہے اور ایک مجمع عام میں یہ کار خیر مکمل کیا جاتا ہے، جس کے بہت سے گواہ ہوتے ہیں۔

ان تمام انتظامات اور تحفظات کے باوجود کچھ شاذ نوعیت کے ایسے واقعات بھی مشاہدے میں آتے ہیں جہاں کوئی شخص نکاح کے ان مراحل سے گزرے بغیر کہیں سے کوئی عورت لے کر آجاتا ہے اور اسے اپنی بیوی کا نام دے دیتا ہے۔ اس نوعیت کے واقعات کو مسلم معاشرہ کبھی اچھی نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ اس کا اخلاقی دباؤ اتنا شدید ہوتا ہے کہ آخر میں اسے حقیقت حال سے لوگوں کو مطلع کرنا ہی پڑتا ہے اور پھر شریعت کی روشنی میں اس کے نکاح کے جواز اور عدم جواز کا فتویٰ صادر کر کے معاشرہ اسے اپنا لیتا ہے یا اس کا بائیکاٹ کر دیتا ہے۔ اخلاقی بے راہ روی کے اس قسم کے واقعات شاذ و نادر ہی پیش آتے ہیں۔

مسلمان مرد اور عورت کے ان نکاح ناموں، نکاح کی تشہیر اور اعلان اور گواہوں کے علاوہ خود ملکی قوانین کے تحت راشن کارڈ بنوائے جاتے ہیں جن میں شادی شدہ عورتوں کے شوہروں کا نام لازمی طور پر صراحت کے ساتھ تحریر کیا جاتا ہے۔ برسر روزگار یا ملازمت پیشہ مسلم خواتین کے شوہروں کا نام ان کی فائل میں سرکاری طور پر لکھا جاتا ہے۔ ووٹر لسٹ میں تمام شادی شدہ خواتین کے ناموں کا اندراج ان کے شوہروں کے ناموں کی صراحت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح پاسپورٹ میں بھی اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ زمین جائیداد کے کاغذات میں بالتفصیل یہ تمام باتیں تحریر ہوتی ہیں۔ ان تمام تحریری یاد داشتوں کے باوجود اگر ضرورت ہے کہ نکاح کا رجسٹریشن لازمی طور پر کرایا جائے تو یہ دیکھنا ضروری ہے کہ مذکورہ بالا تحریروں میں نقص یا کمی کہاں ہے اور کیسے ہے۔ اگر یہ تحریریں کفایت نہیں کرتی ہیں تو اس کی معقول وجوہات کیا ہیں۔ کسی معقول وجہ کے بغیر مزید ایک چیز کا اضافہ کہیں پریشانیوں اور الجھنوں کا باعث نہ بن جائے۔ اس پر ہمیں غور کرنا چاہیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدالت عالیہ کا حکم سر آنکھوں پر، کسی برائی کے سدّ باب کے لیے اگر ایسا کرنا ناگزیر ہے اور اسی کے ذریعہ کسی مظلوم خاتون کی دادرسی ممکن ہے تو مسلمان کو خود آگے بڑھ کر اس کام میں تعاون کرنا چاہیے۔ انھیں اس سلسلے میں کوئی پریشانی اور الجھن نہیں ہونی چاہیے اور بلاوجہ عدالت سے ٹکرانے کی روش چھوڑ دینی چاہیے۔ نکاح کے رجسٹریشن کی ایک آسان صورت یہ ہوسکتی ہے کہ نکاح ناموں میں مزید ایک کاپی کا اضافہ کردیا جائے اور متعلقہ سرکاری دفاتر کو نکاح کا قاضی ان کی کاپی ارسال کردے اور وہ اپنے یہاں اس کا اندراج کرلیں اور اس کاپی کو ریکارڈ کے طور پر محفوظ کرلیں۔ اگر کبھی ایسا کوئی تنازعہ پیش آتا ہے تو تمام کاپیوں کو ایک ساتھ طلب کرکے ان کی سچائی معلوم کرلی جائے اور تنازعہ کا فیصلہ کردیا جائے۔ اس صورت کو مزید آسان بنانے کے لیے یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ سال میں ایک بار قاضی متعلقہ سرکاری دفاتر میں جاکر پورے سال کے نکاح ناموں کی کاپی جمع کرادے اور سرکاری ادارے پوری دیانت داری کے ساتھ اس کا اندراج سرکاری رجسٹر میں کرلیں۔

ہندوستان کی بڑی آبادی گاؤں دیہات میں رہتی ہے۔ بہت سے لوگ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے۔ بہت سے گاؤں میں قاضی اور نکاح ناموں کا چلن نہیں ہے۔ اس کی ذمہ داری مسلم پرسنل لا بورڈ کو اپنے سر لینی چاہیے اور وہ مختلف ریاستوں کے لیے اپنے نمائندوں کے ذریعہ ضلع اور تحصیل کی سطح پر نکاح کے قاضیوں کا تقرر عمل میں لائے۔ یہ کام بہت زیادہ آسان نہیں ہے۔ اس کے لیے کافی محنت کرنا پڑے گی اور اس کام میں کئی سال لگ سکتے ہیں۔ اس کے لیے حکومت کو چاہیے کہ مناسب افراد کی خدمات حاصل کرے جو قریہ قریہ پہنچ کر اس کام کا انتظام کریں۔ بہتر ہوگا کہ ریاستی حکومتیں مسلم پرسنل بورڈ کے ساتھ تعاون کرکے اس کام کو یقینی بنائیں۔

مسلمانوں کے یہاں نکاح کا جو طریقہ مروج ہے اور اس کے لیے جتنے ثبوت مہیا کردیے جاتے ہیں، ان پر اکتفا نہ کرکے اگر ہم سرکاری طور پر اس کے رجسٹریشن کے لیے اصرار کرتے ہیں تو ہمیں اس بات کو یقینی بنانا ہوگا کہ اس میں کسی طرح کی کوئی رشوت وصول نہیں کی جائے گی۔ یہ کام بغیر کسی اضافی فیس کے مفت انجام پائے گا۔ ہر تحصیل میں اس کے لیے الگ دفتر کا انتظام ہوگا اور اس میں کام کرنے والے وہ مسلمان ہوں گے جو شریعت کے قوانین اور مسائل سے واقف ہوں، کیوں کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ زمین جائیداد کے تنازعات بسا اوقات ان کاغذات کی وجہ سے بھی پیدا ہوتے ہیں جو بعض غیر ذمہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دار افراد دونوں فریقوں کو جاری کر دیتے ہیں اور پھر برسہا برس تک ان کے مقدمات کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ اگر نکاح کے رجسٹریشن میں اس قسم کی دھاندھلیاں راہ پا گئیں تو وہ عورتیں معلق ہو کر رہ جائیں گی جن کی مظلومیت دور کرنے کے لیے ہم یہ قانون بنا رہے ہیں۔ عورت کوئی جائیداد نہیں ہے کہ اس کے لیے دو مرد آپس میں مقدمہ لڑیں کہ وہ میری بیوی ہے۔ اس کی ضروریات اور خواہشات کی تکمیل کے لیے اسے بروقت کسی ایک مدعی مرد کے حوالہ کر دیا جائے اور پھر دس سال بعد جب مدعی کی شکست ہو جائے تو فتح یاب شوہر کی جھولی میں اسے ڈال دیا جائے۔ کہا جا سکتا ہے کہ مقدمہ کے فیصلہ تک اسے کسی ناری نکیتن میں رکھ دیا جائے گا سوال یہ ہے کہ کیا کسی جوان عورت کی جنسی خواہشات ناری نکیتن میں پوری کی جا سکتی ہیں؟

اس قانون کے نفاذ میں ایک دشواری یہ بھی ہے کہ رجسٹریشن کے وقت کن افراد کی موجودگی ضروری ہے، اگر صرف میاں بیوی کی موجودگی ضروری ہے تو اس میں اور کورٹ میرج میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا۔ مسلم معاشرہ اس طرح کی شادیوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا۔ اس میں کئی طرح کی خرابیاں سامنے آتی ہیں اور جس سماج میں ایسے جوڑوں کو رہنا ہے، اس میں انھیں عزت نہیں مل پاتی جس کی وجہ سے وہ تاحیات گھٹن محسوس کرتے ہیں۔

اگر رجسٹریشن کے وقت قاضی، مرد اور عورت کے والد یا والدہ، وکیل اور گواہوں کی موجودگی ضروری ہے تو یہ کام وہاں تو آسانی سے ہو سکتا ہے جہاں تحصیل گھر کے قریب موجود ہو اور جس تک بآسانی پہنچا جا سکتا ہے۔ لیکن جہاں تحصیلوں پر پہنچنا سواری کے بغیر ممکن نہ ہو وہاں ایک غریب خاندان پر اخراجات کا مزید ایک بوجھ ڈالنا ہوگا۔ وہ تمام لوگوں کو اپنے خرچ پر تحصیل لے جائے اور رجسٹریشن کرائے۔ اس کے علاوہ اگر کسی مرحلہ میں سب کی تصاویر ضروری قرار دے دی گئیں تو اخراجات مزید بڑھ جائیں گے۔ تحصیل دار صاحب اس وقت تک نکاح کے سرٹیفکٹ پر دستخط نہیں کر سکتے جب تک گاؤں کے پردھان اور پٹواری وغیرہ کے دستخط نہ ہو جائیں۔ نکاح کے رجسٹریشن میں اس کے علاوہ بھی کئی ایک دشواریاں سامنے آ سکتی ہیں، جن کو سلجھائے، سمجھے اور حل کیے بغیر اس راہ پر چلنا آسان نہیں ہوگا۔

ملک کے دیگر طبقات کی طرح مسلم سماج میں بھی بہت سے سر پھرے موجود ہیں جو ایک عورت کو اپنی زوجیت میں لینے کے بعد تنگ کرتے ہیں، اس کے حقوق ادا نہیں کرتے، اسے اس کے والدین یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھائیوں کے لیے بوجھ بنا دیتے ہیں اور وہ مظلومیت کی زندگی گزارنے کے لیے مجبور ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو اپنی ذمہ داریاں یاد دلانے کے لیے اسلام میں قوانین موجود ہیں۔ لیکن ظاہر ہے ہمارے ملک میں مسلم پرسنل لا بورڈ یا کسی دوسری دینی تنظیم کے پاس قوت نافذہ نہیں ہے کہ وہ ایسے سرپھروں کو کوئی سزا دے سکے۔ یہ سزا تو اسے ملک کی عدالتیں دیں گی اور انھیں لازمی طور پر دینا چاہیے۔ البتہ عدالتوں سے ہم برابر یہی درخواست کرتے چلے آرہے ہیں کہ ملک کے آئین نے مسلمانوں کو اپنے پرسنل لا پر عمل کرنے کی آزادی دی ہے۔ یہ سزا اسلامی قانون کے دائرہ میں دی جانی چاہیے ورنہ مسلم پرسنل لا میں مداخلت کا دروازہ کھل جائے گا اور پھر اسے بند کرنا آسان نہیں ہوگا۔ ملک کا آئین ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم ہر حال میں اس کا احترام کریں، اس نے مذہب کی جو آزادی دی ہے، اس آزادی کو ہر حال میں قائم اور باقی رکھنا جس طرح حکومتوں کی ذمہ داری ہے، اسی طرح ہماری عدالتیں بھی اس کی مکلّف ہیں اور بھلا آئین کی روح اور اس کے تقاضوں سے ان سے زیادہ واقف کون ہوسکتا ہے۔

.....☆☆☆.....

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطبوعاتِ مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی

نمبر	نام کتاب	مصنف/مرتب/مترجم	صفحات	قیمت
	(الف)			
1	آثار نبوت	مجاز اعظمی	128 Pg	65/=
2	آداب ازواج	مولانا محمد الاعظمی	160 Pg	75/=
3	آسان عربی گرامر (مکمل تین حصے)	لطف الرحمن	350 Pg	150/=
5	آسمانی جنت	علامہ امیر حمزہ	264 Pg	120/=
6	آئینہ تاریخ عالم (بعثت رسول سے واقعہ کربلا تک)	شیخ عثمان بن محمد الخمیس	328pg	
7	آؤ ایمان کی باتیں کریں	ڈاکٹر شفیق الرحمن	96 Pg	30/=
8	آؤ مثالی اور معیاری خاتون بنیں	عبدالغفار حسن رحمانی	96 Pg	40/=
9	آیئے قادیانیت کو پہچانیں	احسان الٰہی ظہیر	64 Pg	30/=
10	آیئے مزاروں کی سیر کریں	علامہ امیر حمزہ	272 Pg	120/=
11	اپنا عقیدہ صحیح کیجئے	محمد بن جمیل زینو	48 Pg	18/=
12	اتباع رسول	شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ	48 Pg	18/=
13	اتباع سنت (عقائد واحکام)	ڈاکٹر ضیاء الرحمن الاعظمی	96 Pg	35/=
14	اتباع سنت اور اجتناب بدعت کی اسلامی دعوت	نواب صدیق حسن خان	208 Pg	98/=
15	اتحاد امت وملت اور نظم امارت وقضاء	حکیم عبیداللہ رحمانی	48 Pg	24/=
16	احسن البیان اردو	مولانا محمد جوناگڈھی	1856 Pg	450/=
17	احسن البیان ہندی	مولانا محمد جوناگڈھی	1156 Pg	350/=
18	احکام اسلام کی حکمتیں	علامہ ابن القیم جوزیہ	1156 Pg	350/=
19	احکام الجنائز	ابوسالم محمد اسماعیل	64 Pg	30/=

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

20	احکام ومسائل عیدالاضحی	حافظ صلاح الدین یوسف	48 Pg	25/=
21	اختلافی مسائل اوران کا حل	مولانا محمد ساجد اسیدندوی	96 Pg	50/=
22	ارشاد محمدی	مولانا محمد جونا گڈھی	128 Pg	50/=
23	استقامت	قاضی سلیمان منصور پوری	32pg	20/=
24	اسلام اورامن عالم	ابن احمد نقوی	64 Pg	25/=
25	اسلام اورقبروں کی پوجا	مولانا ساجد اسیدندوی	148 Pg	60/=
26	اسلام اورمتعدی بیماریاں	ڈاکٹر نورالحسن انصاری	48 Pg	18/=
27	اسلام پر اعتراضات کے عقلی ونقلی جوابات	ڈاکٹر ذاکر نائیک	240pg	110/=
28	اسلام کا نظام میراث دادا کے ترکہ میں پوتے کا حق	مظہر علی مدنی	64 Pg	30/=
29	اسلامی نظام زندگی	قاضی اطہر مبارکپوری	188 Pg	100/=
30	اسلام میں جمعہ کے فضائل کے احکام	مولانا نیاز طیب پوری	160 Pg	75/=
31	اسلام میں داڑھی کا مقام	علامہ بدیع الدین راشدی	32 Pg	18/=
32	اسلامی کوئز	مولانا ساجد اسیدندوی	176 Pg	75/=
33	اسلامی آداب معاشرت	حافظ صلاح الدین یوسف	264 Pg	110/=
34	اصول حدیث	مولانا محفوظ الرحمن فیضی	32 Pg	6/=
35	اطاعت یا تقلید؟	ابوالقاسم عبدالعظیم	48 Pg	22/=
36	اعلام الموقعین (دین محمدی)	مولانا محمد جونا گڈھی	1256 Pg	700/=
37	اللہ تعالیٰ عرش پر یا ہر جگہ	نواب صدیق حسن خان	64 Pg	30/=
38	امام محمدی	مولانا محمد جونا گڈھی	96 Pg	45/=
39	امت مسلمہ کے اجماعی مسائل	ابوالقاسم عبدالعظیم	208 Pg	50/=
40	امین الصرف	ابوعبیدہ عبدالمعید بنارسی	48 Pg	22/=
41	امین الصیغہ	ابوعبیدہ عبدالمعید بنارسی	144 Pg	45/=
42	امین النحو	ابوعبیدہ عبدالمعید بنارسی	48 Pg	22/=
43	انسان اپنے آپ کو پہچان	علامہ نواب صدیق حسن خان	64 Pg	30/=

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

44	انکار حدیث حق یا باطل؟	مولانا صفی الرحمن مبارکپوریؒ	96 Pg	45/=
45	اور شرک سے میں نے توبہ کرلی	علامہ امیر حمزہ ہمدانی	64 Pg	20/=
46	اور میں مرگیا	عبید الرحمن	48 Pg	18/=
47	اہل بیت کے بارے میں شیعوں کا موقف	علامہ احسان الٰہی ظہیر	128 Pg	60/=
48	اہل تصوف کی اصطلاح میں تصور شیخ	شیخ اسعد اعظمی	48 Pg	24/=
49	اہلحدیث اور احناف کے درمیان اختلاف کیوں؟	مولانا محمد جونا گڈھی	64 Pg	20/=
50	اہلحدیث پر احباب دیوبند کی کرم فرمائیاں	علامہ احسان الٰہی ظہیر	120 Pg	50/=
51	اہل طریقت کی اصطلاح میں شیخ کا مقام ومرتبہ	شیخ اسعد اعظمی	112 Pg	35/=
52	اہل حدیث کا مذہب (محقق)	علامہ ثناء اللہ امرتسری	64pg	30/=
53	ائمہ عظام کی جانب منسوب غلط فہمیاں	شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ	128 Pg	60/=
54	ائمہ اربعہ کا دفاع اور سنت کی اتباع	نواب صدیق حسن خان۔ محمد اعظمی	160 Pg	75/=
55	ائمہ اربعہ کا عقیدہ	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	64 Pg	30/=
56	ایک ہاتھ سے مصافحہ	مولانا محمد عبد الرحمن مبارکپوری	64 Pg	20/=
57	ایک مجلس کی تین طلاق	مولانا حکیم محمد اسرائیل	384 Pg	150/=
58	ایمان وعمل	مولانا عبد الرؤف رحمانی	768 Pg	195/=
	(ب، پ، ت)			
59	بائیس نامور فقہاء ومحدثین	مولانا ساجد اسیدندوی	176 Pg	75/=
60	بانی بریلویت کون اور کیا تھے؟	علامہ احسان الٰہی ظہیر	80 Pg	30/=
61	بچوں کی تربیت سے متعلق چالیس احادیث	مولانا اسعد اعظمی	96 Pg	35/=
62	بچوں کی نظمیں	ڈاکٹر شفیق اعظمی	160 Pg	50/=
63	بدعت اور اس کی تباہ کاریاں	مولانا ساجد اسیدندوی	48 Pg	20/=
64	بدعت کی حقیقت	ماہر القادری، عطیہ خلیل عرب	288 Pg	110/=
65	بدعت کی تردید میں آٹھ مفید رسالے	علامہ ابن باز رحمہ اللہ	96 Pg	30/=
66	برصغیر میں اگر وہابی نہ ہوتے	ابو نعیم	48 Pg	18/=

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

67	بریلوی تعلیمات	علامہ احسان الٰہی ظہیر	48 Pg	20/=
68	بریلوی تعلیمات اور افسانوی حکایات	علامہ احسان الٰہی ظہیر	32 Pg	16/=
69	بریلوی مسلک کے عقائد	علامہ احسان الٰہی ظہیر	112 Pg	35/=
70	بریلوی مسلک کی میٹھی میٹھی سنتیں	امیر حمزہ ہمدانی	328 Pg	150/=
71	بریلویت اور تکفیری فتوے	علامہ احسان الٰہی ظہیر	64 Pg	22/=
72	بلوغ المرام مع ترجمہ اتحاف الکرام	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	1200 Pg	350/=
73	بہنوں کیلئے تحفہ	ام عبد منیب	32 Pg	14/=
74	بہو اور داماد پر سسرال کے حقوق	ام عبد منیب	64 Pg	20/=
75	پانچ مذاہب	معراج ربانی	112 Pg	35/=
76	پردہ	صالح العثیمین	32 Pg	16/=
77	پکی قبریں اسلام کی نظر میں	علامہ شوکانی	56 Pg	16/=
78	تاریخ اسلام سبق آموز سنہرے واقعات	مولانا سرفراز احمد فیضی	208 Pg	85/=
79	تاریخ اہل حدیث ہند	مولانا رئیس احمد ندوی	208pg	100/=
80	تبلیغی جماعت اور اخوان المسلمون	مولانا محمد الاعظمی	175 Pg	120/=
81	تبلیغی جماعت اور اس کا نصاب	عبدالرحمن خطیب العمری	164 Pg	70/=
82	تجلیات نبوت اردو	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	320 Pg	130/=
83	// // ہندی	// // //	320 Pg	160/=
84	تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ	مولانا محمد اسمٰعیل گوجرانوالہ	576 Pg	250/=
85	تحریک اہلحدیث، مفہوم اور تقاضے	ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری	80 Pg	30/=
86	تحریک مجاہدین اور میاں نذیر حسین	ڈاکٹر ابونعیم لندن	48 Pg	20/=
87	تحفۃ الخطیب (تقاریر کا مجموعہ)	مولانا فاروق عبداللہ	96 Pg	40/=
88	تحفۂ رمضان المبارک	مولانا عبدالمنان سلفی	112 Pg	38/=
89	تحفۂ ظہیر	علامہ احسان الٰہی ظہیر	96 Pg	50/=
90	ترقی اطفال کی بنیادی شکلیں	راشد نسیم ایم اے	320 Pg	160/=

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

91	تذکرۃ البخاری	مولانا محمد اعظمی	176pg	75/=
92	تعدیل ارکان	علامہ انور کلی حنفی	96 Pg	45/=
93	تعلیمی جہات	ڈاکٹر ایم نسیم اعظمی	320 Pg	250/=
94	تعمیر ملت اور دینی ادارے	مولانا رفیق احمد رئیس سلفی	128pg	50/=
95	تقاریر احسان الٰہی ظہیر	عبداللطیف اثری	208 Pg	90/=
96	تقلید یا اتباع سنت	علامہ ناصر الدین البانی	88 Pg	45/=
97	تنویر الحساب ۱،۲،۳	ڈاکٹر امتیاز ندیم	112 Pg	35/=
98	تنقیح المفردات	ڈاکٹر عمران احمد عثمانی	320pg	275/=
99	توحید کے آنسو	اقبال کیلانی	112 Pg	35/=
100	توحید کی فطری دعوت	نواب صدیق حسن خاں	48pg	25/=
101	توشۂ آخرت ترجمہ زاد المعاد (حیدرآباد)	علامہ ابن القیم الجوزیہ	428 Pg	240/=
	(ج، ج)			
102	جنت کا بیان	مولانا اقبال کیلانی	220 Pg	75/=
103	جنتی عورت	مولانا انصار زبیر محمدی	80 Pg	40/=
104	جہنم کا بیان	مولانا اقبال کیلانی	224 Pg	75/=
105	جہیز ایک المیہ	سالک بستوی، امیر حمزہ اعظمی	80 Pg	26/=
106	چار امام وعقیدۂ ابوحنیفہ	شیخ معراج ربانی	96 Pg	48/=
	(ح، خ)			
107	حج وعمرہ کے مسائل	حافظ اسعد اعظمی	48 Pg	25/=
108	حج کیسے کریں؟	مولانا نور العین سلفی	32 Pg	15/=
109	حقائق اسلام اور سائنس	مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری	72 Pg	30/=
110	حقوق	علامہ صالح العثیمین	48 Pg	22/=
111	حقوق الأولاد	حافظ صلاح الدین یوسف	80 Pg	40/=

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

112	حقوق الزوجین	حافظ صلاح الدین یوسف	48 Pg	22/=
113	حقوق العباد	حافظ صلاح الدین یوسف	64 Pg	40/=
114	حقوق الوالدین	حافظ صلاح الدین یوسف	64pg	30/=
115	حقوق ومعاملات	مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری	256 Pg	110/=
116	حقیقۃ الفقہ	یوسف جے پوری / عبداللطیف اثری	320 Pg	175/=
117	حلالہ کے نام پر	مولانا ابوشرحبیل صاحب	190 Pg	70/=
118	حنفی اور محمدی کے نام پر ایک دلچسپ مکالمہ	مولانا عبداللہ بہاولپوری	48 Pg	18/=
119	حیات تابعین کے درخشاں پہلو (جدید ترتیب)	مولانا محمود احمد غضنفر	346pg	250/=
120	خاتون اسلام	ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری	240 Pg	100/=
121	خواتین کے مخصوص مسائل	مولانا نیاز طیب پوری	48 Pg	22/=
122	خطبات ظہیر (کامل محقق)	علامہ احسان الٰہی ظہیر	576 Pg	250/=
123	خلافت اموی خلافت اسلامی کا دور ثانی	ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی	280pg	250/=
	(د)			
124	درایت محمدی	خطیب الہند مولانا محمد جوناگڈھی	256pg	110/=
125	دفاع 'فضائل اعمال' کا تحقیقی جائزہ	شیخ محمد الاعظمی / مولانا نجیب الغفار	64 Pg	30/=
126	دلائل محمدی	خطیب الہند مولانا محمد جوناگڈھی	160 Pg	75/=
127	دنیا میں قبر پرستی کیوں کر پھیلی؟	مولانا داؤد غزنوی	48 Pg	20/=
128	دین محمدی ترجمہ "اعلام الموقعین"	مولانا محمد جوناگڈھی	1256 Pg	700/=
129	دیور اور بہنوئی	ام عبد منیب	40 Pg	18/=
130	دوہیالیاں	محمد اکرم اعظمی	64pg	30/=
	(ذ، ر)			
131	الرحیق المختوم عام ایڈیشن	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	786 Pg	195/=
132	الرحیق المختوم ڈیلکس ایڈیشن	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	786 Pg	220/=
133	الرحیق المختوم سپر ڈیلکس ایڈیشن	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	786 Pg	250/=

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

134	رد بدعات	حافظ عبداللہ محدث روپڑی	80 Pg	45/=
135	رزم حق و باطل (روداد مناظرہ، بجرڈیہہ، بنارس)	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	320 Pg	100/=
136	رسول اکرم کی صاحبزادیاں	محترمہ سعدیہ ملک	120 Pg	40/=
137	رسومات شب برات	مولانا حافظ اسعد اعظمی	48 Pg	20/=
138	رسومات محرم الحرام اور سانحہ کربلا	حافظ صلاح الدین یوسف	120 Pg	40/=
139	روزہ اور عید الفطر تربیتی نقطہ نظر سے	ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری	112 Pg	35/=
140	ریاض الصالحین اردو دو جلدیں	حافظ صلاح الدین یوسف	1328 Pg	350/=
141	ریاض الصالحین ہندی دو جلدیں	حافظ صلاح الدین یوسف	1328 Pg	600/=
142	زکوٰۃ عشر اور صدقۃ الفطر	حافظ صلاح الدین یوسف	144 Pg	60/=
143	زندگی سے لطف اٹھائیے	محمد بن عبدالرحمن	576 Pg	250/=
144	زیورات میں زکوٰۃ	مولانا محفوظ الرحمن فیضی	112 Pg	50/=
145	زاد الخطیب (تقاریر کا مجموعہ) اول	مولانا محمد اسحاق زاہد (کویت)	56 Pg	300/=
146	زاد الخطیب (تقاریر کا مجموعہ) دوم	مولانا محمد اسحاق زاہد (کویت)	666pg	300/=
	(س، ش)			
147	سائنس میں مسلمانوں کی خدمات	عطش درانی	613pg	25/=
148	ساس اور بہو	ام عبد منیب	48 Pg	14/=
149	سفر حجاز و عراق	علامہ احسان الٰہی ظہیر	96 Pg	50/=
150	سلفیت کا تعارف	ڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری	418 Pg	165/=
151	سلفی دعوت کے علمی اصول	عبدالرحمن عبدالخالق، عبدالوہاب حجازی	48 Pg	20/=
152	سنت رسول کیا ہے اور کیا نہیں ہے؟	مولانا عمر الجداوی	80 Pg	35/=
153	سنت کی روشنی اور بدعت کی تاریکی	مولانا فضل الرحمن مدنی	112 Pg	55/=
154	سنہرے اوراق	عبدالمالک مجاہد	384 Pg	150/=
155	سنہرے حروف	عبدالمالک مجاہد	400 Pg	150/=
156	سنہرے فیصلے	عبدالمالک مجاہد	308 Pg	140/=

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

منہج سلف صالحین کے فروغ کے لیے کوشاں

ہماری بعض اہم

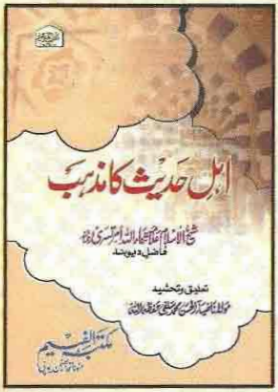

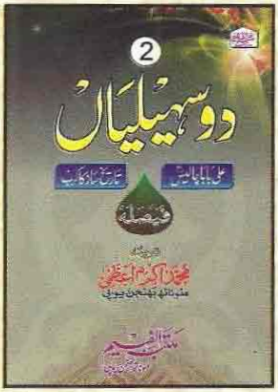

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

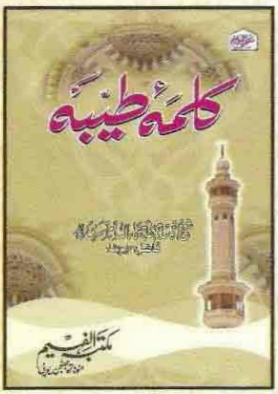

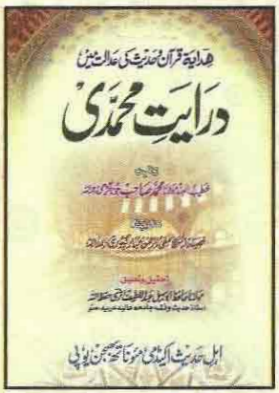

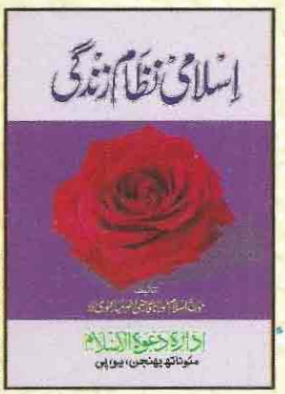

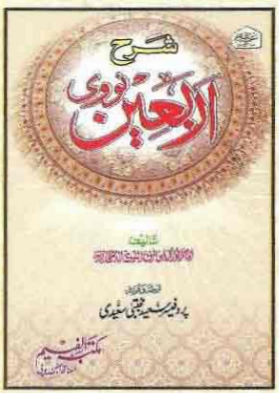

- جاذبِ نظر سرورق
- نفیس کاغذ
- عمدہ طباعت
- معیاری جلد بندی
- مناسب قیمت

MAKTABA AL-FAHEEM

Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - 275101 (U.P.)
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email : maktabaalfaheemmau@gmail.com
www.maktabaalfaheemislamicbooks.com

PRINT ART Delhi- Ph. 23634222, Fax : 23514266